سرخ دھاگے کا رشتہ

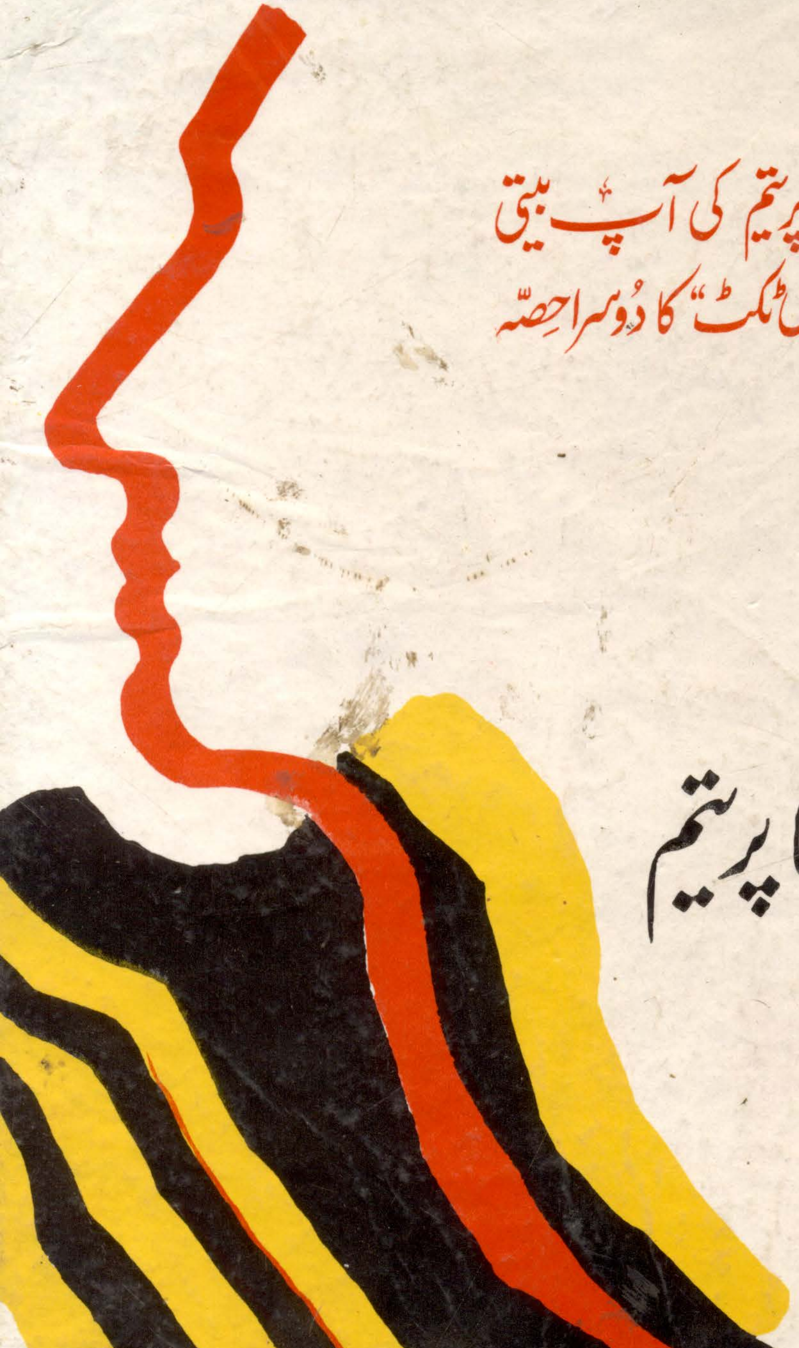

امرتا پریتم کی آپ بیتی
"رسیدی ٹکٹ" کا دوسرا حصّہ

امرتا پریتم

سُرخ دھاگے کا رِشتہ

امرتا پریتم

سُرخ دھاگے کا رِشتہ

امرتا پریتم

مکتبہ شعر و ادب سمن آباد لاہور

جملہ حقوق بحق نواز چودھری محفوظ ہیں

ناشر ---------- نواز چودھری
مطبع ---------- شکر گنج پرنٹرز' لاہور
کتابت ---------- ورڈ سٹائل کمپوزنگ پوائنٹ' اردو بازار' لاہور
قیمت ---------- 75/- روپے

اپنے والد کے نام
جنم سے جن کا نام نند تھا
جوانی نے ان کو سادھو بنایا
راج بی بی کی محبت نے ان کو کرتار بنایا
اور ان کی شاعری نے ------
ان کو پہلا تخلص "پیاسا" دیا، دوسرا "ہتکاری"
اور جو کسی قدیم عہد میں ایک گورودیو تھے.....

------ امرتا پریتم

اِیک رات کی داستان

رِاک رات دے ہونٹاں نے جدوں سپنے دا متھا چُمیا
سوچاں دے پیریں چھنک دی اِک جھانجر جئی اوس رات دی.....

یہ سطریں لکھیں تو میں نے اس جنم میں ہیں لیکن احساس ہوتا ہے، کہ وہ رات، ہزار برس پہلے آئی تھی.....

وہ رات مٹی کے میرے اس جسم کا عکس تھی، جس نے شعور کا پہلا سپنا دیکھا، تو اس کی پیشانی چوم لی.....

اور میری سوچوں کے پاؤں میں اس رات سے کسی عزم کی ایک جھانجر سی چھنکنے لگی.....

اسی طرح کہہ سکتی ہوں کہ اس جنم میں جب میں نے ایک مرد کی محبت میں بڑے احساس سے لکھا——

کھڑک پیندی ہے جدوں تیرے دل دی اک باری کدے
سوچدی ہاں—— کیہو جئی جرات ہے میرے سوال دی.....

پھر بھی احساس ہوتا ہے کہ یہ میرے سوال کی جرات بھی آج کی نہیں، یہ کسی قدیم زمانے سے میرے ساتھ ساتھ چلتی آئی ہے.....

اور اب، جب دیکھا کہ عظیم شعور کی کوئی کھڑکی کچھ ہلنے کھُلنے لگی ہے، تو اپنے اشتیاق کے ساتھ پیار آگیا کہ یہ اس کی بہت بڑی جرات ہے۔

یہ کتاب میرے اِسی اشتیاق کی داستان ہے۔ اِسی لئے تاریخ وار نہیں، تاثیر وار ہے

——امرتا پریتم

پرچھاویاں نوں پکڑن والیو!
چھاتی 'چہ بلدی اگ دا پرچھانواں نئیں ہوندا....

رات میری جاگتی

دوپہر کھانا کھا کر کچھ دیر کے لئے سو گئی تھی۔ دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پہلو میں ایک غار جیسا ایک مندر ہے اندر پتھروں کو تراش کر دو مورتیاں بنائی گئی ہیں۔ پورے آدم قد کی۔

احساس ہوتا ہے کہ ایک مورتی شِو کی ہے' دوسری شائد پاروتی کی۔ میں غار میں سے گزرتی ہوں' تو دیکھتی ہوں کہ شِو کی مورتی بازو آگے کر کے ——— میرے اوپر ایک پھول پھینکتی ہے.....

ساتھ ہی مورتی کا ہاتھ ہلتا دیکھتی ہوں' اور یہ بھی کہ ہاتھ کی دو انگلیوں میں ایک جلتی تیلی ہے..... اچانک وہاں ہوا میں ایک دیا نمودار ہوتا ہے' جو کسی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا نہیں۔ وہ جیسے ہوا میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس وقت شِو کی انگلیوں میں پکڑی ہوئی جلتی ہوئی تیلی' اس دیئے کو چھوتی ہے۔ اور وہ جل جاتا ہے' میں ہوا میں کھڑی اس دیے کی لو کو حیرانگی سے دیکھ رہی ہوتی ہوں۔ جب آنکھ کھل جاتی ہے...

۲۳ جنوری ۱۹۷۰ء

معلوم نہیں رات کا کون سا پہر تھا' جب دیکھا کہ بہت بڑا سانپ زمین پر رینگتا میری طرف آ رہا ہے .... کچھ خوف سا آتا ہے' لیکن اس وقت دیکھتی ہوں کہ ہوا میں اس کا جو پھن پھیلا ہوا ہے' وہ شِوجی کا چہرہ ہے.... چہرہ شِوجی کا' دھڑ سانپ کا' میں یہی حیرانگی سے دیکھ رہی ہوتی ہوں' جس وقت آنکھ کھل جاتی ہے....

۷ فروری ۱۹۷۸ء

سپنا آیا کہ چار یا پانچ گملے ہیں' ہرے ہرے پتوں سے بھرے ہوئے اور وہ باری باری میری چھاتی میں سے دودھ پی رہے ہیں.....

۱۰ فروری ۱۹۷۸ء

رات کا پہلا پہر تھا' جب دیکھا کہ سورج کو دو بہت بڑے سے پَر لگے ہوئے ہیں' اور بڑی تیز رفتار سے چلتا ہوا وہ میری طرف آ رہا ہے.....

وہ جوں جوں قریب آتا ہے' حرارت محسوس نہیں ہوتی' روشنی بڑھتی جاتی ہے. اور اچانک وہ روشنی سامنے سے آنے کی بجائے میری بائیں طرف سے آنے لگتی ہے' میری پچھلی اور بائیں دیوار کے کونے سے' ٹھیک جہاں میرے کمرے کا ٹیبل لیمپ پڑا ہوا ہے.....

میں حیرت سے درو دیوار کے کونے میں سے آئی روشنی کو دیکھنے کے لئے گردن موڑتی ہوں کہ آنکھ کھل گئی۔

شائد سپنے میں یہ بھی سوچ رہی تھی کہ میرا ٹیبل لیمپ رات کو جلتا رہ گیا تھا' اس لئے جاگ آئی' تو یہ خیال بھی دل میں تھا۔ اس لئے بے خیالی میں میرا ہاتھ ٹیبل لیمپ کی طرف بڑھا مگر کمرے میں مکمل اندھیرا تھا۔ ٹیبل لیمپ جلتا نہیں رہ گیا تھا....

۲۴۔ ۲۵ نومبر کی رات ۱۹۷۸ء

۴ فروری ۱۹۸۰ء کی رات تھی ------ جب سپنے میں ایک اجنبی نے مجھے ایک آئینہ دیا۔ اس نے کہا کچھ نہیں' مگر مجھے احساس سا ہوا، کہ وہ کوئی طلسمی آئینہ ہے...

پھر حیرت سے اس آئینے میں دیکھا کہ کوئی دو ہاتھ اس پر بنے ہوئے ہیں۔ مگر ایک ہاتھ چھوٹا ہے، کچھ دھندلا بھی، اور آئینے کے بائیں سرے کی طرف ہے۔ مگر دوسرا ہاتھ بڑا ہے ——— آئینے کے بالکل درمیان ...

یہ بھی دیکھا کہ اس ہاتھ کی درمیانی انگلی سب سے لمبی ہے، اور اس کا اُوپری پور بائیں طرف کی انگلی کی طرف جھکا ہوا ہے .....

میں آئینے کو پلٹ کر دیکھتی ہوں۔ وہاں کچھ ہندسے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر ان کی کچھ سمجھ نہیں آتی ۔ کہ آنکھ کھل جاتی ہے .....

اس سپنے کا کچھ بھی میری گرفت میں نہیں آتا۔ لیکن میں نے ڈائری میں لکھ لیا تھا۔ اور ۱۹۸۴ء میں جو میری ڈائری شائع ہوئی، اس میں درج ہے .....

پھر ۱۹۸۶ء میں ۷ فروری کا دن تھا جب کرشن آشانت آئے ۔ سپنوں کی اور ان کی تعبیر کی بات چلی تو میں نے یہ سپنا ان کو سنایا۔ وہ حیران تھے۔ کہ یہ سپنا میری گرفت میں کیوں نہیں آیا تھا۔ کہنے لگے ———

"آئینہ شنی کا پرتو ہوتا ہے اس پر جو بڑا ہاتھ بنا ہوا تھا، روشنی کا عکس تھا، اور سرے پر جو چھوٹا ہاتھ تھا، وہ سورج کا عکس تھا، حالانکہ ہاتھ کی درمیانی انگلی، جو شنی کی ہوتی ہے، وہ سب لوگوں کے ہاتھ میں سیدھی ہوتی ہے۔ اکثر اس کا پور کسی انگلی کی طرف جھکتا نظر نہیں آتا، لیکن آپ کے سپنے میں شنی کی انگلی کا اُوپری پور، جو بائیں انگلی کی طرف جھکا ہوا تھا، یعنی برہسپتی کی انگلی کی طرف، وہ سیدھا اشارہ تھا ——— کہ آپ کی روحانی دلچسپیاں مزید گہرائی کی طرف جا رہی ہیں .... شنی روحانی دلچسپیوں کا عکس، اور ——— برہسپتی گہرائی کا .... اور اس آئینے میں چھوٹا ہاتھ سورج کا عکس تھا۔ قوت کا۔ جس کے بغیر روحانی دلچسپیاں کہیں نہیں پہنچ سکتیں۔ اور پچھلی طرف جو ہندسے تھے ——— وہ دل کے بکھرے رجحانات کی نشانی تھے، جن کو روحانی دلچسپی نے خود جوڑنا ہے۔ کوئی ترتیب بھی دینی ہے، اور ان کو معنی بھی دینے ہیں .....

معلوم نہیں کون سی جگہ ہے، کون سا زمانہ کہ دیکھا۔ سامنے کتنے ہی دیوتے اور کتنے ہی سنت بیٹھے ہوئے ہیں۔ مُورتیوں کی طرح بھی، اور دھیان میں مگن بھی .....

کئی ایک کے چہروں پر ہلکی سی حرکت بھی دیکھی ...

پھر ایک تیز روشنی دیکھی ' جو چھوٹے سے دائرے میں آسمان کے بادلوں سے نکل رہی تھی ' اور باری باری ان سب چہروں پر گھوم رہی تھی .....

اس وقت دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ یہ روشنی میرے بیٹے کے دل و دماغ کے اوپر پڑنی چاہیئے ۔ اور ساتھ ہی دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کا بازو پکڑ کر اس کو ٹھیک اس روشنی کی سیدھ میں لے آتی ہوں ' اور اب وہ روشنی سیدھی اس کے چہرے پر پڑ رہی ہے ...

۱۹۸۱ء ' ۲۳ نومبر ' رات کے ڈھائی بجے

دیکھا ——— بہت سی گھڑیاں ——— ایک گول دائرے میں ' آسمان پر گھوم رہی ہیں .....

میں معلوم نہیں کہاں ہوں ' زمین پر یا آسمان پر ' مگر گھڑیوں کا ناچ بہت قریب سے دیکھ رہی ہوں ....

وہاں اور کوئی نہیں ' کچھ کہنے یا بتانے والا ' لیکن احساس ہوتا ہے کہ ——— یہ منٹ ' گھنٹے ' دن ' مہینے اور سال اس کائنات میں چھوٹے چھوٹے ذرات کی طرح اُڑ رہے ہیں ۔ مٹی کے ذرات کی طرح .....

۱۶ ـ ۱۷ مارچ کی رات ' ۱۹۸۲ء

اَے خدایا!

۷ مارچ ۱۹۸۳ء کی رات تھی ——— جب اچانک ایک گھُپ اندھیرے میں کچھ چمکا ۔ جیسے سفر کرتا سورج اس طرف سے گزرا ہو .....

اس روشنی کی جھلک میں میں نے ایک بُت دیکھا ' جیسے سونے کی پہاڑی میں سے تراش کر بنایا گیا ہو ....

بَس وہ پل بھر کی جھلک تھی ' جس کے بعد پھر چاروں طرف اندھیرا تھا ۔ لیکن جب بیدار ہوئی تو ایک حیرانی میں جکڑی ہوئی تھی ——— کہ یہ کس کا بُت تھا؟ اور ایک

پل کے لئے مجھے اس کا دیدار کیوں ہوا؟

شعوری دل میں کسی دیوی دیوتے کی صورت نہیں آئی ------ جس کے پہچانے ہوئے نقوش سے میں اس بُت کی شکل ملا سکتی....

مگر یہ سپنا تھا ------ جس نے معلوم نہیں کن سوئے ہوئے پانیوں کو جگا دیا کہ لہروں کی طرح صدیوں سے گمُ شدہ غور و فکر کے کئی حوالے میری آنکھوں کے سامنے آنے لگے.....

شعوری دل کو محسوس ہو رہا تھا کہ وقت کے ریگستانوں میں قدیم غور و فکر کے کئی سونے جیسے ذرات اڑ رہے ہیں۔ جو میں نے کچھ اکٹھے کرنے ہیں.....

اور میں نے تاریخ کو ایک جیتا جاگتا کردار بنا کر اپنے پاس بٹھا لیا اور اس کے ساتھ باتیں کرنے لگی.....

یہ تقریباً پچاس صفحے کی ایک لمبی بات چیت تھی، جو میں دن رات تاریخ کے ساتھ کرتی رہی، اور اس بات چیت کو کاغذ پر منتقل کرتی رہی....

اس دوران پھر گیارہ مارچ کی رات تھی ------ جب ایک طلسماتی سپنا دیکھا کہ کسی بہت بڑی تقریب کی تیاری ہو رہی ہے۔ وہ ایک بہت سجا ہوا مہمان گھر ہے، جہاں میرے لئے ہو رہی اس تقریب میں حصہ لینے کے لئے، میری دو بہنیں آئی ہوئی ہیں۔ ایک مجھ سے بڑی، اور ایک مجھ سے چھوٹی.....

سپنے میں یہ کوئی حیرانی نہیں ہوئی کہ میں تو زندگی میں اکیلی ہوں، اور میرے پاس کسی بھائی بہن کا تصوّر تک بھی نہیں، پھر یہ میری بہنیں کیسے ہیں؟ ------ بلکہ احساس ہوا کہ ہم تینوں بہنیں بہت عرصے کے بعد مل رہی ہیں۔

سپنے سے بیدار ہوئی ------ تو چھوٹی بہن کی صورت بالکل یاد میں اس طرح تھی، جیسے ابھی دیکھی ہو، وہ بڑی پتلی اور خوبصورت لڑکی تھی، چڑھتی عمر کی۔ لیکن اس کا کیا نام تھا، یہ یاد نہیں تھا.... مگر بڑی بہن جو پختہ عمر کی، اور انتہا کی خوبصورت تھی، وہ مجھے گلے لگا کر ملی تھی، اور اس کا نام مجھے جاگ کر بھی یاد تھا ------ واچ.....

جس تاریخ کے ساتھ میں بات کر رہی تھی، وہ میرے شعوری دل کا ظہور تھی، اس لئے اس سے رات والے سپنے کا، یعنی لاشعور دل کا راز پوچھا ------ تو وہ کہنے لگی

------ واچ' وِیدوں کی خالق تھی ۔ تم نے واچ کی صورت میں اپنا ہی زمانہ دیکھا ہے' اور چھوٹی بہن کی صُورت میں اپنا ہی مستقبل ------ جو تمہارے بعد کسی اور مفکّر عورت کی صُورت میں آئے گا.....

دیکھا ------ سامنے ایک ہاتھ ہے' میز پر پڑا نظر آتا ہے' لیکن کس کا' یہ پتہ نہیں چلتا ۔

اور نظر آتا ہے کہ ہاتھ کی جلد کے اوپر ناخنوں سے لے کر' نیچے جوڑ تک بہت سی آنکھیں ہیں ۔ وَرٹیکل لائن میں چاروں انگلیوں پر ' اور ہاریزینٹل لائن میں نیچے جوڑ تک ....

پھر دیکھتی ہوں ------ وہ ہاتھ' بند مُٹھی جیسا ہو جاتا ہے' اوپر ایک ایک دیوتا کی' لمبے رُخ کی' تصویر بنی ہوئی ہے ۔ اُوپر سے' انگلیوں پر تراشی ہوئی نہیں' انگلیوں کے ماس میں بنی ہوئی ....

پہلی انگلی پر جو تصو یر ہے' وہ بڑی صاف نظر آتی ہے' لیکن باقی انگلیوں کی طرف' جب غور سے دیکھنے لگتی ہوں تو ------ آنکھ کھل جاتی ہے .....

۱۹ جنوری ۱۹۸۴ء رات دو بجے

دیکھا ------ کَن دیوتا ایک چھوٹی سی بچّی کو کندھے سے لگا کر جنگل کی طرف چلے جا رہے ہیں ۔

نزدیک ------ سامنے کوئی کُٹیا نظر نہیں آتی' لیکن احساس ہوتا ہے کہ دیوتے کا آشرم کہیں نزدیک ہے اور یہ بچّی وہی شکنتلا ہے' جو اپسرا مینکا کی بچّی تھی ...

کَن دیوتے کا چہرہ دوسری طرف ہے' مگر کندھے سے لگی بچّی کا چہرہ دیکھ سکتی ہوں.

اچانک پہچانتی ہوں ------ یہ تو شلپی ہے' میرے بیٹے نوراج کی بیٹی ....

اور ساتھ ہی پیشانی میں ایک بجلی سی چمک جاتی ہے کہ کسی زمانے میں یہ شلپی شکنتلا ہوتی تھی؟ اور امروز کَن دیوتا ہوتا تھا؟

اسی حیرانی میں بھڑک کر جاگ پڑتی ہوں .....

۵ فروری ۱۹۸۴ء

دکھائی دیا ----- کہ کسی شہر کے کسی چوک میں ایک مندر بنا ہوا ہے اندر کئی مُورتیاں ہیں ' مگر وہاں نہ کوئی پجاری ہے ' نہ کوئی اور انسان ۔

پھر ایک سایہ نظر آتا ہے ' انسانی شکل کا ' جو مجھے مندر کے اندر لے جاتا ہے ' اور مجھے اندر چھوڑ کر خود باہر چلا جاتا ہے ۔

ساتھ ہی احساس ہوتا ہے ' کہ مندر کا صرف ایک ہی دروازہ تھا ' جس میں سے میں ابھی اندر آئی تھی ' اور وہ دردازہ کسی نے باہر سے بند کر دیا ہے ۔

وہ دروازہ لوہے کہ سلاخوں کا ہے ' جن میں سے باہر دیکھا جا سکتا ہے ' تو دیکھتی ہوں ' ----- باہر لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہے ۔ مگر وہ مندر کا بند دروازہ دیکھ کر باہر ہی کھڑا ہے ۔

وہاں ' اس بند دروازے کو کھولنے والا کوئی نہیں ۔ اور مجھے احساس ہوتا ہے کہ اندر یہ تمام دیوی دیوتے ' اور میں ایک مندر میں قید ہو گئے ہیں ۔

۱۳ فروری ۱۹۸۴ء کی رات

سامنے آسمان میں ایک بڑا سا تھال نظر آتا ہے ۔ اس طرح جیسے کسی نے ہاتھوں میں پکڑا ہو ' مگر ہاتھ نظر نہیں آتے ۔ صرف تھال نظر آتا ہے ۔

وہ تھال دیپوں سے بھرا ہوا ہے جلتے دیپوں کا ۔

میں دیپوں کی چھوٹی چھوٹی لاٹوں کی طرف دیکھ رہی ہوں ' کہ دیکھتی ہوں ----- ہر لاٹ میں سے ایک ایک دیوتے کا بدن ابھرنے لگا ہے ...

پھر تمام دیپوں کی لاٹیں دیوتے بن جاتی ہیں ' اور وہ سب دیوتے ایک گول دائرے میں گھومنے لگ جاتے ہیں .....

۲۰ فروری ۱۹۸۴ء کی رات

سوئی ہوئی تھی ' جب کسی نے ایک بڑے سے چمچ میں بھری ہوئی کوئی چیز میرے منہ میں ڈالی ۔ وہ بہت گاڑھی اور سفید رنگ کی کوئی چیز تھی ' جس کو میں نے ایک بڑے گھونٹ کی طرح پی لیا ....

منہ میں ایک غیر معمولی ذائقہ اور ایک عجیب مہک تھی، کہ اس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی...

جاگ کر بھی محسوس ہوا کہ اس کا ذائقہ میرے منہ میں ہے، اور اپنی رضائی کی طرف سے اور سرہانے کی طرف سے مجھے ابھی بھی اس کی مہک آتی ہے.....

۲۸ فروری ۱۹۸۴ء

ایک زعفرانی لباس میں نے لہراتا دیکھا۔

پھر دیکھا کہ اس نے جھک کر میرے گرد اپنا بازو حائل کر دیا، اور مجھے گلے لگا لیا ہے۔

بیدار ہوئی، تو ایک کپکپی سی میری نس نس میں اتر رہی تھی۔ اور ایک نظم تھی جو کاغذ پر اتر رہی تھی-----

تم جنم جنم کے پورن جوگی، میں جنم جنم کی سُندراں.....

۷ جون ۱۹۸۴ء

دیکھا----- ایک ہاتھی دور سے میری طرف آ رہا ہے۔ کچھ نزدیک آتا ہے، تو دیکھتی ہوں، اس کے کان کے قریب تین لمبی لمبی پھُولوں کی لڑیاں بندھی ہوئی ہیں۔

وہ اور نزدیک آتا ہے، اور پھر گھٹنوں کے بل میرے سامنے بیٹھ جاتا ہے....

سوچتی ہوں۔ ہاتھی میرے سامنے کیوں بیٹھ گیا؟ اس کو پھُولوں کی لڑیاں کیوں بندھی ہوئی ہیں؟ یہ تین لڑیاں کیوں ہیں؟

اور یہ حیرانگی میری نیند توڑ دیتی ہے .....

۲۹ جون ۱۹۸۴ء

دیکھا----- میں اور امروز سمندر کے کنارے کھڑے ہیں۔ وہاں سے دُور کوئی جگہ ہے----- جہاں ضرور جانا ہے پھر وہاں ایک بڑی سی بس آتی ہے جو چاروں طرف سے شیشوں سے بند ہے۔

میں اور امروز اس بس میں بیٹھ جاتے ہیں، اور وہ سمندر میں چلنے لگتی ہے۔ بند

شیشوں میں سے سمندر کی اُونچی اُونچی لہریں نظر آتی ہیں اور میرے دل میں خوف سا پیدا ہوتا ہے کہ یہ بس کبھی سمندر میں سے نکل سکے گی کہ نہیں؟

اور پھر وہ جگہ آجاتی ہے' جہاں ہم نے پہنچنا ہے .....

۱۹ اگست ۱۹۸۴ء

بادلوں میں سے ----- بہت ہی باریک بوندوں کی جیسے پھوار پڑ رہی ہو ' کچھ اس طرح۔ آسمان کے خلاء میں سے کسی کے گانے کی آواز آ رہی تھی....

وہ آواز کبھی معمولی سی کانوں میں پڑتی رہی ' اور کبھی گھُومتی رہی...

پھر ہوا میں تیرتے کئی حروف کانوں میں پڑنے لگے....

بیدار ہوئی ' تو صرف ایک ہی مصرعہ یاد میں رہ گیا ہے ----- " بج رہی ہیں' دہشت میں شہنائیاں ....."

۷ ستمبر ۱۹۸۴ء '

صرف اتنا نظر آیا کہ میرے گھر کے دروازے کی دہلیزوں کے پاس کسی نے ایک چھوٹا سا گملا رکھ دیا ہے۔

کوئی اس گملے کو لانے والا نظر نہیں آتا ' صرف نظر آتا ہے کہ گملے میں سبز پتّے پھوٹے ہوئے ہیں اور احساس ہوتا ہے کہ یہ کوئی بڑے ہی خُوبصورت پھُولوں کی بیل ہے ....

۱۳ ستمبر ۱۹۸۴ء

ڈاہڈی اَچی کندھ وقت دی ------

بڑی اُچاویں بھیڑی سوڑی ' رات جیویں لکڑ دی پوڑی .....

رات کے ڈیڑھ بجے

سی - جی - یُنگ نے جب اپنی ۸۳ سال کی عمر میں اپنی زندگی کی داستان لکھی تو لکھا ------ " زندگی کے خارجی واقعات ' درخت پر اگے نئے پتوں کی طرح ہوتے ہیں ' جن کی عمر ایک برس سے زیادہ نہیں ہوتی - اور اپنے آپ کو جاننے کا صرف ایک ہی راستہ ہے ------ درخت کے اس حصّے کو جاننا ' جو نظر نہیں آتا ' جو بہت گہرا زمین کے اندر اتر گیا ہوتا ہے ' اور وہ انسان کا لاشعُوری دل ہوتا ہے ------ صدیوں کے تجربوں سے لبریز .....

برس ہا برس گزر گئے ہیں ' جب میں نے یُنگ کی یہ کتاب پڑھی تھی - لیکن ان الفاظ کی گہرائی میں ' تہہ تک نہ اتر سکی -

زندگی کے درخت کا جو حصّہ نظر نہیں آتا ' اس میں سے اٹھتے اشارے مجھے کئی دفعہ ملتے رہے ' لیکن وہ اشارے میں نے سمجھے نہیں ' اور نہ ان ٹوٹے تاروں کو کبھی جوڑا .....

اب ----- میرے خیال میں یہ میرے شعوری دل کا تقاضہ نہیں تھا' یہ تقاضہ اس طرف سے ہوا' مٹی کی تہوں میں پڑی ہوئی' درخت کی جڑ کی طرف سے' کہ برسوں سے مل رہے' اس کے اشارے' کچھ گرفت میں آنے لگے ہیں۔ اور میں یُنگ کے الفاظ کی گہرائی کو کچھ حد تک دیکھ رہی ہوں۔

اور اب مناسب یہی معلوم ہوتا ہے' کہ بات کا سرا وہاں سے نہ پکڑوں' جہاں اس دکھائی دینے والی زندگی کی بات شروع ہوئی' بلکہ ان اب کے تقریباً پانچ برسوں کے عرصے میں سے پکڑوں' جب کئی برس پہلے کے اشارے کچھ گرفت میں آنے لگے ہیں۔ اور تاروں کے ٹکڑے کچھ آپس میں جڑنے لگے ہیں۔

محسوس ہوتا ہے کہ کئی برسوں تک مجھے کتنے ہی اشارے دے رہے میرے لاشعوری دل نے' جب دیکھا کہ میں ان کو نہیں سمجھ رہی' اور میں لفظوں کی دنیا میں گم ہوئی' خاموشی کی آواز نہیں سن رہی' تو اس نے اسی زبان کا سہارا لیا' جس سے میں واقف تھی۔

اور میں چونک پڑی' جب وہ اپنی انگلی سے کسی' منظر کی طرف اشارہ کرتا' منہ سے بولنے لگا تھا .....

اس نے یہ تجربہ پہلے بھی کیا تھا' کئی برس پہلے۔ اور ایک دفعہ اس نے' وقت' کا نام اختیار کیا تھا۔ وقت کی تو نہیں' مگر باپ کی صورت پہچان میں تھی' اس لئے میں اس' کو پہچان نہ سکی تھی۔

اور محسوس ہوتا ہے ----- اس نے میری یہ مشکل بھی سمجھ لی۔ اور اس لئے اب وہ کوئی صورت اختیار نہیں کرتا۔ اب مجھے اس کی صرف آواز سنائی دیتی ہے۔

اندرا جی

یہ ۱۹۸۴ء تھا' ۶ نومبر کی رات تھی' جب میں نے اندرا جی کا قدیمی جنم دیکھا۔

دکھائی دیا کہ ایک گھنا جنگل ہے' جہاں ایک درخت کے نیچے' ایک گورو دیو سادھی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں کچھ تھوڑی دور کھڑی ہوں۔ اور اتنے میں ایک دیوی

عورت وہاں آتی ہے ' اڑتے اڑتے سے سفید لباس میں لپٹی ہوئی۔ اس طرح ----- جیسے آسمان سے اتری ہو .... اور وہ اپنے پلّو میں لپٹی ہوئی ایک بچّی اس گورو دیو کے سامنے رکھ کر ' وہاں سے غائب ہو جاتی ہے ....

دیکھتی ہوں ----- کہ اس بچّی کو جہاں بٹھایا تھا ' وہ وہاں ' زمین پر گرے پتّوں کے ساتھ کھیلنے لگتی ہے۔

وہاں اس سمادھی میں غرق گورو دیو کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ اور میں حیران سی اس بچّی کی طرف دیکھ رہی ہوں ' جب ایک آواز سنائی دیتی ہے ----- "تم جس اندرا کو جانتی تھی ' یہ اسی اندرا کا قدیمی جنم ہے یہ گورو دیو اس کے باپ ہیں ' اور وہ دیوی عورت اس کی ماں تھی ...."

میں غور سے بچّی کی طرف دیکھتی ہوں ' پہچاننا چاہتی ہوں ' کہ کیا اس کے نقش و نگار اندرا جی کے ساتھ ملتے ہیں ؟

بچّی کا چہرہ دوسری طرف ہے ' اس لئے نقش نہیں دیکھ سکتی ' لیکن اس کے سر کے چھوٹے چھوٹے بال سنہری سے معلوم ہوتے ہیں اور میں سوچنے لگتی ہوں کہ اب تو اندرا جی کے بال کالے ہیں ' سنہری نہیں ہیں ....

یہ سپنا صرف اتنا نہیں تھا۔ اتنا میں نے اس ڈائری میں لکھا تھا۔ جو ۱۹۸۵ء میں ہندی میں شائع ہوئی تھی۔ اور بعد میں میرے سپنے کا یہ حصّہ انگریزی میں شائع ہوا تھا۔ اس سپنے کا اگلا حصّہ میں ایک اور ذاتی ڈائری میں لکھ لیا تھا۔ مگر وہ امروز کے سوا کسی اور کو نہیں سنایا تھا۔ نہ ہی وہ شائع ہونے دیا تھا۔ محسوس ہوا تھا ----- کہ اگر وہ حصّہ بھی شائع ہو گا ' تو لوگ میرے احساس کو محسوس نہیں کر سکیں گے ' اور اس کی سنجیدگی کو ٹھیس پہنچے گی۔

اب یہ سب کچھ اپنے لئے لکھ رہی ہوں ' اپنے آپ کو سمجھنے کے لئے اور روحانی قوتوں کو تھوڑا سا سمجھنے کے لئے ' اس لئے اس سپنے کا اگلا حصّہ بھی سامنے رکھنا ہے۔

دیکھا تھا ----- کہ جب میں کبھی بچّی کی طرف دیکھ رہی تھی ' کبھی سمادھ میں غرق گورودیو کو ' تو وہ غیبی آواز پھر سنائی دی تھی ----- "یہ گورو دیو تیرے باپ تھے۔ لیکن تمہاری پیدائش ایک معمولی عورت سے ہوئی تھی ' جو اس جنگل میں رہتی تھی '

اور گورو دیو کی خدمت کرتی تھی ....."

یہ سپنا میں نے ۱۹۸۴ء میں دیکھا تھا، ٦ نومبر کو، اندرا جی کے قتل کے بعد، لیکن اس سے پہلے کے برسوں میں کئی دفعہ حیران ہو جاتی تھی، کہ مجھے اندرا جی کے ساتھ بے پناہ محبت کیوں ہے؟ ------ جانتی تھی، کہ اس کی وجہ ان کا اقتدار نہیں۔ میں کبھی حیران ہو کر ان کو کہتی بھی تھی ------ اندرا جی، مجھے آپ کے ساتھ عشق ہے...

اندرا جی ہنس پڑتی تھیں۔ لیکن جب انہوں نے، اپنے قتل سے کچھ دن پہلے، مجھے اچانک بلا بھیجا، تو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بات چیت کرنے کے بعد، بیرونی کمرے کے دروازے تک چھوڑنے آئیں، تو کتنی دیر تک میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خاموش کھڑی رہیں۔ کہا کچھ نہیں۔ لیکن ان کے قتل کے بعد احساس ہوا ------ جیسے اس دن وہ کہہ رہی ہوں ------ آج اس جنم میں یہ آخری ملاقات ہے.....

پھر نومبر کے مہینے کی بات ہے، تاریخ یاد نہیں، جب بی. بی. سی کے لئے ایک فلم بنا رہی، رانی ڈوبے آئی تھی، میرا انٹرویو لینے۔ اس انٹرویو میں اندرا جی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے میں نے کہا تھا ------ " خلائی قوتوں کا باطنی سنگیت ایک سائنسی حقیقت ہے کون سی گھڑی، کون سا پل، کس باطنی سنگیت کو اختیار کرتا ہے، اور کون سی آتما، کس لمحے میں جسم اختیار کرتی ہے، اس کو کچھ سمجھ سکنا کائنات کو سمجھ سکنا ہے۔ آتما کا سمجھ سکنا ہے۔ ۱۹ نومبر کو جب اندرا جی کی پیدائش ہوئی، معلوم نہیں سورج کی کون سی کرن تھی، کائنات کا کون سا سنگیت، جو ان کے دل و دماغ پر ثبت ہو گیا اور اس نے ایک ایسی سوچ ایسی فکر کو جنم دیا، جو متحدہ بھارت کا سپنا سب کی آنکھوں میں ڈال دینا چاہتی تھی....

اور اس مہینے کی ۲۷ تاریخ کی رات تھی، جب سوئی ہوئی تھی۔ کہ کانوں میں الٰہی ناد پڑنے لگی۔ ساتھ ہی ایک آواز سنائی دی ------ " تم نے خلائی قوتوں کے باطنی سنگیت کی بات کی تھی، لیکن وہ سنگیت تم نے کبھی سنا نہیں۔ سن! یہ وہی سنگیت ہے.

اور آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگا کہ روشنی کا ایک بہت بڑا دائرہ ہے، پورے آسمان پر بنا ہوا، جو بڑے روشن ذرات کی صورت میں گول گھوم رہا ہے اور اس میں سے

جو الٰہی ناد اٹھ رہی ہے' وہ میرے روئیں روئیں میں اتر رہی ہے.....

روشنی کا وہ دائرہ' کہیں دور آسمان پر نہیں' بالکل میرے سامنے ہے۔ جیسے میں بھی آسمان میں کھڑی ہوں۔ اور پھر ایک آواز سنائی دیتی ہے------"یہ وہی لمحہ ہے' جس کی تم نے بات کی تھی۔ اس لمحہ کا سنگیت' جس لمحے اندرا جی کا جنم ہوا تھا۔ یہی سنگیت تھا------جو اندرا جی کے دل و دماغ پر ثبت ہو گیا تھا...

پھر اچانک سنگیت بدل جاتا ہے۔ منظر بھی۔ روشن ذرات کی صورت میں جو دائرہ تھا' وہ دائرہ اسی طرح رہتا ہے' لیکن روشنی کے ذرّات چنگاریوں کی طرح اُڑنے لگتے ہیں' اور ان میں سے دھماکوں کی آوازیں نکلتی ہیں۔

ساتھ ہی سارا سنگیت بھیانک سُروں میں بدل جاتا ہے۔ میں اس منظر سے اور اس سنگیت سے خوفزدہ سی کھڑی ہوں کہ وہی پہلے والی آواز' سنائی دیتی ہے------"یہ اس لمحے کا خلائی سنگیت ہے' جس لمحے اندرا جی کو گولیاں ماری گئی تھیں....."

پھر سامنے آسمان نہیں رہتا' سمندر نظر آنے لگتا ہے' جس کے کنارے پر کھڑی ہوئی میں اوپر آسمان کی طرف دیکھتی ہوں' تو بہت دور سے آرہی' کسی سنگیت کی میٹھی سی آواز سنتی ہوں' وہ آواز اتنی مدھم ہے کہ اب الٰہی ناد جیسے اور دھماکے جیسے سنگیت کا فرق نہیں پہچانا جاتا.....

کچھ دیر اسی طرح کھڑی رہتی ہوں۔ لیکن اندھیرا اس طرح بڑھ رہا ہے کہ فوراً ہی اس طرح محسوس ہونے لگتا ہے' جس طرح سمندر میں پانی نہیں' اندھیرا بہہ رہا ہو۔ میں سمندر کی طرف سے پلٹتی ہوں' تو سامنے کچھ چڑھائی نظر آتی ہے۔ وہی چڑھائی چڑھتی ہوں' تو دیکھتی ہوں کہ میں ایک قلعے کی چھت پر پہنچ گئی ہوں۔ وہاں چھت سے نیچے کو جاتے سیڑھیاں نظر آتی ہیں۔ بہت لمبی' جیسے کئی سو سیڑھیاں آسمان سے اُترتی ہوں۔ میں سیڑھیوں کے سرے پر کھڑی ہو کر' نیچے دیکھ رہی ہوتی ہوں' کہ سیڑھیوں پر اچانک اندرا جی نظر آتی ہیں۔

میری آنکھوں میں پانی آجاتا ہے۔ کچھ بولنا چاہتی ہوں' لیکن بولا نہیں جاتا۔ اور اندرا جی اوپر کی طرف' سیڑھیوں کے سرے کی طرف دیکھتی رہتی ہیں------دیکھ! رونا نہیں تم نے لکھنا ہے۔ ابھی تم نے جو خلائی سنگیت سنا تھا' وہ بھی لکھنا ہے--

یہ ۲۷ نومبر کی رات تھی' جب میں اس انوکھے اور حیرت انگیز سپنے سے بیدار ہوئی' تو کانپتی سی نے بتی جلا کر دیکھا تھا ----- وہ رات کے ڈیڑھ بجے کا وقت تھا...

میں نے آج تک کبھی غور نہیں کیا تھا' کہ یہ رات کے ڈیڑھ بجے کا وقت' کیا معجزہ ہے' کہ میں نے اپنی زندگی کے گزشتہ پچاس برسوں میں' جتنی بھی کتابیں لکھیں' اور جب بھی دل میں کسی کتاب کو ترتیب دے لیتی تھی' تو اس کے پہلے صفحات رات کے ڈیڑھ بجے لکھتی تھی۔ اور یوں ہر کتاب کی ابتداء' رات کے ڈیڑھ بجے ہوتی تھی۔

یہ کبھی بھی شعوری کوشش نہیں ہوتی تھی۔ بس کسی خیال میں گم ہوتی تھی' کہ پھر اچانک کسی رات' ڈیڑھ بجے آنکھ کھل جاتی تھی' اور کوشش کرنے پر بھی دوبارہ نیند نہیں آتی تھی' تو دل میں پختہ ہو آگیا وہ خیال' اتنی شدت سے آجاتا تھا' کہ کچھ خالی کاغذ لے کر' میرے ہاتھ میں پکڑا دیتا تھا....

یہ تو جب ابھی' کچھ برسوں سے اپنے سپنے ڈائری میں لکھنے لگی ہوں' تو کسی بھی سپنے سے جاگ کر گھڑی کا وقت دیکھنے لگی ہوں' تو دیکھا ہے کہ وہ اکثر رات کے ڈیڑھ بجے کا وقت ہوتا ہے.....

یہ' جس سپنے میں کائنات کا باطنی سنگیت سنا' ساتھ ہی اس کی تشریح کرتی' ایک غیبی آواز' اور پھر اندرا جی کی آواز' اس انوکھے اور حیرت انگیز احساس کا وقت بھی' وہی تھا' رات کے ڈیڑھ بجے کا.....

پھر ۳ جنوری ۱۹۸۵ء کا دن تھا' جب مدھیہ پردیش سے شری کیلاش پتی آئے۔ ملکی حالات پر بات چیت ہو رہی تھی' تو اچانک وہ کہنے لگے ----- "تم نہیں جانتیں' لیکن کسی قدیم زمانے میں تمہارا جنم بھی اسی باپ سے ہوا تھا' جس باپ سے اندرا جی کا۔

میں کتنی دیر تک ان کی طرف دیکھتی رہی۔ خاموش۔ اور پھر اپنی ڈائری نکال کر' ان کو وہ سپنا سنا دیا' جو دیکھا تھا' اور اب جس کی تشریح کانوں سے سن رہی تھی.... .

وہ ہنس پڑے۔ کہنے لگے ----- "جانتا ہوں۔ میں نے اندرا کے کسی اور جنم کا وہ زمانہ دیکھا ہے' جب اس کی خوبصورتی کی اتنی چرچا تھی' کہ کئی راجے مہاراجے اس کی ایک نظر کے محتاج تھے۔ لیکن وہ قوت چاہتی تھی۔ اور اس نے برسوں کی شکتی پوجا کے ساتھ یہ مراد پائی تھی کہ ایک دن وہ پورے بھارت کی ملکہ ہو گی۔"

اور ساتھ ہی کیلاش پتی جی نے کہا ــــــــ " لیکن تمہیں قوّت کی خواہش نہیں تھی، تم نے سرسوتی پُوجا کی تھی...."

آواز

۱۹۸۵ء میں ہی، ۲۶ جنوری کے دن، میں سونائی علاقے میں گئی تھی۔ مہاراشٹر کے سونائی علاقے میں، وہاں لوگوں کے پیار کا تقاضہ تھا، کہ میں اس دن قومی جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کروں۔

اس دن ہوم گارڈ کی سلامی لیتے وقت میں نے دیکھا، کہ وہاں میں نہیں کھڑی تھی، اندرا جی کھڑی تھیں.....

اور قومی جھنڈا لہرانے کے بعد جب میں مائیک کے آگے کھڑی ہو کر ۲۶ جنوری کی تاریخ کے بارے میں کچھ بولنا شروع کیا، تو دیکھا، وہاں مائیک کے سامنے اندرا جی کھڑی ہیں .....

اور میں جو بول رہی تھی، وہ آواز بھی میری نہیں تھی، اندرا جی کی تھی....

یہ اتنا انوکھا اور حیرت انگیز احساس تھا، کہ میرے سارے جسم میں ایک کپکپی اتر رہی تھی۔ ساتھ ہی محسوس ہو رہا تھا کہ میری آنکھوں میں پانی بھر رہا ہے، جس کے ساتھ میرا حلق رک رہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی احساس ہو رہا تھا، کہ آواز میں ایک قوت بھی آ رہی ہے..... اس وقت میں نے آواز پہچانی، وہ میری آواز نہیں تھی، اندرا جی کی آواز تھی.....

مہاراشٹر کی یہ دعوت، دراصل پُونے کے لئے تھی، جہاں مہاراشٹر کے منطقی شاستری شری لکشمن شاستری کو ایوارڈ دیا جانا تھا، اور وہ میرے ہاتھوں دلایا جانا تھا۔ لیکن احمد نگر کے ارون شیوتے نے پونے والوں کے ساتھ مل کر، اس دعوت کو کئی شہروں کی طرف پھیلا دیا تھا۔ اور سونائی علاقے میں ۲۶ جنوری والے جلسہ کے بعد کچھ کالجوں میں سے ہو کر احمد نگر پہنچنا تھا۔

اس سارے سفر میں احمد نگر کالج کے ایک انگریزی کے پروفیسر، رمیش دیناتے،

ارون شیوتے ساتھ رہے تھے۔ اور جب احمد نگر والا شام کا جلسہ ہو چکا' تو کافی رات کا وقت ہو گیا تھا۔ اس وقت رمیش دنیاتے تنہائی میں لے جا کر مجھے کہنے لگے۔ "اس وقت آپ کے گرد بہت لوگ ہیں' لیکن میں نے پانچ منٹ آپ کے ساتھ ایک بات کرنی ہے۔ اگر کہیں' تو صبح سویرے' آپ کے پونا روانہ ہونے سے پہلے' میں آپ کے ہوٹل میں آ جاؤں؟"

وہ اگلے دن تقریباً صبح سات بجے' اس مہمان گھر میں آئے' جہاں میں اور امروز ٹھہرے ہوئے تھے۔ کہنے لگے۔۔ "میں اپنا ایک عجیب احساس آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کل صبح جب آپ نے قومی جھنڈا لہرایا تھا' اور ہوم گارڈ کی سلامی لی تھی' میں نے وہاں اندرا جی کو دیکھا تھا۔۔ سٹیج پر سلامی لیتے۔ اور پھر جب آپ بول رہی تھیں' میں نے آپ کی جگہ اندرا جی کی آواز سنی تھی....." یہ میں ہی جانتی ہوں کہ رمیش دیناتے نے جب اپنا یہ احساس سنایا' تو کس طرح کی کپکپی میرے روئیں میں اتر گئی تھی.....

۲۷ جنوری کو پونے میں شری لکشمن شاستری والی ایوارڈ تقریب پہ ایس کے کیلکر ملے۔ وہ ہندوستان کے مانے ہوئے عالم ہیں' علم جوتش کے میدان میں پہلے کبھی دہلی میں ان کے ساتھ ملاقات ہو چکی تھی' اس لئے واقف تھے۔ کہنے لگے اس وقت آپ کے گرد بڑی بھیڑ ہے' آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟ میں صبح آپ کو ملنے آؤں گا۔

اور وہ اگلی صبح یونیورسٹی کے گیسٹ ہاؤس میں ملنے کے لئے آئے' جہاں میں اور امروز ٹھہرے ہوئے تھے۔ کچھ دیر جوتش شاستری کی باتیں ہوئیں' لیکن جب انہوں کہا' کہ جو کچھ علم جوتش کی گرفت میں نہیں آتا' اب ان کی تلاش ان مخفی قوتوں کو کچھ سمجھنے کے لئے ہے' اور میں ان کو ایک دن پہلے' سونائی علاقے میں' قومی جھنڈا لہرانے کا وہ احساس سنایا' جب میں نے وہاں اندرا جی کو دیکھا تھا' اور ان کی آواز بھی سنی تھی ------ تو وہ کہنے لگے "ان قوتوں کی جن کے پاس کچھ معلومات ہیں' میں ان کے ساتھ بات کروں گا۔ اس معجزے کو سمجھنا میرے اختیار میں نہیں۔"

میں نے کیلکر صاحب کے ساتھ صرف ۲۶ جنوری والے معجزے کی بات کی تھی' ان سپنوں کا بات نہیں کی تھی' جن میں سے میں نے اندرا جی کا قدیمی جنم دیکھا تھا' اور کائنات کا باطنی سنگیت سنا تھا۔

پھر ۴ مارچ کا لکھا ہوا کیلاکر صاحب کا خط ملا' "آپ کی تصویر دکھا کر دیوی قوتّوں والی ایک سنیاسی عورت سے میں نے اس معجزے کا راز پوچھا تھا' جو آپ نے ۲۶ جنوری والے دن دیکھا تھا' تو وہ آپ کی تصویر دیکھ کر کہنے لگی ------ "اس میں کوئی معجزہ نہیں' کسی جنم میں یہ دونوں ایک ہی گورودیو باپ سے پیدا ہوئی تھیں....."

میں جنم جنم دی دروپدی -----
میں پنج تت دی کایا، پنج تت پرنائی.....

جنم جنم کی داستان

مجھ میں اتنی صلاحیت نہیں، کہ میں اپنی جنم جنم کی داستان معلوم کر سکوں۔ لیکن قدرت کا کرم ہے کہ میں کچھ سپنوں کے ذریعے، ایک لمبی داستان کے کچھ حصوں کا دیدار پایا ہے۔

یہ جو اوراق لکھ رہی ہوں، جنم جنم کے پلوں کے نیچے بہتے پانیوں میں، اپنا عکس دیکھنے کے لئے لکھ رہی ہوں۔

نند سادھو اور راج بی بی

۱۹۸۴ء میں ۶ نومبر کی رات، میں اندرا جی کا قدیمی جنم دیکھتے، جو آواز سنی تھی، "یہی گورودیو تیرے باپ تھے۔ لیکن تمہارا جنم ایک معمولی عورت سے ہوا تھا، جو اس جنگل میں رہتی تھی، اس گورودیو کی خدمت کرتی تھی، تو وہ سپنا صرف اتنا تھا، اور آواز بھی

صرف اتنی تھی۔ لیکن ۱۹۸۵ء میں ۱۴ مئی والے دن، جب میں اپنے گھر کے پھول بوٹوں کو پانی دے رہی تھی، اور اس چڑھتی صبح میں، میری جاگتی آنکھوں کے سامنے —— ایک کٹیا نظر آنے لگی، جو کسی گھنے جنگل میں بنی نظر آتی تھی۔ اور ساتھ ہی ایک کپکپی جیسا احساس میرے سارے بدن میں اتر گیا —— "اس جنگل میں یہ کٹیا تھی، جہاں تمہاری والدہ رہتی تھی۔ وہاں ایک جوان سنیاسی تھا، جو تمہاری پرورش میں تمہاری والدہ کی مدد کرتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اس سنیاسی کے دل میں تمہاری والدہ کے لئے خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن اس جنم میں یہ خواہش پوری نہیں ہو سکتی تھی۔ تمہاری والدہ اس کی گورو بیوی تھی۔ لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے اس نے کسی اگلے جنم میں تمہاری والدہ کو پایا، اور تمہارا والد بنا....."

یہ ۱۹۸۵ء کا ۱۴ مئی کا دن تھا، جب میں نے کسی اس طرح کی آواز کا احساس کیا، جس میں آواز جیسا کوئی نہیں تھا، لیکن پھر بھی ایک آواز تھی، جو صرف کانوں کے ذریعے نہیں، میرے روئیں روئیں کے ذریعے میری اندر اتر رہی تھی۔ اپنی زندگی کے خارجی حادثوں کی داستان لکھتے ہوئے، میں ۱۹۷۶ء میں شائع اپنی کتاب رسیدی ٹکٹ میں لکھا تھا، کہ گوجرانوالہ کے ایک سادھو آشرم میں ایک جوان لڑکی راج بی بی روزانہ پوجا کرنے کے لئے آتی تھی۔ اور اس آشرم میں ایک نند سادھو تھا، جس نے ماں، باپ اور نانا نانی کی موت کے بعد، اپنی اکلوتی جوان بہن کی موت سے متاثر ہو کر سنیاس اختیار کر لیا تھا۔ اور وہاں جب اس نے راج بی بی کو دیکھا —— ایک تڑپ اس کی شاعری میں اتر گئی ......

لیکن یہ مجھے ۱۹۸۵ء میں معلوم ہوا، کہ نند سادھو کا اور راج بی بی کا ملاپ، ایک معمولی ملاپ نہیں تھا۔ اس کے ماضی میں، تڑپ کی ایک تاریخ تھی، جو زمانہ قدیم سے چلی آ رہی تھی۔ اس وقت سے، جب اس جنم کے نند سادھو نے —— اس جنم کی راج بی بی کو کبھی اپنی گورو بیوی کی صورت میں دیکھا تھا......

اس جنم میں یہ نند سادھو میرے والد بنے، اور یہ راج بی بی میری والدہ بنی۔

۲۹ دسمبر ۱۹۶۸ء

۱۹۸۱ء کا سال تھا، جب اچانک مجھ میں جستجو پیدا ہو گئی تھی، کہ میں اپنا گزشتہ جنم

دیکھنا چاہتی ہوں ۔ محسوس ہوا کہ میری ساری زندگی کے خارجی حادثے کسی ایسی جگہ سے منسلک ہیں، جو جگہ مجھے دکھائی نہیں دیتی ۔ اور یہ حادثے لمبے لمبے سایوں کی طرح اس جگہ سے اٹھتے ہیں، اور میرے گرد لپٹ جاتے ہیں ۔

یہ میرے شعوری دل کی سوچ تھی کہ اگر میں کسی زمین دوز حقیقت کو دیکھ سکوں، تو شاید آج کے حادثوں کے درد سے آزاد ہو سکتی ہوں ۔

ایک تڑپ تھی کہ میرے ساتھ جو کچھ گزرتا ہے، میں اس کو ایک تماشائی کی طرح دیکھنا چاہتی ہوں ۔

پھر دسمبر کا مہینہ تھا، جب شری مرت یُنجے ملے ۔ اس وقت دل کی تڑپ ہونٹوں پر آ گئی، میں نے ان کو کہا ——— میں اپنا گزشتہ جنم دیکھنا چاہتی ہوں ۔ لیکن اس کے لئے جو کوئی سادھنا کرنی ہوتی ہے، وہ اب مجھ سے نہیں ہو سکتی، آپ مجھے غیبی قوت سے دکھا دیں ۔"

وہ ہنس پڑے، کہنے لگے ——— "اچھا، ایک سال انتظار کرو ۔ اگر اپنے آپ دکھائی نہ دے گا، تو میں دکھا دوں گا ۔"

سال گزر گیا ۔ ۱۹۸۲ء کا دسمبر بھی گزر گیا، ان کے اقرار والا مہینہ ۔ ان کے ساتھ دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی ۔ اور میں مایوس سی تھی ۔ جب ۱۹۸۳ء طلوع ہوا، تو میں نے جنوری کی ۵ تاریخ کو سپنے میں اپنا گزشتہ جنم دیکھا ۔ یہ بھی کہ میری موت کس طرح اور کب ہوئی تھی ؟

بیدار ہوئی ——— تو وہ سال بالکل ذہن سے اتر گیا، جو ابھی سپنے میں دیکھا تھا ۔ صرف تاریخ یاد رہ گئی ——— ۲۹ دسمبر ۔

سپنا ضرور دیکھا، لیکن، دل میں ایک شبہ بنا رہا کہ شاید یہ سب کچھ میرے ہی شدید تصور کا کرشمہ تھا ۔

تقریباً سوا برس گزر گیا ۔ وہ سپنا میری ڈائری میں لکھا ہوا پڑا رہا، جس کو امروز کے علاوہ اس وقت تک کسی نے نہیں پڑھا تھا ۔

پھر ۱۹۸۴ء کا برس تھا، مئی کی ۳۰ تاریخ، جب شری ورِیندر ماگو کے ساتھ ملاقات ہوئی، اور بات شروع ہوئی ——— کہ انسان کا گزشتہ جنم ہوتا ہے کہ نہیں، تو انہوں

نے کہا ------ "میں آپ کا گزشتہ جنم ابھی بتا سکتا ہوں....."

کچھ دیر تک انہوں نے آنکھیں بند کر لیں - دیکھا کہ ایک کپکپی سی ان کے چہرے پر آئی ' خاص کر آنکھوں کے گرد 'اور پھر انہوں نے آنکھیں کھول کر جو کچھ بتایا' وہ عین وہی تھا' جو میں نے ۵ جنوری ۱۹۸۳ء کی رات دیکھا تھا۔

ایک یقین آیا' محسوس ہوا ------ میرے سپنے کی تصدیق ہو گئی ہے' لیکن شاید پھر بھی شبہ کہیں دل میں سلگتا رہا ہو گا' کہ اب ۱۹۸۶ء کے پہلے مہینے کی پہلی تاریخ کو میں جب کیرالہ گئی' وہاں ورکلا کے شوگری مٹھ میں ایک تقریر کرنے کے لئے' تو دوسرے دن ٹریوینڈرم میں کملا داس کے ساتھ پورا ایک دن گزارا' تو اس دن کملا نے بتایا کہ کوٹایام والے جس سوامی مترن نمودری پاد کے بارے میں تم نے ایک مضمون لکھا تھا' وہی نمودری پاد آج کل ٹریوینڈرم میں آئے ہوئے ہیں۔

میں نے ان کو ملنا تھا' ملی۔ اور اس سے اگلے روز ان کے پاس اکیلی بیٹھ کر میں نے گزشتہ جنم کی بات کی۔ یہ نہیں بتایا کہ میں نے سپنے میں دیکھا تھا۔ ان سے پوچھا' تو کہنے لگے ------ "ابھی ماں موک امبکا سے پوچھ کر بتا دیتا ہوں۔"

اور انہوں نے ایک بار میرا ہاتھ چھو کر آنکھیں بند کر لیں۔ پھر دیکھا کہ ان کے آنکھوں میں سے آنسو گر رہے تھے۔ جب انہوں نے آنکھیں کھولیں' تو ہاتھ سے آنکھوں کا پانی پونچھ کر کہنے لگے ------ "ماں موک امبکا نے جو کچھ دکھایا ہے' ضرور سچ ہے' مگر تمہیں کس طرح بتاؤں......"

میں نے کہا ------ کچھ بھی ہو' میں گھبراؤں گی نہیں' آپ بتا دیں!

تو انہوں نے کچھ دبی آواز میں کہا ------ "تمہاری موت قدرتی موت نہیں تھی" میں ہنس سی پڑی۔ کہا ------ یہ میں جانتی ہوں' آپ یہ بتائیں' کہ کس طرح ہوئی تھی؟

وہ کہنے لگے ------ ایک طرف آگ نظر آئی ہے' جو تم سے بدلہ لینے کا عکس معلوم ہوتی ہے۔ لیکن دوسری طرف پانی نظر آیا ہے' اور یہ بھی کہ کسی نے اس میں سے پانی کا ایک بڑا پیالہ بھرا ہے۔ اور پھر پانی کا رنگ بدل گیا ہے۔ جیسے اس پانی میں کسی نے کچھ ملا دیا ہو۔

اور انہوں نے اپنے سر کو آگے کی طرف ----- زمین کی طرف ' جھکاتے ہوئے کہا----- پانی کا وہ پیالہ پیتے ہی تم اس طرح زمین پر گر گئی تھی......

میں نے اطمینان کے ساتھ کہا----- یہ سب کچھ میں سپنے میں دیکھ رہی ہوں ' آپ یہ بتائیں کہ مجھے یہ پیالہ کس نے دیا تھا۔؟

انہوں نے پھر ایک دفعہ میرا ہاتھ چھُوا ' اور آنکھیں بند کر لیں۔ جب آنکھیں کھولیں ' تو وہ کہنے لگے ----- "ایک عورت نے دیا تھا۔ اس کے ساتھ تین عورتیں اور نظر آتی ہیں ' جنہوں نے اس سے بہت سارا روپیہ لے کر اس کی مدد کی تھی۔ اور پانچویں ایک نوکرانی تھی----- جس کے ہاتھ وہ پیالہ تمہیں بھیجا تھا۔"

میں نے ان کے پاؤں چھو لئے ' اور کہا----- ٹھیک یہی میں دیکھ چکی ہوں۔ لیکن وہ تاریخ مجھے یاد رہ گئی ہے ' سال بھول گیا ہے...... تاریخ ۲۹ دسمبر تھی.....

وہ حیران ہوئے ' کہنے لگے----- ماں جگ امبکا نے تمہیں یہ سب کچھ دکھا دیا ہوا ہے؟ ----- اور انہوں نے کہا----- تمہارا یہ جنم ۱۹۱۹ء میں ہوا تھا ' اس سے اکیاون برس پیچھے پلٹ جاؤ! وہ ۱۸۶۸ء کا سال تھا ' جب تمہاری موت ہوئی تھی......

ایک اور سوال دل میں تھا ' جو میں سپنے میں نہیں جان سکی تھی کہ وہ کون سا علاقہ تھا۔ عمارت کی صُورت میں ' میں نے وہ جگہ دیکھی تھی ' اب بھی دیکھوں تو پہچان سکتی ہوں ' لیکن وہ ملک کے کس حصے میں تھی ' یہ نہیں جانتی--

یہی پوچھا ' تو انہوں نے عمارت کی صحیح تفصیل بتا دی ' جو میں نے دیکھی تھی۔ لیکن وہ کہاں تھی ' یہ نہ بتا سکے۔ کہنے لگے----- میں نے پورا ہندوستان نہیں دیکھا ہوا۔ اس لئے عمارت سے علاقہ نہیں پہچان سکتا۔ وہ جنوبی ہندوستان کا علاقہ نہیں تھا ' لیکن کون سا تھا ' معلوم نہیں۔ کسی دن پوجا کے وقت اگر مجھے اس کا نام نظر آگیا ' تو تم کو خط میں لکھ دوں گا.....

ساحر

میں نے اس زندگی میں دوبار محبت کی ہے۔ پہلی ساحر سے ' اور دوسری امروز سے۔

ساحر کو میں نے آج سے تقریباً پنتالیس برس پہلے ' پریت نگر ضلع امرتسر کے ایک مشاعرے میں دیکھا تھا۔ میں نے اپنی کتاب ' رسیدی ٹکٹ ' میں اس ملاقات کا ذکر لکھا ہوا ہے، کہ اگلے روز جب ہم سب نے پریت نگر سے واپس لاہور پہنچنا تھا ' اور ہم کو جو بس ملی تھی ' وہ ایک نزدیکی گاؤں لوپوکی سے ملنی تھی ' جہاں تک ہم سب نے پیدل چل کر جانا تھا۔ اور وہ راستہ چلتے ہوئے میں کتنا ہی فاصلہ اس جگہ پر چلتی رہی ' جہاں ساحر کے جسم کا ایک لمبا سایہ پڑ رہا تھا۔ اور اس کے بعد ----- برسوں تک مجھے یہ محسوس ہونے لگا کہ میں ہمیشہ اس کے سائے میں چلتی رہی ہوں۔

یہ اس زندگی کی وہ حقیقت تھی ' جو میں نے بسر کی تھی ' اور لکھی تھی۔ لیکن یہ کس جنم کا سایہ تھا ' اب جس سائے میں ' میں چل رہی تھی ' یہ نہیں جانا۔

یہ میں نے ۱۹۸۳ء کی ۵ جنوری کی رات کو جانا ' جب گزشتہ جنم کو دیکھتے ' میں نے اس محل کے راجے کی صورت میں ساحر کو دیکھا ' جہاں ۸ مارچ والے دن اس کی بیوی کی صورت میں ' میں نے قدم رکھا تھا ' اور ۲۹ دسمبر والے دن مجھے ایک عورت نے زہر کا پیالہ دے کر مروا دیا تھا۔

یہ تاریخیں ----- میرے سپنے نے مجھے بتائی ہیں.....

آج جب جنم جنم کے یہ ٹوٹے تار آپس میں جڑ رہے ہیں ' تو اس جنم میں ساحر کے لئے میری محبت کی وجہ آسانی سے میری سمجھ میں آ رہی ہے۔

اور یہ بھی ----- کہ ۸ مارچ ' چیت کا مہینہ بنتا ہے ' جب اس جنم میں ' میں نے کتنی ہی وہ نظمیں لکھیں ' جن کا نام چیت ہے --

یہ ساحر سے ملاقات تھی، کہ جب نظم لکھی تھی -----

دونویں لوک میرے رُشنائے
دو اکھاں نوں لبھا آ کے ' نُور گواچا ہویا.....

نہیں جانتی تھی ' کہ اس وقت یہ کیوں لکھا ' کہ ایک گم شدہ نور آج میری آنکھوں کو ملا ہے۔ میں یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ گم ہو جانے کا احساس میرے اندر ۱۸۶۸ء سے پڑا ہوا تھا.....

ایک اور نظم لکھی ' جس کی دو سطریں ہیں -----

دونویں نین وِڑاگے میرے بھر بھر کے اج رُنّے
سَت سمُندر پیراں اگّے کعبہ پَرلے بنّے......

اس وقت میں اس "پرلے بنّے" لفظ کو گزشتہ جنم کے ساتھ نہیں جوڑ سکی تھی۔ اور نہ ہی سَت سمندر کی دوری کو پچھلے جنم کی دُوری کے ساتھ۔

ایک جنم میں یہ بھی لکھا تھا------

پیار تیرے دیاں کچّیاں گنڈاں، توُں نہ سکیوں کھول
پیار مرے دیاں کچّیاں گنڈاں، میں نہ سکیاں کھول......

میں اس وقت یہ نہیں جانتی تھی، کہ میں نظم میں جن گانٹھوں کا ذکر کر رہی ہوں، وہ پچھلے جنم نے باندھی تھیں، اور جن کو یہ جنم بھی نہیں کھول سکا تھا۔

اس نظم میں دو سطریں تھیں------

کھول کھول کے لوک ہاریا، کھول کھول پَرلوک
کیہڑے رَب دا زور وَسدا، دو تنداں دے کول

آج یہ دیکھ کر حیران ہوں، کہ میرے شعوُری دل سے چوری میرے لاشعوُر دل نے ان گانٹھوں کو زبردستی کھولنے والے "لوک" کا ذکر بھی کر دیا تھا، اور "پرلوک" کا بھی، مگر مجھے معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ "لوک" کا معنی مجھے مروانے والوں سے تھا اور "پرلوک" کا معنی اس وقت کی موت سے اگلے وقت کا تھا.....

اسی طرح ایک اور نظم تھی------

رابعہ رات، جیکن رحمتاں دی بدلی وَردی رہی
رابعہ رات تیرے وعدیاں نوں پوُریاں کردی رہی
بہت اُچیاں ہن دیواراں، روشنی دِسدی نئیں...
رات سپنے کھیڑر دی ہے، ہور کجھ دِسدی نئیں

او خدایا! میں "بہت اُچیاں دیواراں" کا ذکر کے بھی نہیں جانا، کہ میں دو لفظوں کے درمیان پڑی ہوئی دیواروں کی بات کر رہی ہوں، جن کے بارے کوئی روشنی نظر نہیں آتی۔

اس جنم میں تو کوئی وعدہ نہیں تھا، پھر یہ کون سے وعدوں کا ذکر میں نے نظم میں کیا تھا؟

جب نظم لکھی، اس وقت نہیں جانتی تھی، لیکن اب جانتی ہوں..... یہ پوری نظم میں نے سپنے میں لکھی تھی۔ اس سپنے کا پہلا حصہ تھا کہ مجھے تیز بخار ہے، اور ساحر نے آرام سے میرے تپتے ماتھے پر ہاتھ رکھا ہے۔ میں اس کے ہاتھ کے لمس سے، بخار کی بے ہوشی میں بند سی آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتی ہوں، اور کہتی ہوں، "میں نے سوچا تھا، تم کبھی نہیں آؤ گے"----- اور اس نے جواب دیا "مجھے تو علم تھا کہ میں آؤں گا"

اور پھر سپنے میں مجھے جاگ آ جاتی ہے۔ وہ جاگ بھی سپنے کا حصہ تھی۔ اس وقت میں نے پوری ایک نظم لکھی تھی----

اِیہہ رات ساری تیرے خیالاں، چہ گزار کے
میں ہنے ہنے جاگی آں، ستے بہشتاں اُسار کے
اِیہہ رات جیکوں رنہتاں دی بدلی وردی رہی.....
اِیہہ رات تیرے وعدیاں نوں پوریاں کردی رہی.....
پنچھی دی ڈار بن کے خیال کئی آوندے رہے
ہونٹھ میرے ساہ تیرے دی مہک نوں پیندے رہے.....
بہت اُچیاں ہن دیواراں، روشنی وسدی نہیں.....
رات سپنے کیہ ٹُردی ہے ہور کجھ وسدی نہیں.....
ہر میرا نغمہ جیویں میں خط کوئی لکھدی رہی
حیران ہاں، اک سطر دی تیرے تک پجُدی نہیں.....

اور جب اس سپنے سے جاگ آئی تھی، میں نے یہ نظم صرف کاغذ پر نقل کی تھی۔ آج سوچتی ہوں کہ یہ بھی خدا کا کرم ہوا ہے کہ میں نے اس قول و اقرار کے مہینے کا دیدار پایا ہے، جس کے بارے میں خود ہی لکھا تھا، اور جانا نہیں تھا------

آوندا تے لنگھ جاندا تیرے قولاں دا مہینہ
میلاں دے میل لمبے ریتاں دے نال اُٹے
جیویں ڈاچیاں نوں بدّھی ٹلّی دا کھڑاک آوندا
تیرے قولاں دا مہینہ.....

اور ڈاچیوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی آواز اب میں نے کانوں سے سن لی ہے.....

نہیں جانتی تھی کہ میں ساحر کی محبت میں یہ کیوں لکھا تھا؟
دھرتی دا ہو کا نِسلیہ آسمان نے سسکی بھری ....
پھلاں دا سی اِک قافلہ ' تتے تھلاں چوں گزریا ....

اور نہیں جانتی کہ میں اپنے ہی گزشتہ جنم کی داستان لکھ رہی تھی ...... اور اپنے ہی قتل کی رات کا ذکر کر رہی تھی ـــــــ ۔ "یہ کس طرح کی رات تھی ' آج دوڑ کر گزری جب ' چاند کا ایک پھول تھا ' پاؤں کے نیچے آگیا......"

کوئی غیبی قوت تھی ' جو میری ساری زندگی مجھے میرے گزشتہ جنم بارے اشارہ دیتی رہی ۔ اور محسوس ہوتا ہے ـــــــ جب اس نے یہ سمجھ لیا ' کہ میں اس کے اشارے کی زبان نہیں پڑھ سکتی ـــــــ تو اس نے اس منظر کی صورت میں مجھے کچھ دکھا دیا ' جو میں سمجھ سکتی تھی......

آج یہ سب کچھ سوچتی ہوں تو اس کے کئی اشارے سامنے آتے ہیں ' جو اس نے مجھے دکھائے تھے ۔ ان میں سے ایک اشارہ اس سپنے کی صورت میں تھا ' جس میں ' میں ہی خود کو ایک ققنس کی شکل میں دیکھا تھا ۔

دیکھا تھا ' کہ ایک جنگل پھولوں کا بھرا ہوا ہے ' جس میں ایک پھولوں سے لدے درخت پر بیٹھ کر ایک ققنس گا رہا ہے ۔ اور پھر جوں جوں اس کا گیت اونچے سُروں میں ہو جاتا ہے ' اس میں اتنی مٹھاس اور اتنی تلخی پیدا ہو جاتی ہے ' کہ اس کے پروں میں سے آگ کے شعلے نکلنے لگتے ہیں ۔ وہی آگ کے شعلے پھر اتنے اونچے ہو جاتے ہیں ' کہ وہ ققنس اپنی ہی آگ میں راکھ ہو جاتا ہے ......

آگ کی تپش سے ہی میری نیند کھل گئی تھی ۔ اس وقت میرا ماتھا ' میرے ہاتھ ' اور میرا انگ انگ جل رہا تھا ۔ اس تپتے ہاتھ میں ' میں نے قلم لے کر ـــــــ ایک نظم لکھی تھی ـــــــ

لکھ جا میری تقدیر نوں میرے لئی
میں وی توہی تیرے بِناں تیرے لئی .....

حرف میرے تڑپ اُبھر رہے ہن ایویں
ٹمکدے ہن رات بھر تارے جیویں
عمر میری بے وفا! مُکدی پئی ....
رُوح میری بے چین ہے تیرے لئی ....
سپنیاں نوں چیر کے آ جا ذرا ....
رات باقی بہت ہے نہ جا ذرا ....
ققنس دیپک راگ نوں اَج گائے گا ....
عشق دی ایس لاٹ تے جل جائے گا .....
راکھ ہی ایس اُگ دا انجام ہے ....
ققنس دی ایس راکھ نوں پرنام ہے ......

اس سپنے اور اس نظم کے بعد، میں کئی مہینے پاؤں میں جوتی نہیں پہن سکتی تھی۔ پاؤں جلتے تھے۔ کئی بار میں کچّی مٹی پر پانی چھڑک کر اپنے دونوں پاؤں اس مٹی پر رکھ چھوڑتی تھی......

آج محسوس ہوتا ہے ----- میں جس قوّت کا اشارہ نہیں سمجھی تھی، میرے لاشعوری دل نے مجھ سے ایک اس طرح کی نظم لکھوائی تھی، جس میں اس کے اشارے کو سمجھ کر مجھ سے میرے گزشتہ جنم کی چتا کی راکھ کو پرنام کروایا تھا.....

جب ساحر سے پہلی ملاقات ہوئی تھی، اس وقت ایک سپنے نے مجھے بڑا سیدھا اشارہ دیا تھا، لیکن میں ہی اس کا اشارہ سمجھی نہیں تھی۔

سپنا آیا تھا، کہ سامنے ساحر کی پشت نظر آ رہی ہے۔ اس کے پتلے جسم پر کھلی اور سفید قمیض ہے۔ میرے پاس میرے والد کھڑے ہیں، اور وہ ساحر کی پشت کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں ----- "پہچان سکتی ہو؟" اور پھر خود ہی کہتے ہیں ----- "یہ تمہاری تقدیر ہے۔"

بعد میں، میں نے یہ سپنا اپنی کتاب "کالا گلاب" میں لکھا تھا۔ لیکن نہ اس کو دیکھ کر اور نہ اس کو لکھ کر جانا، کہ میرے والد 'تقدیر' لفظ کو میرے گزشتہ جنم کے ساتھ جوڑ کر کہہ رہے تھے۔

پتھر کی مُورت

۲ نومبر ۱۹۸۴ء کی رات تھی ' جب سامنے پورا آسمان ' ایک سمندر کی طرح پھیل گیا ' جس میں سے روشنی کی لہریں اٹھتی رہیں ' اچانک میں نے روشنی کی ایک لہر کو کہا ------ میں اپنا پچھلا جنم دیکھنا چاہتی ہوں .....

آنکھوں کے سامنے اچانک سرسوتی کی مورتی آ گئی ' اور میں اس کی دونوں آنکھوں کی درمیانی جگہ کی طرف نہ معلوم کتنی دیر دیکھتی رہی .....

سرسوتی کے دونوں پپوٹوں کی درمیانی جگہ کی طرف دیکھتے دیکھتے مجھے محسوس ہوا کہ میرے اپنے ماتھے پر دونوں پپوٹوں کی درمیانی جگہ پر کچھ ہل رہا ہے ......

میں اپنے ماتھے پر ' ہو رہی ' سرسراہٹ کو کہا ------ ۔ میں اپنا پچھلا جنم دیکھنا چاہتی ہوں ......

اچانک آنکھوں کے سامنے پھیلے ہوئے روشنی کے سمندر میں سے کچھ لہریں اٹھیں ' اور ان لہروں میں سے کچھ شکلیں ہلنے لگ گئیں ۔ لیکن اتنی تیزی سے کہ کچھ بھی پہچان میں نہیں آ رہا تھا .....

پھر اچانک ایک سفید پتھر کا کھمبا دکھائی دینے لگا ' جو کتنی دیر تک آنکھوں کے آگے نظر آتا رہا ۔ اور پھر دیکھا کہ اس کھمبے پر پتھر کی ایک چٹان لگی ہوئی ہے ' اور اس پر میری تصویر کندہ ہے ..... میں غور سے اس چٹان کو دیکھ رہی تھی ' جب کانوں میں ایک آواز آئی ------ " تم نے جس سے محبت کی تھی ' اس نے تمہاری محبت کو اس وقت جانا ' جب تم نہ رہی ۔ تمہاری نظمیں ہواؤں میں پھیلی ہوئی تھیں ..... پھر اس نے تمہاری یاد میں یہ پتھر لگوایا تھا...... یہ کھمبا اس کے محل میں تھا......

" راجے کے حرم کی ایک عورت تمہارے نام سے بھی دکھی تھی ' تمہاری صورت سے بھی ۔ اس نے اس کھمبے سے پتھر کی مورت کو تڑوانے کی بہت کوشش کی ' مگر تڑوا نہ سکی ۔ یہ کھمبا اسی طرح قائم ہے ' اب بھی ......"

میں تڑپ کر پوچھنا چاہ رہی تھی ' کہ وہ محل کہاں ہے ؟ لیکن یہ سوال میرے حلق

میں کھڑا رہا...... اور سامنے سے سب کچھ غائب ہو گیا......

جاگ کر ایک یقین جیسا احساس پڑا کہ وہ پتھر کی مُورت جس کے ہاتھ کی بنی ہوئی تھی، آج میں اس کو امروز کے نام سے جانتی ہوں۔

میرے کمرے میں سے، میری آواز امروز کے کمرے میں پہنچ جاتی ہے۔ میں نے بتی جلائی، اور آوازیں دے کر امروز کو بلایا، اور کہا"------ دیکھو! میں نے تمہارے ہاتھ کی بنائی ہوئی وہ تصویر دیکھی ہے، جو تم نے کبھی نہیں بنائی....."

امروز

اس زندگی میں میری امروز سے پہلی ملاقات ۱۹۵۶ء میں ہوئی تھی۔ اور کچھ ہی ملاقاتوں کے بعد ایک عجیب تڑپ اور ایک عجیب سکون میرے ماتھے میں اتر گیا تھا......

اس سے بیس سال پہلے مجھے ایک سپنا آیا تھا، کہ کوئی دو منزلہ مکان ہے، جس کی ایک کھڑکی میں سے، مکان کے پچھلے حصے والا جنگل بھی نظر آتا ہے، اور وہاں بہتی ایک ندی بھی۔

اور اس کھڑکی کے قریب ایک کینوس ہے، جس پر کوئی تصویر بنا رہا ہے......

یہ سپنا مجھے تھوڑے تھوڑے وقفے سے لگاتار بیس سال آتا رہا۔ لیکن جب امروز سے ملاقات ہوئی، تو پھر یہ سپنا نہیں آیا۔

ایک احساس ہوتا تھا کہ بیس سال کی آوارگی نے ------ اپنی شدّت سے ------ حقیقت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کر سکی تھی، کہ احساس کی یہ شدت صرف بیس سالوں کی نہیں، کئی جنموں سے ہے، جس کے سال شمار نہیں کئے جا سکتے.....

امروز کی ملاقات نے میرے شعوری دل کے بند دروازے پر معلوم نہیں کیسی دستک دی تھی، کہ میں نے نظم لکھی ------

دُور نہ بھیڑ حیا ننّنے! رکھ صِدق دِی لاج

رہت تھلاں وِچ آ رہی، قدماں دِی آواز.....

مگر یہ نہ جانا کہ یہ ریت تھل ' صرف اس زندگی کے ویران برسوں کے نہیں ' یہ ریت تھل بہت لمبے ہیں۔ پچھلے جنموں کے بھی ویران برسوں تک پھیلے ہوئے......

اور جب لکھا ـــــــــ

دَر نہ بھیڑ حیا سنئیے ! وِیکھ ذرا اِک وار
متھّے کرناں بُجھ کے ' سورج آیا فیر.....

اس وقت اس "فیر" لفظ کا راز نہیں جانا تھا۔ صرف نظمیں تھیں۔ جو کاغذوں پر حروف کی بوندوں کی طرح برسنے لگی تھیں۔ یہ لکھ کر بھی کہ "اٹھ اپنے گھڑے چوں پانی دا کول دے ! دھو لواں) گی بیٹھ کے راہواں دے حلوٹے" ـــــــــ یہ نہیں جانا کہ میں نے جن حلوٹوں کو دھولینے کی بات کی ہے ' وہ حلوٹے کئی جنموں کے ہیں۔

اس وقت ایک نظم لکھی تھی ـــــــــ

نظر تیری نے ہتھ پھڑایا
اِکّو ملاقات وِچ گلّاں عمردی پوڑی چڑھ آئیاں....

اور اس وقت میں نے ' عمر' لفظ کے معنی نہیں جانے تھے۔ اور نہ یہ بات کہ اس کی سیڑھیاں پچھلے جنموں تک بھی اترتی ہیں...

حاکو

۲۶ جنوری ۱۹۸۶ء کی رات تھی ' جب دیکھا ـــــــــ سامنے شو کی ایک بہت بڑی مُورتی ہے۔ اور اس کے آگے ایک زرد رنگ کا پھُول پڑا ہوا ہے۔۔

پھُول بالکل تازہ ہے ' لیکن اس پھول کے عین درمیان ایک بڑا سا کالا نشان نظر آتا ہے۔ وہ سیاہ داغ پھول کے اندر سے اُگا۔ سیاہ پتوں کی طرح نہیں ' وہ بالکل اس طرح ہے ' جیسے اس کے اوپر کوئی سیاہ چیز لگ گئی ہو۔ میں اس سیاہ داغ کو دیکھے جا رہی ہوں ' جب دیکھتی ہوں کہ مُورتی کے ہونٹ مسکرا پڑے ہیں۔

کہیں کوئی آواز نہیں ' لیکن ایک جواب مکمل سنائی دیتا ہے۔

"یہ پھول تم نے ہی چڑھایا تھا' اس دن صبح' جس دن تمہیں زہر کا پیالہ دیا گیا تھا... اور جس وقت تم نے وہ پیالہ پی لیا تھا' اس وقت' اس پل اس پھول کی چھاتی میں سیاہ داغ پڑ گیا تھا... یہ پھول اس وقت سے یہاں پڑا ہوا ہے۔ میں پھر پھول کی طرف دیکھتی ہوں' وہ ابھی بھی تازہ ہے' کہیں سے مرجھایا ہوا نہیں۔ اور سپنے میں ہی سوچتی ہوں اگر میں نے پھول پچھلے جنم میں چڑھایا تھا' وہ ابھی بھی تازہ کیوں ہے؟

جاگتی ہوں' وقت دیکھتی ہوں ----- رات کے تین بجے ہیں سونے کی کوشش کرتی ہوں' مگر نیند نہیں آتی اس سپنے کو ڈائری میں لکھ کر پھر سونے کی کوشش کی' لیکن نیند نہیں آئی' پھر تقریباً پانچ بجے میرے کمرے کی بتّی جلتی دیکھ کر امروز کو کہیں اپنے کمرے میں جاگ آ گئی' اور اس نے اٹھ کر مجھے چائے کا ایک پیالہ بنا دیا۔

تقریباً ساڑھے پانچ بجے تھے' جب میں پھر سو گئی۔ اور پھر جب امروز نے دوسری چائے بنا کر مجھے جگایا ----- اس وقت صبح کے آٹھ بج گئے تھے۔

اس وقت نیند میں کیا دکھائی دے رہا تھا' کچھ یاد نہیں رہا' لیکن ایک آواز میرے کانوں میں تھی' اور یہ یاد تھا کہ شِو جی کہہ رہے تھے۔ "یہ تمہارے گذشتہ جنم کا پرشاد ہے' لوگوں میں بانٹ دینا!"

وہ پرشاد کیا تھا' یہ بالکل یاد نہیں۔ اور امروز سے چائے کا گلاس پکڑتے میں نے کہا ----- ایمو! آج تمہارا جنم دن ہے' ۲۶ جنوری' اور دیکھ! شِو کہہ رہے ہیں۔ یہ پرشاد لوگوں میں بانٹ دینا! یہ تمہارے گذشتہ جنم کا پرشاد ہے...

ایک ہی رات میں دیکھے یہ دو سپنے تھے ----- جنہوں نے ایک حقیقت مجھے ظاہراً دکھائی' کہ میں گذشتہ جنم میں شِو پوجا کرتی تھی...

لیکن یہ احساس بہت پہلے سے میرے دل میں تھا' کہ جس جنم میں میں نے ساحر سے محبت کی تھی' اس جنم میں بھی' میں نے ایک بھیانک مخالفت مول لی تھی کہ ساحر مسلمان تھا اور میں مسلمان نہیں تھی۔ اور اس مخالفت کی سب سے زیادہ مخالفت میں نے اپنے والد کی طرف سے ہوتی دیکھی تھی...

میرے اس جنم کی تاریخ مجھے معلوم ہے' سال بھی' لیکن جنم کا وقت کیا تھا' وہ گھڑی پل کیا تھا' میں یہ نہیں جانتی اور جب یہ معلوم کرنے کی جستجو دل میں آئی' اس

وقت یہ بات بتانے والا کوئی بھی زندہ نہیں رہا تھا۔ اور اس حالت میں جس نے بھی میری جنم پتری بنائی ----- وہ ایک قیافہ تھا۔ اور اسی لئے کئی ہاتھوں میں کئی جنم پتریاں ہیں، جو ایک دوسری سے مختلف ہیں۔

اس حالت میں صرف چندر کنڈلی بن سکتی ہے، جو سب ایک جیسی بنا سکتے ہیں اور کاٹوے اصول کے مطابق اس سے پچھلے جنم کی صحیح پتری بن سکتی ہے۔ لیکن اس جنم کی نہیں۔ وہی اصول تھا کہ میں نے اپنے پچھلے جنم کی پتری خود بنا لی اور جس کے مطابق مجھے علم تھا، کہ میں نے اپنے والد کی شدید مخالفت مول لی تھی۔ اور جب اسی سال ۱۹۸۶ء میں ۳ جنوری والے دن میں شری مترن نمو دری پاد سے ملی، تو پوچھا ----- "یہ میرے لگن میں، پچھلے جنم جو سورج شنی اکٹھے پڑے تھے اس کا کیا مطلب ہے؟ وہ کہنے لگے ----- باپ سے ملاقات ...

میں نے پوچھا ----- وہ اس جنم کی چندر کنڈلی میں بھی اکٹھے ہیں، لیکن لگن مطابق کس مقام پر ہیں؟ یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کا اثر؟

وہ کہنے لگے ----- باپ کی موت اسی وجہ سے ہوئی -----

یہ جو اس جنم میں بیتا، اس کا احساس مجھے تھا، کہ اس وجہ سے میری بہت چھوٹی عمر میں میرے والد کی موت ہوئی تھی۔ یہ بھی معلوم تھا، کہ یہ سورج شنی جب پچھلے جنم، میرے لگن میں تھے، تو میں نے والد کی سخت مخالفت دیکھی تھی، لیکن یہ علم نہیں تھا کہ یہ مخالفت تین جنموں سے دیکھتی آ رہی تھی۔ یہ مترن نمودری پا وجی نے کہا ----- تمہارے لگن میں سورج شنی ایک جنم سے نہیں، تین جنموں سے اکٹھے آ رہے ہیں ----- میرے اندازے کے مطابق، میں نے جو سپنوں کے ذریعے آنکھوں دیکھا تھا، وہ صرف دو جنموں کی جھلکیاں تھیں ایک، جب ۲۹ دسمبر ۱۸۶۸ء میں میری موت ہوئی تھی، اور دوسری ----- سب کچھ چھوڑ کر جنگل بیابانوں میں رہنے والا جنم، جس کا ماہ و سال مجھے معلوم نہیں۔ لیکن جب اب مترن جی نے تین جنموں کی بات کہی ----- تو یاد آیا، میں نے ۱۹۷۴ء میں اپنی ایک کہانی، پگھلتی چٹان، لکھنے کے بعد جب ۱۹۷۶ء میں شائع اپنی کتاب "رسیدی ٹکٹ" میں جب اس کا تجزیہ کیا تھا، تو لکھا تھا۔

"یہ کہانی معلوم نہیں کون سے لاشعوری دل کا اظہار تھا، کہ اس کہانی کی راج شری جب شمبھو پربت کی چوٹی پر بنے ایک مندر کے پاس جاتی ہے، تو وہاں پہنچ کر دوسرے پار اترائی کی طرف اترتی اس بسنت گا ندی کا راستہ پہچانتی ہوں، جہاں جس ندی میں، دو سو برس گزرے، اس کی نسل کی ایک کماری نے خودکشی کی تھی--

"راج شری نے اپنی محبت کی مایوسی میں آج اسی راستے کا انتخاب کیا تھا، جو اس کی نسل کی کسی کماری نے دو سو برس پہلے منتخب کیا تھا، لیکن وہاں کھڑے ہو کر راج شری سوچتا ہے ----- پاؤں کے لئے یہ ایک ہی راستہ کیوں بنا؟ اور راج شری کے دل میں ایک عہد پلٹتا ہے۔ اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک ہی دور کا سچ، ہر دور کا سچ نہیں ہو سکتا، اور وہ موت کی اترائی سے پاؤں موڑ کر زندگی کی چڑھائی کے راستے چل پڑتی ہے--

اور اس کہانی کا ذکر کرتے ہوئے میں نے رسیدی ٹکٹ میں لکھا ----- میں نے کہانی کے کردار کے ساتھ کبھی بھی خود کو جوڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ اور پھر ایک رات نیم خوابیدہ حالت میں تھی، جب دیکھا، کہ میں کوئی بیس برس کی ہوں، اور گوجرانوالہ گئی ہوں، اس گلی میں، اسی گھر میں، جہاں کبھی میرے والد کی بہن حاکو ایک بند کوٹھڑی میں چلّہ کاٹتے مر گئی تھی۔ کانوں میں پھر وہ آواز پڑی، جیوی بھگتنی کی، جو پینتیس سال پہلے مجھے دیکھ کر کتنی دیر تک مجھے دیکھتی رہ گئی تھی، اور اس نے کہا تھا "ہائے میں مر گئی .... یہ تو بالکل حاکو ہے ----- ہو بہو حاکو .... اور جب سپنے میں پھر وہی آواز سنی ----- تو دیکھا میں اپنے دل میں کہتی ہوں ----- لیکن میں حاکو کی طرح مروں گی نہیں۔ اس جنم میں زندہ رہوں گی..."

مجھے یہ رسیدی ٹکٹ میں لکھا ہوا اپنا سپنا یاد نہیں تھا۔ لیکن جب اب مترن نمودری پاد نے تین جنموں کی بات کی تو چوبیس دن کے بعد مجھے رسیدی ٹکٹ میں لکھا، اپنا سپنا یاد آیا۔ اور آج ۲۷ جنوری والی صبح میں نے جب رسیدی ٹکٹ کا وہ صفحہ کھول کر پڑھا ہے، تو محسوس ہو رہا ہے ----- ضرور یہی تیسرے جنم کا اشارہ میں نے دیکھا تھا۔ اور محسوس ہو رہا ہے ----- اس جنم میں میں نے اپنے والد کی بہن کی صورت میں جنم لیا تھا۔

میں نے اس جنم میں کوئی ریاضت نہیں کی ----- لیکن یہ جانتی ہوں کہ حاکو

نے بڑی ریاضت کی تھی۔ اور کل ---- جو شوجی کی آواز تھی "یہ تمہارے گذشتہ جنم کا پرشاد ہے 'لوگوں میں بانٹ دو" -- تو یہ ضرور حاکو کی ریاضت کو ملے پرشاد کا ذکر تھا۔

یہ شاہد ایک ہی رات میں 'گذشتہ جنم کے پرشاد' اور اس سے بھی گذشتہ جنم کے پھول کا دیدار ہوا ہے --

دیوانگی

آج کا دن تھا ---- ۲۷ جنوری کا لیکن آج سے ٹھیک ۲۶ برس پہلے کا ---- جس میں نے نیپال سے امروز کو ایک خط لکھا تھا' کہ رات کو کھٹمنڈو کی محفل میں جب میں نے نظمیں پڑھیں' کئی شاعروں نے وہاں ہندی' نیپالی اور بنگالی میں بھی نظمیں پڑھیں' اس محفل میں کسی نے فارسی کا ایک شعر پڑھا ---- "ریگستان میں لوگ دھوپ سے چمکتی ریت کو پانی سمجھ کر دوڑتے ہیں۔ دھوکہ کھاتے ہیں' تڑپتے ہیں لیکن عقلمند لوگ کہتے ہیں ---- ریت' ریت ہے پانی نہیں بن سکتی۔ اور وہ عقلمند لوگ ریت کو پانی سمجھنے کی غلطی نہیں کرتے' لیکن میں کہتا ہوں جو لوگ ریت کو پانی سمجھنے کی غلطی نہیں کرتے ان کی پیاس میں ضرور کوئی کمی ہوگی ----" اور اس شعر کو دوہرا کر میں نے امروز کو لکھا تھا" میرے چھلاوے! مری عقلمندی میں ضرور کوئی کمی ہو سکتی ہے' لیکن میری پیاس میں کوئی کمی نہیں۔

میری یہ دیوانگی تھی' جس کی پیاس میں کوئی کمی نہیں تھی' اور مجھے زندگی کے ریتیلے ریگستانوں میں واقعی مجھے ایک صاف ستھری جھیل جیسا امروز مل گیا۔

اب بھی سوچتی ہوں ---- کہ میری یہی دیوانگی ہے' جس کی پیاس میں کوئی کمی نہیں ---- اور مجھے کئی بار شوجی کے منہ سے کوئی آواز سننی نصیب ہو جاتی ہے جانتی ہوں ---- یہ سب دیوی دیوتے' خلائی قوتوں کو دی ہوئی شکلیں ہیں اور کسی بھی شکل میں سے کسی اشارے کو جگا لینا' یا کسی آواز کو جگا لینا ---- اپنی دیوانگی کی طاقت پر' کسی پتھر میں جان ڈال دینے کا معجزہ ہے۔ لیکن میں اپنی اس دیوانگی پر قربان ہوں

----- جس نے مجھ کو وہ لمحات دکھائے ہیں جو وقت اور مقام کی گرفت میں نہیں آ سکتے۔

آج سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے، ایک رات سوئی ہوئی تھی، جب دیکھا کہ سامنے ایک ریگستان ہے۔ میلوں کے میل ریت سے اَٹے پڑے ہیں۔ لیکن اس ریگستان میں ایک چھوٹا سا مکان نظر آیا۔ جس کے دروازے میں ایک عورت کھڑی تھی۔ اس کا چہرہ اتنا شکست خوردہ نظر آ رہا تھا کہ جیسے وہ ریتلے ریگستانوں کو، برسوں سے دیکھ رہی تھی، اور اب دیکھتے دیکھتے اتنا تھک گئی ہے، کہ اپنے گھر کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دینا چاہتی تھی.....

اس سپنے کی معلوم نہیں کون سی کرامت تھی، کہ اچانک میں نے اپنے آپ کو وہاں دیکھا۔ اور دیکھا کہ میں نے اس عورت کے پاس جا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا، اور اس کو کہا ----- "دَر نہ بھیڑ حیا نیئے! رَکھ صِدق دِی لاج، ریت تھلاں وِچ آ رہی قدماں دِی آواز....." اور پھر اس کے ساتھ مل کر ----- میں ریتلے ریگستانوں کی طرف دیکھنے لگی۔ محسوس ہو رہا تھا کہ ان ریگستانوں میں کسی کے قدموں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔

یہ سپنا میں نے اپنی کتاب "کالا گلاب" میں لکھا تھا۔ اور یہ بھی کہ جب بیدار ہوئی، تو نظم کی وہ سطر بھی یاد تھی، جو میں نے سپنے میں اس عورت کو کہی تھی، لیکن پوری نظم جاگ کر لکھی.....

وہ دن ----- امروز سے ملاقات کے بڑے ہی ابتدائی دن تھے۔ جب میں نے شعوری طور سے، امروز کے ساتھ محبت کا لفظ نہیں لگایا تھا۔ اس لئے یہ سپنا دیکھ کر بھی اس کے مطالب کو نہیں پا سکی تھی۔ اور نہ یہ معلوم کر سکی تھی، کہ پچھلے جنموں میں اس کی ملاقات کے بعد موت کا جو ریگستان میرے پاؤں کے آگے بار بار بچھ جاتا تھا، اس سپنے نے ----- انتظار کے اسی ریگستان کا دیدار کرایا تھا......

وِکری شُکر

سال ۱۹۸۶ء، ۲ فروری کا دن تھا، جب راجندر راج صاحب ملنے آئے۔

اس سے پہلے کی دو ملاقاتوں میں مجھے اتنا سا معلوم تھا کہ وہ جین نسل کے کسی کروڑ پتی یادو پرشاد کے خاندان میں سے ہیں، لیکن ابھی تقریباً اٹھارہ سال کے تھے، جب اپنے باپ کے ساتھ، بڑی مختلف دلچسپیوں کے باعث ان کی اَن بَن ہو گئی تھی، اور انہوں نے اپنا گھر چھوڑ دیا تھا۔ اور پھر ان کے الفاظ میں "ان کی زندگی مندروں، مٹھوں اور شمشانوں میں گزری، اور اسی لگن میں سے انہوں نے جادو اور جوتش کا علم پایا۔

اس دفعہ جب وہ دو تاریخ کو آئے، تو چائے کا ایک گلاس پیتے، اچانک انہوں نے کہا "------ آپ کی پیدائش کے وقت شکر وکری تھا۔ میں کتنی دیر سوچتا رہا کہ اس جنم میں آپ کی قلم کی ریاضت کے مطابق برہسپتی وکری ہونا چاہئے تھا، لیکن اس کی جگہ شکر کس طرح وکری ہے؟"

میں نے کبھی ان سے اپنے اس سپنے کی بات نہیں کی، جس میں میں نے اپنا گزشتہ جنم دیکھا تھا، اور دیکھا تھا کہ میری موت کس طرح ہوئی تھی۔ اس لئے ان سے ہی پوچھا، کہ آپ کے خیال کے مطابق وکری شکر کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟

وہ کہنے لگے ------ "ایک تو یہ کہ پچھلے جنم آپ کی قدرتی موت نہیں ہوئی تھی۔ اور دوسری بات یہ کہ اس موت کی وجہ دنیاوی ہونی چاہئے، جس میں کسی مرد کی دنیاوی محبت کا کوئی تعلق ہو......"

انہوں نے جو کچھ کہا تھا، ٹھیک کہا تھا، اور مجھے اپنے وکری شکر کے ساتھ پیار سا آ گیا، کہ اس نے میری داستان اپنے سینے میں سنبھال کر رکھی ہوئی ہے.... ٹھیک اسی طرح جس طرح ۲۶ جنوری والے سپنے میں، میں نے وہ زرد پھول دیکھا تھا، جو شِو جی کی آواز کے مطابق میں نے پچھلے جنم میں اس دن صبح شِو جی کو چڑھایا تھا، جو میری زندگی کا آخری دن تھا۔ اور اس پھول نے ابھی تک وہ سیاہ داغ بھی سنبھال کر رکھا ہوا ہے، جو میرے قتل کے لمحہ نے اس پھول کی چھاتی میں ڈال دیا تھا......

اس جنم کے وقت وکری گرہوں کی تار، پچھلے جنم کے کون سے حادثات سے ملی ہوتی ہے، اس کے متعلق میں نے صرف ایک کتاب پڑھی ہے۔ "ریڑوگریڈ پلینٹس اینڈ ریکارنیشن" جو نارتھ جرسی میٹا فزیکل سنٹر کے ڈائریکٹر ڈونالڈ ایچ یوت کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کتاب کے مطابق بیسویں صدی کے ابتدائی وسط میں کسی عورت ایلسن

ڈی فاؤلر کے لکھے ہوئے نوٹس ملتے ہیں، جن میں یہ تحقیق ہے کہ "جنم وقت کے وکری گرہ پچھلے جنم میں بیتے کسی ملوتے کی طرف ایک اشارہ ہوتے ہیں" ------ اور اس فقرے سے ڈونالڈ کو ایک لگن لگ گئی تھی، کہ اس راز کے کئی بند دروازے تحقیق سے کھولے جا سکتے ہیں۔

اور ۱۹۵۵ء سے متواتر اس کی تحقیق کرتے ڈونالڈ نے لکھا ہے کہ "نیا جنم انسان کے" میں "کے ارتقاء کے لئے ہوتا ہے۔ ان کاموں کی تکمیل کے لئے، جو پچھلے جنم میں ادھورے رہ گئے تھے۔ اور اس جنم کے وکری گرہ اپنی اپنی خصلت کے مطابق، اور کنڈلی کے بارہ گھروں میں سے، وہ جس گھر میں ہوں، اس جگہ کی خصلت کے مطابق، وہ ایک سیدھا اشارہ کرتے ہیں، کہ جہاں جو کمی رہ گئی تھی، وہ کیا تھی.....

میری نظر میں یہ کتاب " ریڑو گریڈ پلینٹس اینڈ ریکارنیشن " گرہوں اور مقامات کی خصلت کا جو ذکر کرتی ہے، وہ بہت ہی مختصر ہے۔ اپنے آپ میں صرف برائے نام اشارہ۔ اس کی تحقیق اور کتابوں میں کہیں تفصیل کے ساتھ ہو گی، مگر میں نہیں جانتی۔ اس لئے اس سے جو معلوم ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ میرے وکری شکر نے میری کسی ادھوری محبت کی داستان کو اپنے سینے میں سنبھال کر رکھا ہوا ہے.....

شنکر آچاریہ جی

آج ۲۲ مارچ ۱۹۸۶ء کا دن میری زندگی کا ایک بہت پیارا دن ہے۔ کل دوپہر فون آیا تھا کہ کوٹے گاؤں کے شنکر آچاریہ جی دہلی آئے ہیں......

آج سے تین سال پہلے تین اور چار جنوری ۱۹۸۳ء کی رات میں سپنے میں ان کو ملی تھی۔ وہ سپنا میں نے اس ڈائیری میں لکھا ہوا تھا، جو ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ میں زندگی میں ان سے روبرو ملنا چاہتی تھی۔ اس لئے جب بھوپال گئی، تو شری کیلاش چندر پنت کو اپنی خواہش بتائی تھی۔ معلوم ہوا تھا کہ وہ شنکر آچاریہ جی کے بہت قریب ہیں۔ انہوں نے میری ڈائیری کا اور میرے سپنے کا ذکر ان سے کیا تھا------ اور ساتھ ہی تقاضہ کیا تھا کہ وہ جب کبھی دہلی جائیں، مجھے خبر کر دیں...... یہی وجہ تھی، کہ کل فون آیا......

گزشتہ برس بھوپال میں پنت جی نے مجھے پوچھا ----- کہ میں نے کبھی شنکر آچاریہ جی کی تصویر دیکھی ہوئی ہے کہ نہیں؟ میرے نہیں کہنے پر انہوں نے مجھے ایک تصویر دکھائی اور پوچھا ----- جو صُورت سپنے میں دیکھی' کیا وہ اس تصویر سے ملتی ہے؟ ----- وہ تصویر میں دیکھتی رہی لیکن معلوم نہ ہوا کہ یہ صُورت میرے سپنے کی صُورت سے ملتی تھی۔ اور آج جب روبرو دیکھا' تو ان کی بالکل وہی صُورت تھی' جو میں نے سپنے میں دیکھی تھی .....

شنکر آچاریہ جی نے یہ سب سنا' تو ہنس پڑے۔

ان کے چہرے پر ایک مستقل مسکراہٹ ہے ----- جیسے مسکراہٹ بھی ایک نقش ہو' باقی نقوش کی طرح۔ اور اس میں ایک جاگتی پاکیزگی ہے .....

جاننا چاہتی تھی کہ میں نے جو اندرا جی کا قدیمی جنم دیکھا تھا' اور اپنا جو گزشتہ جنم دیکھا تھا ----- ان سپنوں کی کیا حقیقت ہے؟

ان کے بہت سارے معتقد تھے' لیکن انہوں نے ان سب کو دوسرے کمرے میں بھیج دیا' اور تنہائی میں میرے سپنے سنے...

پھر میں نے ان کے منہ سے تصدیق سنی کہ میں نے گزشتہ دور کے جتنے بھی منظر دیکھے ہیں' وہ سب درست ہیں۔ اور ساتھ ہی انہوں نے دعا دینے جیسی آواز میں کہا ----- تم میں یہ دیکھنے اور جاننے کی قوّت بڑھتی جائے گی .....

اب بعد میں یہ خیال آیا ہے کہ میں نے کچھ سوال ان سے پوچھنے تھے' لیکن اس وقت کوئی اور سوال دل میں نہیں آیا..... صرف ایک آرزو آئی' جو میں نے ان کو کہی کہ ملک کی حالت بہت خراب ہے' مذہب کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے' وہ مذہب کے نام پر نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے مندروں اور پاک مقامات کی پاکیزگی کو قائم رکھنے کے لئے وہ پورے ملک کے لئے ایک پیغام جاری کریں! ورنہ لوگوں کی حالت نہیں بدل سکے گی۔

وہ ہنس پڑے' کہنے لگے ----- اگر عظیم قوّت کو یہ منظور ہے' تو وہ میرے ہاتھ استعمال کر لے۔ میرا سب کچھ اس کے لئے ہے .....

آج کا کوئی بھی احساس الفاظ کی گرفت میں نہیں آ رہا..... دل کی ایک حالت ہے' بھرے ہوئے پیالے جیسی' جو اکیلی گھونٹ گھونٹ پینا چاہتی ہوں۔

سپنے جیہڑن کئی بھٹیاں -----
ہر اک بھٹی اگ جھوکدا میرا عشق مجوری کردا .....

دو اشارے

اب ۱۱ دسمبر ۱۹۸۵ء کی رات تھی ' جب سپنے میں ' میں نے ایک بہت بڑی کتاب دیکھی - وہ درمیان سے کھلی تھی - اور جہاں سے کھلی تھی ' میں پڑھنے لگی ----- لکھا تھا ' " اسے محسوس ہوا کہ اس کے دل کے گوشے میں ایک موٹی سی دیوار ہے ' جہاں سے قرآن پاک کی آیتیں نکلتی ہیں ..... "

سپنے میں بھی مجھے ان سطروں کی خوبصورتی نے موہ لیا ' اور میں نے سپنے میں ہی امروز کو بلا کر ' یہ سطریں سنائیں ' کہا ..... دیکھ ! میں نے پچھلے جنم میں یہ کتاب لکھی تھی .

بس اتنا کہا تھا ' کہ میری نیند ٹوٹ گئی - وہ سطریں جاگ کر بھی یاد تھیں - لیکن ایک حسرت رہ گئی ' کہ میں اس کتاب کا نام نہیں دیکھ سکی تھی - وہ آدھی درمیان میں سے تقریباً کھلی تھی - اور جہاں سے کھلی تھی ' میں وہاں سے ہی پڑھنے لگی تھی -

یہ سطریں پنجابی میں کیوں نہیں تھیں ؟ اردو میں کیوں تھیں ؟ ----- میں

نہیں جانتی۔

جاگ کر یہ سارا سپنا امروز کو سنایا' مگر ایک حیرانی تھی' جو میرے گرد کئی دن لپٹی رہی۔

پھر اچانک وہ واقعہ یاد آیا جو پہلے کبھی نہیں آیا تھا' اور اس لئے میں نے اس کا ذکر "رسیدی ٹکٹ" میں نہیں کیا تھا۔ وہ واقعہ میری بہت چھوٹی عمر کا تھا۔ اس کا سال یاد نہیں' لیکن یہ یاد ہے' کہ اس وقت میری ماں زندہ تھی۔ ماں کی موت کے وقت' میری عمر تقریباً گیارہ برس کی تھی اور جس مکان میں ماں کی موت ہوئی تھی' اس وقت ابھی ہم اس مکان میں نہیں رہتے تھے۔ اس وقت اس سے پہلے والے لاہور چونا منڈی والے مکان میں رہتے تھے۔

لیکن واقعہ یاد آیا ہے' تو اس طرح' کہ مکان کا وہ کمرہ' اور آپس میں ٹکراتا' میرے باپ کا اور میرا بھڑکتا غصہ' ہو بہو میری آنکھوں کے سامنے اب بھی رونما ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ وہ میرا اور میرے باپ کا غصہ آپس میں اس طرح ٹکرا گیا تھا' کہ کمرے کی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوئی میری ماں دیوار کی طرح زرد ہو گئی تھی.....

میرے والد قدیم گرنتھوں کی تلاش میں کئی برسوں سے مصروف تھے۔ اور اس سلسلے میں' گھر کے سب سے بڑے کمرے میں' کئی قلمی گرنتھ کھلے پڑے ہوئے تھے۔ ایک دن میں اس کمرے میں گئی تھی' لیکن میں نے سر پر دوپٹہ نہیں اوڑھ رکھا تھا ——— اور یہ بات میرے والد کی نظر میں گرنتھوں کے بے ادبی تھی۔ اس لئے انہوں نے میرے منہ پر اتنے زور سے طمانچہ مارا تھا' کہ میں دور اندر تک تڑپ اٹھی تھی ——— اور معلوم نہیں کون سی چیز تھی' کون سی کوئی یاد' کہ وہ زور سے میرے ہونٹوں پر ایک چیخ بن گئی تھی ———" جن کتابوں کے لئے آپ نے مجھے مارا ہے' اس طرح کی کتابیں میں خود لکھ سکتی ہوں۔ میں نے لکھی تھیں......

آج یہ واقعہ یاد آیا' تو میری اپنی حیرانگی' مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ اور تب' جب اب میں نے سپنے میں کوئی گرنتھ دیکھ لیا ہے' جس کے متعلق یہ بھی معلوم کیا ہے کہ میں نے پچھلے جنم میں لکھا تھا' تو اس واقعہ کی تار' آج ساٹھ برس کے بعد' اس طرح آ ملی ہے' کہ یہ ایک معجزہ نظر آتا ہے.....

میں نہیں جانتی ——— اس وقت اپنی آٹھ نو برس کی عمر میں میں نے یہ کیسے کہا تھا، کہ اس طرح کی کتابیں میں خود لکھ سکتی ہوں، لکھی تھیں۔

یہ ضرور درخت کے اس حصے کی کرامت ہے، جو باہر سے نظر نہیں آتا، اور جو گہرا زمین کے اندر اتر گیا ہوتا ہے۔

انسان کا لاشعوری دل، نہ معلوم کتنی صدیوں کے تجربات سے بھرا ہوا ہے......

آج سے تقریباً پچیس برس پہلے کی بات ہے، جب ایک سپنے میں مجھے دو اشارے ملے تھے، لیکن میں نے سمجھے نہیں تھے۔ سپنا تھا ——— کہ میں اکیلی ایک گاڑی میں سفر کر رہی ہوں۔ وہاں ایک بڑا ہی اچھا سا دکھائی دینے والا بزرگ بیٹھا ہوا ہے، جو اچانک مجھے کہتا ہے ——— یہاں سے نزدیک ہی ایک باغ ہے، جس میں میلوں تک گلاب کے پھول اُگے ہوئے ہیں۔ تم وہ دیکھنا چاہو گی؟

میں اس اجنبی بزرگ پر اتنا اعتماد کر بیٹھتی ہوں، کہ اگلے سٹیشن پر، اس کے ساتھ اُتر جاتی ہوں۔ اور کچھ دُور جا کر دیکھتی ہوں، کہ وہاں واقعی جدھر نظر جاتی ہے، گلابؓ کے پھول نظر آتے ہیں۔ لیکن حیران ہوتی ہوں، کہ ایک طرف بالکل سرخ رنگ کے گلاب ہیں، اور ایک طرف بالکل کالے رنگ کے، اور ایک طرف بالکل سفید۔

اس وقت وہ بزرگ کہتا ہے ——— یہاں ایک عورت ہوتی تھی، جو نظمیں لکھتی تھی۔ جب وہ یہاں مر گئی، تو میلوں تک یہاں گلاب اُگ گئے۔ لوگ کہتے ہیں، کہ اس نے جو محبت کی نظمیں لکھیں، وہ سرخ گلاب بن گئیں۔ اور اس نے جو امن کی روحانی نظمیں لکھیں، وہ سفید گلاب بن گئیں اور اس نے جو درد کے گیت لکھے تھے، وہ کالے گلاب بن گئے۔

اس وقت میں نے اس بزرگ کے منہ کی طرف دیکھ کر کہا تھا ——— "وقت! تم میری کہانی ہی مجھے سنا رہے ہو؟"

اور میری اپنی آواز سے ہی میرا سپنا ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن میں نے اس انوکھے سپنے پر حیران ہو کر بھی نہیں جانا تھا ——— کہ وقت مجھے میرے ہی کسی جنم کی داستان سنا رہا تھا۔

اب دیکھتی ہوں ——— کہ میرے میری لاشعوری دل میں پڑی ہوئی، جنموں کی حقیقت نے مجھے سیدھے دو اشارے دیئے تھے، کہ میں پچھلے جنم میں بھی

نظمیں لکھتی تھی' اور میری کوئی بہت دردناک موت ہوئی تھی۔

اب جانتی ہوں ——— کہ کوئی صدمہ تھا' جو ایک سے زیادہ جنموں میں گزرا تھا۔ جن میں سے میں ایک اپنے قتل کی صورت میں' اب ۵ جنوری ۱۹۸۳ء کی رات کو دیکھا ہے' اور دوسرا اس سے پہلے ۴ دسمبر ۱۹۷۷ء کی رات کو دیکھا تھا———

اس وقت دیکھا تھا' کہ ایک پہاڑی علاقہ ہے' جہاں میری نظموں کی اور میری دیوانگی کی بات دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔

وہاں ایک دن میں ایک ندی کے کنارے کھڑی ہوں' کہ ایک کشتی میں علاقے کا راجہ وہاں آتا ہے۔ وہاں مجھے' اور کنارے پر کشتی دیکھ کر' راجے کے درباری مجھے گرفتار کر لیتے ہیں' اور راجے کو کہتے ہیں ——— راجہ جی! آپ جس کی نظمیں سُن کر اسے ڈھونڈنے آئے تھے' وہ یہی ہے.....

اور راجہ جب کشتی میں سے اتر کر میری طرف آتا ہے' وہ مجھے حیران ہو کر دیکھتا ہے' اور میں اس کو حیران ہو کر دیکھتی ہوں۔ میری طرح اسے بھی یاد آتا ہے' کہ بہت سال گزرے' شاید بیس سال' جب اس کے ساتھ میری شادی ہوئی تھی.... لیکن پھر وہ عیش و عشرت میں اس طرح گم ہو گیا تھا' کہ مجھے بھول گیا تھا۔ اور میں اس کا محل چھوڑ کر جنگل بیابانوں میں آ گئی تھی.....

راجے کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو آجاتے ہیں' اور درباری التجا کرتے ہیں' کہ میں محل میں لوٹ آؤں....

لیکن میں دونوں ہاتھ جوڑ کر ایک دفعہ راجے کو نمسکار کرتی ہوں' اور پھر دُور جنگل میں چلی جاتی ہوں.....

سپنے میں راجے کا پورا نام معلوم تھا' لیکن جب جاگی تو صرف اتنا یاد تھا کہ کوئی نام تھا جو "ر" حرف سے شروع ہوتا تھا.....

اب ۱۹۸۶ء کی ۳ جنوری کو جب کیرالہ میں شری مترن نمودری پاد ملے' تو امروز کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے ——— "میں نے تمہارے پچھلے جنم میں امروز کو بھی دیکھا ہے۔ تمہیں جب قتل کروایا جا رہا تھا' تو یہ اپنا سب کچھ دے کر بھی تمہیں بچا لینا چاہتا تھا' یہ دل ہی دل میں تم سے محبت کرتا تھا۔ اسی لئے تمہیں اس جنم میں ملا ہے' کہ

تمہیں اس جنم کی تکالیف سے بچا سکے......

میں ان کو پہاڑی راجے والے سپنے کی بات پوچھنا چاہتی تھی، جو میں اپنے دل میں سوچتی تھی، کہ میں نے اس پہاڑی راجے کی صورت میں ضرور امروز کو دیکھا ہے۔ لیکن میں نے ابھی کچھ پوچھا نہیں تھا، کہ وہ کہنے لگے ------ اس سے بھی پہلے تمہارا ایک اور جنم تھا، جو کشمیر میں ہوا تھا.....

اور مجھے محسوس ہوا ------ انہوں نے میرے اس سپنے کی بھی تصدیق کر دی ہے۔

ایک نظم ۔ ایک سپنا

اس سال ۱۹۸۶ء میں ۲۴ جنوری کا دن تھا، جب ریڈیو آرکائیوز کے لوگ آئے کہ میں اپنی قلم کی، اور اپنی زندگی کی داستان ریکارڈ کر دوں، جن کے ٹیپ سیل کر کے آرکائیوز میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ ٹیپ میری موت کے بعد سنے یا سنائے جا سکیں گے.....

یہ ------ زندگی کا پہلا تجربہ ہے کہ میں نے کسی اس کنٹریکٹ پر دستخط کئے ہیں ------ جو میری موت کے بعد لاگو ہو گا......

۲۴ جنوری کے دن تقریباً ایک گھنٹے کی ریکارڈنگ کی، پوری ریکارڈنگ کی پہلی قسط۔ پھر ۲۵ جنوری کو تقریباً ایک گھنٹے کی دوسری قسط۔ اور میرے خیال کے مطابق پھر ۲۹ جنوری کو جو ایک گھنٹے کی اور ریکارڈنگ کی ------ وہ تیسری اور آخری قسط تھی، لیکن اس دن آرکائیوز والوں نے مطالبہ کیا کہ ایک گھنٹے کی اور ریکارڈنگ کروں ------ جس میں میری کچھ نظمیں بھی شامل ہوں.....

اسی چوتھے گھنٹے کی ریکارڈنگ کے لئے کچھ لکھ رہی تھی، کچھ نظمیں دیکھ رہی تھی، کہ سامنے وہ طویل نظم آئی ------ "اکھر" جو اپنے آپ میں میری زندگی کی پوری داستان ہے۔ اور جب اس نظم کی آخری سطریں میرے سامنے آئیں۔

رفیر اوہی اوہو! جتے جھولی، چہ کھڈایا
تے جتے میری ماں دی ماں نوں جایا

رکتوں دوڑ کے آئی ـــــ
تے ہتھاں دے وچ کجھ اکھر لیائی
"رابعہ رنگیاں کالیاں لیکاں نہ جانی!
رابعہ لیکاں دے گچھے تیری اگ دے ہانی
ویکھ! اکھراں داہندا اگ داجیرا
اگ داجیرا ـــــ اگ توں وڈیرا"
تے ایس طراں کہندی او لنگھ گئی اُگّے
تیری اگ دی عمرایناں اکھراں نوں لگّے ....."

تو ایک کپکپی سی میرے بدن میں اتر گئی۔ محسوس ہوا ـــــ یہ ہوا، جس نے میری ماں کی ماں کو جنم دیا تھا، یہ گزشتہ جنموں سے چلتی آ رہی ہوا تھی، جو گزشتہ جنموں میں گم ہوئے میرے حروف کو ڈھونڈ کر اس جنم میں لے آئی تھی، اور میرے ہاتھوں میں دے گئی تھی....

یہ نظم آج سے بہت برس پہلے لکھی تھی۔ لیکن میں سمجھی نہیں تھی، کہ یہ ایک بہت بڑا حوالہ تھی، حروف کے ساتھ میرے رشتے کا، جو معلوم نہیں، کب سے چلتا آ رہا تھا۔ اور جس کی بات میرے لاشعوری دل نے میری نو برس کی عمر میں، میرے منہ سے کہلوائی تھی ـــــ "اس طرح کی کتابیں میں خود لکھ سکتی ہوں، لکھیں تھیں.

ساتھ ہی یاد آیا کہ ۱۹۷۷ء میں، جب میں اپنا ناول "تیرھواں سورج" لکھ رہی تھی، کہ ایک رات لکھتے لکھتے تھک کر سو گئی تھی، تو سپنا آیا تھا، کہ جس میز پر کاغذ پڑے ہوئے تھے، اس میز کے قریب والی کھڑکی کھلی تھی، اور اس کھڑکی میں سے آئی تیز ہوا سے، میز پر پڑے سارے کاغذ اڑ کر کمرے میں بکھر گئے ہیں......

میں سپنے میں ہی اٹھ کر وہ سارے کاغذ اکٹھے کرتی رہی، اور پھر دیکھا، کہ وہ سارے کاغذ خالی تھے۔ ان پر لکھے ہوئے حروف معلوم نہیں کہاں چلے گئے تھے۔ اور اس گھبراہٹ میں، میں نے دیکھا کہ جو حروف کاغذوں پر سے گر پڑے تھے، وہ سارے کچھ

میز کے اوپر، کچھ میز کے نیچے، اور کچھ کمرے کے فرش پر پڑے ہوئے تھے......

او خدایا! یہ پورا سپنا میں نے اس ناول میں لکھا تھا، اپنے سپنے کو، اپنے ناول کے کردار سنجے کو آیا سپنا کہہ کر۔ لیکن اپنے شعوری دل کی زبان نہیں سمجھی تھی، کہ وہ میری ہی داستان سنا رہا ہے۔ اور میری آنکھوں کو وہ کھڑکی دکھا رہا ہے ------ جو کسی گزشتہ جنم کی طرف کھلتی ہے۔ اور جس میں ------ زندگی موت کی آتی ہوا نے، وہ سارے کاغذ میز کی گرد میں بکھیر دیئے ہوئے تھے، جو کبھی میں نے لکھے تھے.....

یہ سپنا تھا ------ کہ اب جب کبھی اپنے میز پر سے اڑے کاغذوں کو اکٹھا کرتی ہوں، تو دیکھتی ہوں، کہ وہ سارے کاغذ خالی ہیں.....

سپنے میں گھبراتی ہوں، کہ ان کاغذوں پر میں نے جو کچھ لکھا تھا، وہ سارے حروف کہاں چلے گئے؟

اور پھر سپنے میں ہی دیکھتی ہوں، کہ سارے حروف کاغذوں پر سے گر کر نیچے فرش پر پڑے ہوئے ہیں، کچھ میز کے اوپر، کچھ میز کے نیچے، اور کچھ فرش پر دور دور تک بکھرے ہوئے......

یہ میرے کمرے کا فرش ------ کس جنم کی تاریخ کا عکس تھا، میں بالکل نہیں سمجھی تھی۔

اور پھر میں نے ایک ایک کرکے، وہ کالے بیجوں جیسے حروف چنے، اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے پکڑ پکڑ کر، میں جب اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر وہ حروف رکھ رہی تھی، سپنے میں دیکھا کہ وہ میرے ہاتھ کی ہتھیلی مٹی کی ہو گئی، گیلی مٹی کی.....

سمجھی نہیں تھی، لیکن یہ ایک ظاہری اشارہ تھا ------ ماس کی کایا کے مٹی ہو جانے کا.....

معلوم نہیں ------ گزشتہ جنم کی کون سی سوچ ہوتی ہے، جو نئے جنم میں ملے نئے جسم میں داخل ہو جاتی ہے.....

اس سپنے میں، میں نے دیکھا ------ کہ میری بائیں ہتھیلی جو گیلی مٹی کی ہو گئی ہے، میں اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے، اس مٹی میں وہ سارے حروف بو رہی ہوں، جو ابھی میں نے فرش پر سے ایک ایک کرکے اٹھائے تھے۔ اور پھر دیکھتی ہوں کہ وہ

کالے بیجوں کی طرح کے حروف میری ہتھیلی پر، چھوٹے چھوٹے سرخ پھول بن کر اُگ گئے ہیں.....

میں اپنی بائیں ہتھیلی پر اگے پھولوں کو دیکھ کر حیران ہوتی ہوں، لیکن سپنا ٹوٹتا نہیں۔ اور میں بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے، وہ بقایا حروف بھی فرش سے اٹھانے لگتی ہوں، جو بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اور ان کو ——— اب دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھنے لگ جاتی ہوں۔

پھر دیکھتی ہوں ——— کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی اسی طرح مٹی کی ہو گئی ہے، جس طرح بائیں ہاتھ کی ہتھیلی ابھی ہوئی تھی.....

اور پھر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بھی اسی طرح چھوٹے چھوٹے سرخ پھول اُگ جاتے ہیں، جس طرح ابھی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اگے تھے.....

لیکن پورا سپنا میرے شعوری دل نے اس ناول میں لکھا تھا، اپنے کردار بنجے کو آیا سپنا کہہ کر۔ لیکن شعوری دل کے روں میں میں نے وہ پھیکی سی روشنی بالکل نہیں پہچانی تھی، جو وقت کے اندھیرے میں مجھے میرے لاشعوری دل نے دکھائی تھی.....

خشک میوے

کیمیاگر اس انسان کو کہتے ہیں، جس کے پاس کسی بھی دھات کو کسی بھی دھات میں بدل سکنے کا علم ہوتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے، کہ قدرت سے بڑا دنیا میں کوئی کیمیاگر نہیں۔ قدرت کس طرح کے پرتو استعمال کرتی ہے ——— کچھ کہنے کے لئے، اس کا کوئی حد و حساب نہیں ملتا۔

میں بہت چھوٹی تھی، ابھی چھوٹی معصوم نظمیں لکھی تھیں، جب ایک رات سپنا آیا، کہ چاروں طرف ایک جنگل ہے، اور وہاں کئی شیر بگھیاڑ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

میں ان کو کہتی ہوں ——— پہلے مجھے ایک کاغذ دو، ایک قلم، اور اس پہاڑی پر مجھے کچھ دیر کے لئے تنہا بیٹھ لینے دو۔ میں نے ایک نظم لکھنی ہے، وہ لکھ لوں۔ پھر تم مجھے کھا لینا۔

وہ مان جاتے ہیں ' اور میں کاغذ قلم لے کر ' ان سے چھپ کر بیٹھ جاتی ہوں۔ وہاں پورا ایک مکان دکھائی دیتا ہے ' چھوٹی سرخ اینٹوں کا بنا ہوا۔ میں پہاڑی کی اوٹ اس مکان تک جاتی ہوں ' اور دیکھتی ہوں ——— مکان خالی ہے ' لیکن اس کے دروازے کھڑکیاں سلامت ہیں ' کنڈیاں بھی۔ اور میں جلدی سے اس مکان کے اندر جا کر تمام دروازے کھڑکیاں بند کر لیتی ہوں ——— ان شیر بگھیاڑوں سے بچنے کے لئے......

کچھ دیر بعد مکان کے چاروں طرف سے ان کے دھاڑنے کی آواز آتی ہے۔ لیکن میں مکان کے اندر ہوں ' اور بڑی حفاظت میں ہوں.....

پھر معلوم ہوتا ہے ——— وہ سارے شیر بگھیاڑ ہار کر چلے گئے ہیں۔ کہیں سے کوئی آواز نہیں آتی۔ لیکن مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اب میں اس مکان کے اندر سے نہیں نکل سکتی۔ اگر نکلوں گی ' تو باہر وہ پھر مجھے ڈھونڈ لیں گے.....

محسوس ہوتا ہے ' جیسے ایک رات گزر گئی ہے۔ اور میں بھوک سے نڈھال ہو گئی ہوں ' سوچتی ہوں ——— ان سے تو بچ گئی ' لیکن اب بھوکی پیاسی ترس ترس کر مروں گی.....

پھر شاید طلوع ہوتے سورج کی روشنی وہاں ' بند مکان میں بھی نظر آتی ہے ' اور میں اس مدھم سی روشنی میں دیکھتی ہوں کہ جو ندی مکان سے باہر بہہ رہی تھی ' وہ مکان کے اندر سے ہو کر گزرتی ہے۔ اور میں اس قلقل کرتی بہتی ندی میں سے سیر ہو کر پانی پیتی ہوں......

اور ساتھ ہی نظر آتا ہے ' اس خالی مکان کی چھت کے اوپر کئی تازے پھلوں کے درخت لگے ہوئے ہیں ' اور نیچے بڑے بڑے کمروں میں خشک پھلوں اور میووں کے انبار لگے ہیں ——— اتنے کہ سالہا سال بھی کھاتے رہیں ' تو وہ ختم نہیں ہو سکتے....

یہ سپنا کیا تھا؟ میری بچگانہ سی عمر میں مجھے یہ سپنا کیوں آتا تھا؟ میں اس کا کوئی بھید نہیں جان سکی تھی۔

آج سوچتی ہوں ——— کہ قدرت جو شیر بگھیاڑ مجھے دکھائے تھے ——— کیا وہ زندگی کے آنے والے حادثوں کا عکس تھے؟ اس ساری مخالفت کے ' جو ساری زندگی برداشت کی ہے؟

اور کیا وہ مکان میرے خود کا عکس تھا؟ میری تنہائی کا؟ اور رشتے ناطے کے نام پر جو کچھ اس وقت تھا' اور آئندہ زندگی میں جو سب کچھ گُم ہو جاتا تھا' کیا وہ خالی مکان کی صُورت اسی کی پیش گوئی تھی؟

اور اس مکان کے اندر سے ہو کر گزرتی ندی کیا میرے ذہنی چشمے کی علامت تھی' مجھے ایک نظم لکھ دینے دو' پھر مجھے کھا جانا!

معلوم نہیں ------ یہ کون سے جنم کا تقاضہ تھا' نظم لکھنے کا' جس کے سامنے سپنے میں بھی کوئی اور خواہش' سامنے نہیں آئی تھی......

وہ بالکل اس طرح تھی' جیسے کسی کو موت کی سزا دیتے وقت اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے.....

اور آج ایک حیرانی ہوتی ہے' کہ اتنی چھوٹی عمر میں میں نے جس وقت سامنے موت کو دیکھا تھا' اور آخری خواہش بتائی تھی' کہ مجھے صرف ایک کاغذ اور ایک قلم دے دو' اور ایک نظم لکھ دینے دو!

زندگی میں صرف دو ہی چہرے تھے ------ ایک ماں کا' ایک باپ کا' جو اپنے تھے' اور وہ جب نہیں رہے' تو اپنا کہنے کے لئے کوئی اور بھی نہیں تھا۔

پھر جانتی تھی ------ پھر ہواؤں نے پرورش کی ہے......

------ میں نے روٹی کا بحران بھی دیکھا ہے' کیونکہ لکھنے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی علم نہیں تھا۔ اور یہ نظر آتا تھا' کہ سفید کاغذوں پر لکھے کالے حروف سے روٹی نہیں کمائی جا سکتی.....

لیکن سپنے والی کرامات کو میں نے دیکھا ہے' کہ ساری زندگی میرے حروف نے مجھے روٹی دی ہے۔ اور آج مجھے محسوس ہوتا ہے' کہ خشک پھلوں کے انبار جو اس خالی مکان میں دیکھے تھے ------ وہ حروف تھے ------ جنموں جنموں کی میری روح کو پیٹ بھر کر روٹی دے رہے ----

یہ صرف ذہنی چشمہ ہے ------ جس نے میری دماغی اور روحانی پیاس کو پانی کے ٹھنڈے گھونٹ دیئے ہیں......

آج محسوس ہوتا ہے' کہ میں نے اس سپنے میں مکان کی چھت پر جو تازے

پھلوں کے درخت دیکھے تھے ——— وہ اشارہ، اس جنم میں مجھ سے لکھے جانے والے حروف کی بابت تھا، اور جو کمرے میں خشک پھلوں کے انبار دیکھے تھے ——— وہ اشارہ، گزشتہ جنم میں لکھے حروف کی بابت تھا......

قدیم قلمی نسخے

۱۹۷۸ء میں ۴ مارچ کی رات ایک سپنا آیا تھا، کہ کسی پہاڑی پر بنا دو منزلہ گھر ہے۔ نچلی منزل کے بڑے کمرے میں موم بتیاں جل رہی ہیں۔ وہاں صرف دو عورتیں نظر آتی ہیں ——— ایک آئین رینڈ، اور ایک اس کے اس ناول کی کردار ڈیگنی۔

موم بتی والے میز پر دعوت کا سامان پڑا ہوا ہے۔ میں آئین رینڈ کو کہتی ہوں ——— آؤ دوست! آج انسان کے کری ایٹو فورس کا جشن منائیں۔

اس سال ۲۵ اکتوبر کی رات تھی، جب دیکھا ——— کہ ایک کوئی جگہ ہے، جہاں کئی سینکڑے سیڑھیاں، نیچے گہرائی میں اترتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک آواز کہیں سے سنائی دیتی ہے، کہ نیچے گہرائی میں ایک چشمہ ہے۔ وہی آواز کہتی ہے ——— آج چشمے کے کنارے پر تمہاری شادی ہونی ہے۔

پھر اپنے باپ کی صورت دیکھتی ہوں ——— جو بہت دور آئے تھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کہتے ہیں "بڑی مشکل سے یہ جگہ تلاش کی۔ لیکن آنا تھا، آ گیا ہوں...."

ساتھ ہی دیکھتی ہوں، کہ باپ کے بڑے بھائی حاکم جی بھی کھڑے ہیں، بہت ہی سفید کپڑوں میں سجے ہوئے۔ وہ مجھے شادی کا جوڑا پہننے کے لئے کہتے ہیں....

وہاں، سیڑھیوں کے کنارے پر پڑے ہوئے بہت سارے کپڑے نظر آتے ہیں، جھلمل کرتے۔ لیکن میں ان میں سے تین کپڑے منتخب کرتی ہوں ——— سفید ریشم کی شلوار، اطلس کی قمیض، اور ایک سرخ رنگ کا دوپٹہ.....

میری شادی کس کے ساتھ ہونی ہے، کوئی علم نہیں۔ وہاں اور کوئی نظر نہیں آتا۔ میں وہ ریشمی کپڑے پہن کر، اکیلی گہرائی کی سیڑھیاں اترنے لگتی ہوں۔ وہ کئی ہزار سیڑھیاں نظر آتی ہیں، لیکن راستہ اندھیرا نہیں، اور پانی کے اوک بھر بھر کر پیتی ہوں....

وہاں دیکھتی ہوں، کہ میرے باپ اس چشمے میں نہا رہے ہیں، اور مجھے کہتے ہیں ——— یہ زمین کا اصل سرچشمہ ہے، جہاں سے تمام دنیا کو پانی ملتا ہے ...

میرا ناطہ کس سوچ کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس کا سرا نہیں ملتا۔ صرف اتنا سراغ ملتا ہے، کہ یہ کسی قدیم زمانے سے ملا ہوا ناطہ ہے۔

یہ سال تھا ۱۹۷۸ء کا، جب ۲۹ نومبر کی رات سپنا آیا کہ میں اپنے کمرے میں میز پر کچھ کام کر رہی تھی، کہ اچانک مجھے دھرتی سے رخصت ہونا پڑا .....

دیکھا ——— "ایک میں" تقریباً" تیس برس کی عمر کی ہوں، اور "ایک میں" آج کی عمر کی ہوں ——— جو ایک تماشائی کی طرح اس دوسری کو دیکھ رہی ہوں۔"

آس پاس اور کوئی نہیں، لیکن سامنے خدا نظر آتا ہے، جو اس تیس برس کی میں کو پوچھ رہا ہے "پہلے جنم میں تم نے لوگوں کے ہاتھوں بڑا دکھ پایا ہے، اب تم شاید اس ملک میں اور ان لوگوں میں دوبارہ جانا پسند نہیں کرو گی۔"

ادھر میں جو تقریباً تیس برس کی ہوں، کہتی ہوں ——— "میرے خدا! ابھی میرا بہت کام باقی ہے، وہاں۔ میں نے ابھی بہت کچھ نیا لکھنا ہے۔ تم مجھے وہاں ہی بھیج دو!"

دیکھتی ہوں ——— خدا ہنس سا پڑا ہے۔ اور میں جو صرف تماشائی ہوں، اس وقت اس تقریباً تیس برس کی میں کی طرف بڑے غور سے دیکھتی ہوں .....

سارے سپنے میں نے ڈائری میں درج کئے تھے، اور وہ ڈائری ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی تھی۔

اور آج محسوس ہوتا ہے کہ، پچھلے جنم جب میری موت ہوئی تھی، اس وقت میری عمر تقریباً تیس برس کی تھی .... اور پھر میں اس دھرتی پر، ان ہی لوگوں میں دوبارہ پیدا ہونے کا جو انتخاب کیا تھا، اس سپنے نے مجھے وہ لمحہ دکھایا تھا .....

اور ٹھیک ایک برس کے بعد ۱۹۷۹ء کی ۹ اکتوبر کی رات تھی، جب دیکھا کہ ایک جنگل میں ایک قصبہ ہے، جہاں بڑے معمولی سے لوگ رہتے ہیں، بڑے معمولی سے بچے بھی، ادھر ادھر کھیلتے نظر آتے ہیں۔

وہاں مجھ ایک اجنبی کو دیکھ کر، کچھ عورتیں گھبرائی سی میرے پاس آتی ہیں، اور کہتی ہیں ——— "اس قصبے میں روزانہ رات کو ڈاکہ پڑتا ہے۔ بڑے بھیانک سے

لوگ گھوڑوں پر آتے ہیں ' اور ہمارے گھروں سے قدیمی قلمی نسخے اٹھا کر لے جاتے ہیں.
میں نے گھروں میں جا کر دیکھا ہے ' کہ وہاں بہت سے گرنتھ پڑے ہوئے ہیں ' جلدوں میں بندھے ہوئے نہیں ' بہت پرانے کاغذات کے بنڈلوں کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں۔

کہتی ہوں کہ آج رات میں نے اس کمرے میں رہنا ہے ' عورتیں کہتی ہیں ------ پھر تم آنکھوں سے دیکھ لینا ------ رات کو یہاں ڈاکو آئیں گے ......
اتنے میں رات ہو جاتی ہے ' اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے کچھ لوگ آتے ہیں ۔ لوگوں کے ہاتھوں میں کوئی ہتھیار نہیں ' لیکن سارے قصبے کے مرد عورتیں ان کے ساتھ دست و گریباں ہو جاتے ہیں ......
وہ ڈاکو گھروں میں سے کاغذ گھسیٹ رہے ہیں ' اور میں ان کے ہاتھوں سے وہ کاغذات چھین رہی ہوں ' کہ اس کھینچا تانی میں مجھے جاگ آ جاتی ہے ......
یہ علم نہیں ' کہ جو قدیمی اوراق میں ڈاکوؤں سے چھین رہی ہوں ' وہ میرے لکھے ہوئے تھے ' یا نہیں ' یہ علم ہے حروف کے ساتھ میرا جنم جنم کا ناطہ ہے۔

حروف

ایک رات میں نے اپنے دونوں ہاتھ خلاء میں دیکھے ۔ اور پھر دیکھا کہ دونوں ہاتھوں میں سے پانی کے اونچے اونچے فوارے نکلنے لگے ......
میں کتنی دیر اس منظر سے مسحور ہوئی ' بڑے ہی شفاف پانی کی چھوٹی چھوٹی بوندوں کی پھوار دیکھتی ہوں ' جو پہلے آسمان کی طرف اٹھتی تھی ' اور پھر نیچے مڑ کر ' نچلی دھرتی کو بھگوتی اور سینچ رہی تھی ......
یہ انوکھا سپنا مجھے ۵ یا ۶ اپریل ۱۹۸۲ء کی رات کو آیا ۔ لیکن ۱۱ اپریل کی دوپہر جب ٹیلیویژن پر بھارتی گیان پیٹھ کے ایوارڈ کی خبر سنی ------ تو یہ سپنا اچانک آنکھوں کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا تھا ' اور محسوس ہوا تھا ' کہ جو پانی کی بوندیں میرے ہاتھوں سے نکل رہی تھیں ------ وہ ضرور میرے حروف کا عکس تھیں ......

حرف میرے تڑپ اُٹھدے ہین اِیویں ---
سُلگدے ہن رات بھر تارے جیویں .....

آکاش بیل

۳ اکتوبر ۱۹۸۳ء کی رات تھی، جب میں نے سپنے میں ایک انسان کی بھیانک صُورت دیکھی ۔ سبز زرد آکاش بیل، اس کے سارے منہ پر، لپٹی ہوئی تھی، نیچے دونوں کندھوں سے لے کر کمر تک بھی۔ میں خوفزدہ ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی، کہ ایک غیبی آواز آئی ------ درختوں پتوں کو کھا جانے والی اس بیل نے آج انسان کو اس طرح، اپنے میں لپیٹ لیا ہے، کہ اس کو آج نہ آنکھوں سے کچھ دکھائی دیتا ہے، اور نہ کانوں سے کچھ سنائی دیتا ہے.....

منفی طاقتیں

تقریباً آدھی رات کا وقت تھا، جب سوئی آنکھوں کے سامنے، طلوع ہوتے سورج کی روشنی پھیل گئی۔ یہ روشنی ایک جگہ ٹکی ہوئی نہیں تھی ------ یہ لہروں کی

طرح آسمان میں سے اٹھتی ' اور اسی میں جذب ہو جاتی تھی ..... اور پھر محسوس ہوا ------ کہ روشنی کی ایک لہر ایک جگہ کھڑی ہو گئی ہے ' اور اس میں سے اندرا جی کا بڑا ہی پر سکون سا چہرہ دکھائی دے رہا ہے ..... '

پھر نیچے زمین کی طرف نظر پڑی ۔ وہاں ------ ایک جیسے قد کے اور ایک جیسی صورت کے ' کتنے ہی چھوٹے چھوٹے جانور دیکھے ۔ اور نظر آنے لگا کہ وہ پھیلی نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہے ہیں ' اور ساتھ ہی اپنی لمبی لمبی چونچوں سے آپس میں کچھ اشارے کر رہے تھے .....

اسی حالت میں ' ان کو میں حیرت سے دیکھ رہی تھی کہ ایک آواز آئی ------ یہ سب ملک مخالف طاقتیں ہیں ' سازش کر رہی ہیں .....

۲ نومبر ۱۹۸۴ء

تین بلیاں

دیکھا ------ تین بلیاں ہیں ' جو میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں ۔ میرا یہ گھر نہیں ' کوئی اور ہے ' چھوٹا سا ' جہاں تین بلیاں میرے چھوٹے سے کمرے میں آکر میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں ۔ بہت زور کی غرغر کرتی ہیں ' اور میں ڈر جاتی ہوں ؛ جب وہ تینوں میرے بستر پر آ جاتی ہیں .....

آخر کار دو بلیاں مجھے چھوڑ کر چلی جاتی ہیں ' لیکن تیسری چھوٹی بلی کسی طرح بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی ۔ آخر جب اس کو بہت دھمکاتی ہوں ' تو وہ میرے کمرے سے چلی جاتی ہے ' لیکن سیڑھیوں میں بیٹھ جاتی ہے .....

میں کمرے کا دروازہ بند کر لیتی ہوں ' لیکن ایک خوف سا میرے اندر موجود رہتا ہے ' کہ وہ بلی ابھی بھی سیڑھیوں میں بیٹھی ہوئی ہے .....

۲۴ نومبر ۱۹۸۴ء

سات عورتیں

رات کا معلوم نہیں کون سا پہر تھا' جب سپنے میں ایک مکان دیکھا' ایک منزلہ' اور چھوٹی اینٹوں کا بنا ہوا...... دکھائی دے رہا تھا کہ اس کے ارد گرد ایک ویرانی سی ہے' اور دور دور تک اور کوئی مکان نہیں۔

پھر دیکھا کہ اس کے اندر سے تین عورتیں نکلتی ہیں' بہت ہی ہنستیں سی..... لیکن مجھے ان کی ہنسی بڑی بھیانک لگتی ہے.....

اتنے میں باہر سے ایک عورت آتی ہے' جو ان میں سے ایک کے کان کے قریب ہو کر کچھ کہتی ہے' اور ساتھ ہی اشرفیوں کی ایک تھیلی اس کو دیتی ہے.....

میرے کانوں میں ایک غیبی آواز آتی ہے ----- " اس مکان میں سات عورتیں رہتی ہیں۔ سات ہی کالا جادو جانتی ہیں..... اور یہ جو ابھی باہر سے آئی تھی' یہ راجے کے ان اہلکاروں سے بہت ساری دولت ان کو دلاتی تھی' ہیرے موتی بھی' اور ان سے' ان لوگوں پر کالا جادو کرواتی تھی' جن کو وہ اہلکار مروانا چاہتے تھے...."

آواز نے "ہیں" لفظ نہیں کہا "تھا" لفظ کہا' اور میں سپنے میں ہی سوچنے لگی کہ کیا مجھے کسی گزرے زمانے کا واقعہ دکھائی دے رہا ہے؟

ان میں سے ہی پھر چار عورتیں میں نے اس محل میں دیکھی تھیں' جہاں مجھے زہر کا پیالہ دیا گیا تھا۔

اور ضرور ان چار عورتوں کی بات تھی' جو شری نمودری پاد نے' اب ۳ جنوری ۱۹۸۶ء ------ " زہر ایک عورت نے دیا تھا' لیکن اس کے ساتھ تین عورتیں اور تھیں' جنہوں نے بہت سارا پیسہ لے کر اس کی مدد کی۔ اور پانچویں ایک خدمت گار تھی ------ جس کے ہاتھ تمہیں زہر کا وہ پیالہ دیا گیا تھا....."

ان میں سے ہی ایک کو میں نے اس سپنے میں پھر دیکھا تھا' جس سپنے میں یہ دیکھا کہ میرے مرنے کے بعد' محل کا راجہ' محل کے ایک کھمبے پر میرا پتھر کا بُت لگوا رہا تھا' اور قریب ہی سنگ مرمر کی بنی ہوئی سیڑھیوں میں کھڑی' وہ عورت انتہائی دکھی نظر آ رہی تھی......

۱۹۶۰ء کا واقعہ

بہت سال پہلے کی ۱۹۶۰ء کی بات ہے ----- جب میں نے ایک بھیانک سپنا دیکھا تھا کہ میں ایک بچّی کو سکول داخل کروانے گئی ہوں۔ سکول کی معمولی سی عمارت ہے، اور میں ہیڈ مسٹریس کا کمرہ پوچھ کر جب اس کے کمرے میں داخل ہوتی ہوں ----- تو دیکھتی ہوں کہ ہیڈ مسٹریس کے دونوں ہاتھ سُوجے ہوئے ہیں، اور ان میں سے تھوڑا تھوڑا خون رِس رہا ہے..... اس وقت دل میں ایک کراہت سی آتی ہے، لیکن میں پھر بھی اس کے ساتھ بات کرتی ہوں، بچّی کو داخل کروانے کی.....

ہیڈ مسٹریس نے میرے سامنے ایک فارم رکھ دیا، اور ساتھ ہی گھنٹی بجا کر ایک استانی کو وہاں بلایا۔ وہ جب کمرے میں آئی، تو میں نے دیکھا کہ اس کے دائیں ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے.....

میں گھبرا کر کمرے میں سے باہر آ گئی۔ نظر آ رہا تھا، کہ سکول لگا ہوا ہے، اور کئی کمروں میں سے بچیوں کی آوازیں آ رہی ہیں.....

میں ایک اور کمرے میں گئی ----- تو دیکھا کہ کرسی پر جو استانی بیٹھی ہوئی ہے، اس کے دونوں بازو زخمی ہیں.....

میں جیسے چیخ مار کر ----- ایک اور کمرے کی طرف دوڑی، اور دیکھا کہ اس کمرے میں بھی جو استانی کھڑی ہوئی ہے، اس کے دونوں ہاتھوں سے گندہ مواد رِس رہا ہے.....

اور پھر میری اپنی چیخ تھی، جس سے مجھے اس بھیانک سپنے سے جاگ آ گئی.....

میں کبھی نہ جان سکی، کہ مجھے یہ سپنا کیوں آیا تھا؟ وہ عورتیں کون تھیں؟ وہ سب کی سب زخمی کیوں تھیں؟

یہ سپنا میں نے اپنی کتاب "کالا گلاب" میں درج کیا تھا، جو ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی تھی، لیکن جب اب بیس برس کے بعد "سات عورتوں" والا سپنا آیا ہے، اور اپنے ہی لاشعوری دل میں سے ایک اشارہ سا آتا نظر آتا ہے، کہ یہ دونوں سپنے کسی ایک حقیقت کی دو صورتیں ہیں.....

ہو سکتا ہے ---- یہ دو صورتیں، دو الگ الگ جنموں میں رونما ہوئی ہوں۔

دسمبر ۱۹۸۴ء

زہریلے حروف

سوئی ہوئی تھی، معلوم نہیں رات کا کون سا پہر تھا ---- کہ دیکھا، میرے سامنے ایک آگ جل رہی ہے، قریب ہی کاغذات کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں، جن میں سے کاغذ اٹھا اٹھا کر میں آگ میں ڈال رہی ہوں ...... اس وقت ہاتھ کی لاٹھی کے سہارے چلتی ایک بہت بوڑھی عورت میرے پاس سے گزرتی ہے، اور پوچھتی ہے ---- یہ کیا کر رہی ہو بیٹی؟

اور میں کہتی ہوں ---- دیکھ اماں! یہ بہت سے اخبارات ہیں، جو لوگوں میں نفرت پھیلاتے ہیں۔ وہی جلا رہی ہوں ---- یہ سب زہریلے حروف سے بھرے ہوئے ہیں ...... وہ ہنس پڑتی ہے۔ کچھ نہیں کہتی، اور لاٹھی کے سہارے چلتی میرے قریب سے گزرتی ہے ......

وہی لاٹھی کی آواز تھی، جس سے مجھے جاگ آگئی ......

۲۷ اپریل ۱۹۸۵ء

ایک کالا ایک بھورا کتّا

۸ فروری ۱۹۸۶ء کی رات تھی، جب دیکھا کہ میں کہیں جا رہی ہوں، اکیلی، لیکن سڑک پر کئی لوگ ہیں۔ میرے بائیں ہاتھ میں روٹی کے کچھ ٹکڑے پکڑے ہوئے ہیں۔ وہ روٹی کے ٹکڑے میں نے ہاتھ میں کیوں پکڑے ہوئے ہیں، اور کہاں جا رہی ہوں، کچھ علم نہیں۔ لیکن اچانک سڑک سے ایک چھوٹا سا پلّا، کالے سیاہ رنگ کا، پیچھے سے آتا ہے اور میرے بائیں بازو کی قمیض کا سرا اپنے دانتوں میں پکڑ لیتا ہے ......

میں اس کو ہٹانے کی کوشش کرتی ہوں۔ کچھ ٹکڑے روٹی کے نیچے زمین پر گر

پڑتے ہیں اور سوچتی ہوں ------ اب یہ پلاّ میرا بازو چھوڑ دے گا' لیکن وہ روئی کو نہیں لپکتا' اور میری قمیض کے بازو کا سرا دانتوں میں پکڑے رکھتا ہے۔

میں اردگرد کے لوگوں کو کہتی ہوں ------ میرا بازو چھڑائیں! لیکن کوئی کچھ نہیں کرتا۔ اس وقت مجھے خوف سا آتا ہے۔ پھر ایک بار میری قمیض کا بازو اس کے دانتوں سے نکل جاتا ہے' میں آگے چلنے لگتی ہوں' تو وہ دوبارہ جھپٹ کر میری قمیض کا بازو دانتوں میں پکڑ لیتا ہے۔

اس وقت سڑک پر چلتے لوگ آگے بڑھتے ہیں' اور اس پلّے سے میری قمیض کا بازو چھڑاتے ہیں۔ میں جلدی سے آگے چل پڑتی ہوں' لیکن ایک دفعہ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوں' تو دکھائی دیتا ہے کہ لوگوں نے زبردستی اس پلّے کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے ------ نہیں تو وہ ابھی بھی میری طرف دیکھے جاتا ہے' اور لوگوں کی گرفت چھڑا کر وہ تیسری بار مجھ پر جھپٹنا چاہتا ہے۔ اس وقت لوگوں کے ہاتھوں میں' اور زمین پر اوندھے سے پڑے ہوئے اس کالے سے پلّے کو دیکھتی ہوں کہ وہ کالی پلّی ہے.....

مجھ کو اس سپنے کی کچھ سمجھ نہ آئی' لیکن اس کو ڈائری میں لکھ لیا تھا۔ پھر ۲۶ فروری کی رات تھی' صبح کاذب کا وقت' جب ایک سپنا آیا کہ میں اپنے کمرے میں اپنے دیوان پر بیٹھی ہوئی ہوں' جہاں سے ------ ڈرائنگ روم کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔ تو دیکھتی ہوں ------ ایک ہرن کے قد کا بڑا سا ایک کتا ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

سوچتی ہوں ------ سیڑھیوں کا دروازہ کھلا رہ گیا ہو گا' یہ سڑک سے آ گیا ہے'

لیکن اب جائے گا کب؟

پھر دیکھتی ہوں کہ گھر کے سب افراد اس کتے کو سیڑھیاں اتارنے کی کوشش کرتے ہیں' لیکن وہ جاتا نہیں۔ ساتھ ہی دیکھتی ہوں کہ میں ٹیلی وژن والے کمرے میں کھڑی ہوں' کہ وہ کتا سیدھا میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہے اور میری طرف دیکھ کر ہنس پڑا ہے......

سپنے میں ہی سوچتی ہوں کہ کوئی کتا ہنس نہیں سکتا' یہ کس طرح ہنس رہا ہے۔ اس وقت وہ انسانی آواز بول پڑتا ہے' اور مجھے کہتا ہے ------ تم اپنے ہاتھ سے مجھے مٹھائی کھلاؤ' میں پھر جاؤں گا-----

میں جلدی سے باورچی خانے میں جاتی ہوں ' اور وہاں سے کچھ بسکٹ نکال کر دیتی ہوں۔ وہ بسکٹ لے لیتا ہے ' لیکن پھر بھی کھڑا رہتا ہے۔ میں امروز کو کہتی ہوں کہ اوپر والے جار میں سے وہ مٹھائی نکال دیں۔ اور جب میں اس کو مٹھائی کا ایک ٹکڑا دیتی ہوں ' تو وہ چپ چاپ مٹھائی لے کر سیڑھیاں اتر جاتا ہے.....

میں سیڑھیوں کا دروازہ جلدی سے بند کر کے اپنے کمرے میں آ جاتی ہوں ' وہاں کندلا بیٹھی ہوتی ہے ' اور کہتی ہے '' وہ پھر اوپر آ رہا ہے ' سیڑھیوں میں سے آواز سی آتی ہے۔ ''

میں اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی ہو کر باہر دیکھنے لگتی ہوں ------ نیچے ' اس بیرونی گیٹ کی طرف کہ وہ کتا گیٹ سے باہر جا رہا ہے کہ نہیں ؟ دیکھتی ہوں کہ گیٹ میں سے گزر کر باہر سڑک پر چلا گیا ہے۔ اطمینان سا آتا ہے ' لیکن ساتھ ہی حیران ہوتی ہوں کہ وہ باہر سڑک پر پہنچ کر ایک عورت بن گیا ہے۔ اور دائیں ہاتھ مڑ کر ' وہ عورت اب آنکھوں سے اوجھل ہو گئی ہے.....

ان دونوں سپنوں کا کوئی راز میری گرفت میں نہیں آیا۔ اور ان ہی کی طرح ایک وہ سپنا تھا۔ جو ۱۹۸۴ء میں ۲۴ نومبر کی رات کو دیکھا تھا کہ تین بلّیاں میرے پیچھے پڑی ہوئی ہیں......

اب ۱۹۸۶ء میں ۴ مارچ کے دن جب شری مترن نمودری پاد میرے گھر آئے ' تو یہ ایک دیوی سبب محسوس ہوا ' ان کے ساتھ ملاقات کا۔ وہ اپنے ایک شاگرد ' شیوا بھارتی کے گھر پوجا کرنے کے لئے اچانک دہلی آئے تھے۔ لیکن یہ ان کی مہربانی کہ ایک دوپہر کا وقت انہوں نے میرے لئے نکال لیا۔

ان کو میں نے یہ دونوں سپنے سنائے اور ان کا راز پوچھا ' تو وہ کہنے لگے '' تم نے شِو کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے چار کتوں کی داستان ضرور سنی ہو گی ' جو شِو کے الفاظ میں چار وید تھے......

یہ دونوں سپنے نئے علم کا عکس ہیں ' جو باطنی نظر بصارت کا علم تمہیں حاصل ہو رہا ہے..... ''

میں نے کہا '' اگر یہ علم کا عکس تھے ' تو مجھے ان سے خوف نہیں آنا چاہئے تھے۔

اس کے جواب میں وہ کہنے لگے " شِو جی کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کُتّے کو دیکھ کر شنکر آچاریہ جی بھی دُور کھڑے ہوئے گئے تھے ' ایک گیلانی کے ساتھ ۔ اگر وہ ان کو نہیں پہچان سکے تھے ' تو تمہارا پہچاننا بھی قدرتی ہے ......"

پھر پوچھا ------ پہلا کُتا کالے رنگ کا تھا ۔ لیکن دوسرا کُتا چتکبرے رنگ کا تھا ' بھورا اور سفید ۔ لیکن پہلی بار بھی دیکھا کہ وہ مادہ تھی ' اور دوسری باری بھی دیکھا کہ وہ سڑک پر جا کر ایک عورت بن گیا تھا ۔ یہ کیوں ؟

وہ کہنے لگے ------ یہ شِو سے ملی قوّت کا عکس ہے ۔ آج سے چھ ماہ کے بعد تمہیں ایک قوّت حاصل ہو گی ------ باطنی نظر بصارت کی ۔ اس دوسرے سپنے میں اس کا انسانی آواز میں بولنا ' ہنسنا ' اور تم سے مٹھائی مانگنا بہت اچھا شگن ہے ....."

اس سے اگلے دنوں میں جب پنڈت کرشن آشانت آئے ' اور ان کو میں نے دونوں سپنے بتائے ۔ وہ کہنے لگے ------ یہ کیتو کا عکس ہیں ' پہلے سپنے میں اس کا ضد کرنا ' اس پریشانی کی تفصیل ہے ' جو زندگی میں بیت رہی ہے ۔ اور پھر لوگوں کا اس کالے کُتّے کو پکڑ لینا ' اس پریشانی میں لوگوں سے مل رہی امداد کا اشارہ ہے ۔ اور دوسرے سپنے میں بھورے کُتے کا منہ سے بول کر مٹھائی مانگنا ' اور پھر چلے جانا ------ اس پریشانی سے آزاد ہونے کا اشارہ ہے ......

میں نے پوچھا ------ اپنی چندر کنڈلی کو دیکھیں ! کیتو جس راشی میں پڑا ہوا ہے ' وہ ورش راشی شکر کی راشی ہے ۔ اور شکر عورت کا گرہ ہوتا ہے ۔ اس کا مطلب ہے کہ کیتو کُتّے کی صورت میں آیا ۔ لیکن وہ اکیلا نہیں تھا ' اس میں شکر کا اثر بھی شامل تھا......

اس وقت میں نے ان کو شری مترن نمودری پاد کی تشریح سنائی ۔ لیکن وہ کہنے لگے ------ " وہ مہاتما ہیں ۔ مہاتما کا دھیان رُوحانیت کی طرف ہی جائے گا ۔ لیکن میرے مطابق ------ یہ گرہوں کا تعلق ہے ۔ اس سے پہلے ۱۹۸۴ء میں جو بلّیوں کا سپنا آیا تھا ' وہ بھی کیتو کا سپنا تھا ' جس میں راہو شامل تھا ۔ وہ راہو کیتو کے ہاتھوں ملنے والی پریشانی کا مظہر تھا......"

اور ساتھ ہی کرشن آشانت کہنے لگے ------ " کیتو کا تعلق پچھلے جنم کے حادثوں کے ساتھ ہوتا ہے ۔ ان حادثوں کا اثر ------ آپ کی اپنی اور آپ کے بچوں کی

زندگی کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ نوراج کی شادی والے دن پامرنین کتے کا اچانک مرجانا' کیتو کے اثر کے ساتھ ہی جڑا ہوا تھا......"

شری مانک چند جین کا میں نے وہ وہ فلسفہ تفصیل کے ساتھ پڑا ہوا ہے' جس میں وہ کیتو کو کارمک کنٹرول پلینٹ کہتے ہیں۔ اور تفصیل سے لکھتے ہیں' کہ کیتو جس راشی میں پڑا ہو' اس راشی کا سوامی پچھلے جنم کے حادثات کی اطلاع دیتا ہے۔ اور اس کے مطابق میں جانتی ہوں کہ کیتو کا تعلق جس ورش راشی کے ساتھ ہے' اس ورش راشی کا سوامی شکر' میرے جنم کے وقت وکری تھا۔ یہ ایک دوہری تائید تھی' اس بات کی کہ میرے پچھلے جنم میں جو حادثہ ہوا تھا' اس کی صورت شکر کے وصف سے پہچانی جا سکتی ہے۔ جس کا سیدھا تعلق کسی محبت کی ٹوٹی ہوئی داستان سے ہے.....

ان سپنوں کے گرہ اثرات کیا ہیں' اور رُوحانی اثرات کیا ہیں' ان بھیدوں کو جاننے کی میری صلاحیت نہیں۔ الفاظ کی اشکال ہوتی ہیں۔ لیکن مطالب کی نہیں.....

منفی طاقتیں

عظیم قوت کا صرف ذرّہ میں اپنی سمجھ کی اور دلیل کی گرفت میں لے آنا چاہتی ہوں' اس لئے ہمیشہ کسی اس کو ملنے کی جستجو بنی رہتی ہے' جس نے کسی ذرے کا بھید پایا ہو .....

۱۹۸۶ء کے اپریل کی ٦ تاریخ تھی' جب دہلی سٹیج کی ایک اداکارہ مینا کپور نے مجھے بتایا کہ کالی چرن نام کے ایک بابا ہیں۔ جن کو کچھ بھی اپنے منہ سے بتانا نہیں پڑتا۔ وہ خود سب کچھ بتاتے ہیں۔ میں نے یہ معجزہ دیکھنا تھا' اس لئے بابا کو ملی۔ اپنے منہ سے کوئی سوال نہیں کیا' لیکن حیران ہوئی کہ جو سوال دل میں تھا' ٹھیک وہی انہوں نے اپنے منہ سے کہہ دیا۔ اور اچانک پوچھنے لگے " ٹانگوں میں بہت تکلیف ہے ؟" ----- جواب دیا " اب نہیں ' لیکن پہلے بہت تکلیف تھی " ----- وہ ----- کہنے لگے " حیرت ہے ' ابھی تک زندہ کس طرح ہو ؟" اگر زندہ بھی ہو تو چارپائی سے کس طرح اٹھ سکتی ہو؟ آپ کے اوپر بڑا سخت تجربہ کیا گیا ہے ---- آپ کو مارنے کے لئے یا ہمیشہ کے لئے

چارپائی پر ڈال دینے کے لئے۔" اور انہوں نے میرے سپنے میں دکھائی دینے والے کُتوں کی بات کرتے یہ بھی بتایا کہ اس دن سے کتنے سال اور کتنے مہینے پہلے جس عورت نے یہ تجربہ کروایا تھا' اس کی عمر کتنی ہے' قد کتنا ہے' اور رنگ کیسا ہے...... یہ تفصیل ٹھیک ہو سکتی ہے' لیکن کسی تجربے کا ثبوت ڈھونڈا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اس کو کاغذ پر اتارنا میں مناسب نہیں سمجھتی۔

اور اس سے ٹھیک چار دن بعد' اپریل کی دس تاریخ تھی۔ جب ماگو صاحب ملنے آئے۔ ان کے پاس کوئی اس طرح کی طاقت ہے ----- کہ کسی کی زندگی کے کئی حادثے ان کو پُوری تفصیل کے ساتھ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ میں ان کے اس طرح کے کئی معجزے دیکھ چکی تھی' لیکن ان کے ساتھ میری شکایت چلی آتی تھی کہ انہوں نے پہلی ملاقات کے وقت میرے گذشتہ جنم کی تفصیل بتانے کے بعد کبھی مجھے آج کی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ اور ان کا ہمیشہ یہ جواب ہوتا تھا "آپ مجھے ہمیشہ اس وقت بلاتی ہیں' جب کسی اور کو میرے سامنے بٹھا کر آپ نے میری طاقت کو آزمانا ہو۔ اس وقت کبھی نہیں بلایا' جب آپ اکیلی ہوں۔"

ان کا جواب صحیح تھا' میں ان کے بارے لکھنا چاہتی تھی' اس لئے مجھے کئی ثبوت چاہیئے تھے۔ لیکن اب جب وہ دس اپریل کو آئے' تو اتفاق سے میں اکیلی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ کُتوں کے سپنوں کی بات کی۔ انہوں نے اپنے آپ کو یکسُو کیا' اور مجھے کہنے لگے ----- آج بڑا تکلیف دہ منظر آنکھوں کے سامنے آیا ہے۔ دیکھ رہا ہوں کہ ایک عورت ہے' جس نے وہسکی کے گلاس میں کچھ ملا کر آپ کو گلاس پکڑا دیا ہے۔ آپ نے وہ گلاس پی لیا ہے' اور اس کے بعد بیمار رہنے لگی ہیں......" اور وہ ساتھ ہی کہنے لگے ----- "یاد کریں' آپ نے کس کے گھر کس کے ہاتھوں کوئی ڈرنک لیا تھا؟"

اور اس کے ٹھیک دس دن بعد پدم شری راج بیتال ملنے آئے۔ ان کے پاس زمین دوز چیزوں کو پہچاننے کی قوّت ہے۔ ان کی بُت تراشی کے فن کے بارے میں اور اس قوّت کے بارے میں' میں نے ایک لمبا مضمون بھی کبھی لکھا تھا۔ لیکن اس دن وہ آئے' تو میں نے ان سے کُتوں کے سپنوں کا راز پوچھا۔ کہنے لگے "کوئی راز نہیں' یہ ایک ظاہری اشارہ ہے کہ کسی نے آپ پر کوئی مارنے کا تجربہ کیا ہے؟"

میں ان دنوں کولن ولسن کی ایک کتاب پڑھ رہی تھی ' جو بڑے باریک پرنٹ میں تقریباً سات سو صفحات کی کتاب تھی ' جو کئی بار تھک کر چھوڑ دیتی تھی ۔ لیکن بیشپ راج بیتال کی ملاقات سے ' دو یا تین دن بعد اتفاق ہوا کہ میں جب وہ کتاب پڑھنے لگی تو لندن کے اس ویران علاقے کا ذکر سامنے آگیا ' جہاں کئی بار کئی ایک کو ایک کالا کتا نظر آتا ہے ۔ اور کولن ولسن نے لکھا ہے کہ بڑی تحقیق کے بعد یہ راز ملا ہے کہ اس جگہ پر ' کسی گزرتے وقت "وچ کرافٹ" کا تجربہ کیا جاتا تھا ' جس کی وائبریشنز ابھی بھی اس جگہ پر موجود ہیں ' جو کئی بار کتے کی صورت اختیار کر لیتی ہیں ......

یاد آتا ہے کہ ہماری تاریخ میں ملک الموت کے دو نمائندے تسلیم کئے جاتے ہیں ——— کپوت اور الوک ۔ اور ان کو دو کتے کہا جاتا ہے ......

ان سپنوں کا اشارہ شاید ملک الموت کے نمائندوں کی طرف ہے ' معلوم نہیں ۔ لیکن سب کی کہی باتیں ایک ہی وضع قطع کی ہیں ......

یہ سب کچھ لکھتے لکھتے ایک ہی قوت لکیر سی میرے ماتھے میں سے گزر گئی ہے ——— کہ میں شیواں کی طرح ہر زہر کو قبول کر لوں گی .....

جو دلیل گرفت میں آئی ہے ۔ رہ صرف یہ ہے کہ یہ سب کچھ آخر نیگیٹو اور پازیٹو قوتوں کا ٹکراؤ ہے ' اور ان کی جدوجہد میں جو کچھ کرنا ہے ' تو وہ پازیٹو قوتوں کو اور بیدار کرنا ہے ......

یہ بھی احساس ہو رہا ہے کہ جو اس کا وشلیشن کسی مارن منتر سے جڑا ہوا ہے ' تو کوئی پہلو نمودری پادجی کے شعور کے ساتھ بھی جڑا ہوا ہے کہ چار کتے چار ویدوں کا درشن ہے .....

خطرہ

دیکھا ——— کئی بسیں ہیں ' جو شہر میں سے لوگوں کو کسی اور جگہ لے جا رہی ہیں ' شہر خالی ہو رہا ہے ..... کئی لوگوں نے ایک بہت بڑے گرجے میں پناہ لی ہوئی ہے ۔ کوئی سخت خطرہ ہے ' معلوم نہیں خانہ جنگی کا ' کہ کسی بیرونی ملک کے حملے کا ۔ جو لوگ مہاجر

ہیں ------ بڑے گھبرائے ہوئے ہیں......

۱۰ جون ۱۹۸۶ء

کسی تقدیر کا اشارہ

او خدایا! ------ ۱۷ اگست کی رات کا سپنا معلوم نہیں کس تقدیر کا عکس ہے۔ دیکھا لائبریری والے کمرے کی کھڑکی میں سے دو بلّیاں اندر آگئی ہیں۔ ایک بالکل سفید بلّی ہے ' بالکل مرمل سی ' دوسری سیاہ کالی ہے ' چمکیلے بالوں والی..... ان کے پیچھے پیچھے ایک چھوٹا سا شیر کا بچہ کھڑکی میں سے گزر کر کمرے میں آگیا ہے..... احساس سا ہوتا ہے کہ وہ بلّیوں کو کھا جائے گا..... بلّیاں دوڑ کر میرے کمرے میں آجاتی ہیں.....

پھر دیکھتی ہوں ------ ٹیلی وژن والے کمرے کی کھڑکی میں وہ شیر کھڑا ہو گیا ہے ' اور اچانک کالی بلّی ' باہر سے برآمدے کی طرف جا کر ' سیدھی اس کے سامنے آگئی ہے.....

معلوم ہوتا ہے..... اب وہ کالی بلّی اس شیر سے نہیں بچ سکے گی......

۱۸ اگست ۱۹۸۶ء

پانچ سپنوں کی داستان

۲۵ دسمبر ۱۹۸۶ء کی شام ساڑھے سات بجے ائر پورٹ پہنچنا تھا ' جرمنی جانے کے لئے ' فرینکفرٹ کے بک فیئر میں شامل ہونے کے لئے ' جس کے لئے ٹیلی ویژن والے میرا انٹرویو لے چکے تھے ' میں سارا سامان پیک کر چکی تھی ' بنک سے فارن ایکسچینج لے چکی تھی کہ ایک دن پہلے ' ۲۴ تاریخ کی دوپہر کے بعد ------ اچانک اپنے کمرے میں گر گئی ------ تقریباً ایک فٹ کی اونچائی سے ------ پیٹھ کے نچلے حصے کا ماس اندر سے پھٹ گیا ------ کہ پاؤں کے بل کھڑا ہونا بھی مشکل ہو گیا.....

اس حادثے کی تہہ میں چھپا ہوا ' جو کوئی قدرت کا راز ہے ' تو شاید کبھی نہ جان سکوں گی ۔ لیکن یہ اس طرح ہے جیسے کسی قوت نے اپنے کسی ہاتھ کی حرکت سے یہ حادثہ کروایا ہو ...... کیا کسی مبارک سے روکنے کے لئے ؟ یا کسی نحوست سے روکنے کے لئے ؟

اس وقت بڑی شدت کے ساتھ ' اسی مہینے کے دوسرے ہفتے میں دیکھے ہوئے دو سپنے یاد آئے ۔ معلوم نہیں ' ان کا کوئی تعلق اس حادثے سے ہے یا نہیں ' لیکن یاد آ رہے ہیں ۔

دونوں میں سے ایک سپنا یہ تھا ------ کہ میں کسی عمارت کی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی ' کسی فلیٹ کا دروازہ کھٹکھٹانے کے لئے ' وہ فلیٹ کس کا تھا ؟ میں کیوں اس کا دروازہ کھٹکھٹانا چاہتی تھی ؟ یہ معلوم نہیں ۔ لیکن اس کے دروازے پر تین کتے سوئے ہوئے دیکھے ' جن میں سے ایک بہت بڑا معلوم ہوتا تھا ' دو چھوٹے ۔ ایک خوف سا آیا ------ کہ دروازہ کھٹکھٹانے سے یہ کتے جاگ پڑیں گے ...... اس لئے جلدی سے سیڑھیاں اترنے لگی تھی ۔ لیکن سیڑھیوں میں ہی اچانک میری پیٹھ والی طرف سے ' میرے اوپر اس کتے نے حملہ کر دیا تھا ' بائیں کندھے پر سے ' اور ساتھ ہی اپنا ایک پنجہ آگے کر کے ' میری بائیں آنکھ پر رکھ دیا تھا ------ جس سے میں چیخ سی پڑی تھی ------ ہائے میری آنکھ گئی ....

جاگی ------ تو حیران تھی کہ مجھے کبھی کوئی بھیانک سپنے نہیں آتے ------ یہ سپنا کون سی تقدیر کا ' یا کون سے حادثے کا اشارہ ہے ؟

ایک فکرمندی میں تقریباً ایک ہفتہ گزرا تھا کہ ایک اور سپنا دیکھا ------ میرے بڑے کمرے میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ۔ کون تھے ------ معلوم نہیں ۔ لیکن اتنے میں ایک کوئی آیا ' سر سے پاؤں تک گیروے کپڑے پہنے ' جو پہلے کمرے کے صوفے پر بیٹھ گیا ' پھر کہنے لگا ------ اوپر چھت پر چلو !

میں اور باقی کے ' کمرے کے لوگ ' سارے اس سادھو کے کہنے پر ' گھر کی چھت پر چلے جاتے ہیں ۔ دیکھا ------ وہاں وہ بڑا سا ' چتکبرے بالوں والا کتا کھڑا ہوا تھا ' جس نے ہفتہ بھر پہلے مجھ پر حملہ کیا تھا ۔ اور دیکھتی ہوں کہ وہ سادھو اس کتے کو پکڑ کر ' چھری

سے اس کو کاٹ دیتا ہے.......

فرش پر لہو ماس سا بکھرنے لگا تو دل میں سوچا ------ یہ سادھو اس طرح کیوں کر رہا ہے؟ کیا کُتّے کو کاٹنے سے اس کے دل میں کراہت نہیں آ رہی؟

پھر جاگ پڑی تھی ------ لیکن دونوں سپنوں کے بھید سے کوئی تار گرفت میں نہیں آ رہا تھا۔

۲۴ ستمبر کے حادثے کے بعد، جب دواؤں اور سینک کے حوالے ہو گئی، تو سپنا آیا ------ پریذیڈنٹ ہاؤس سے بھی بڑی کوئی عمارت ہے ------ بہت بڑی شاہی عمارت، جہاں کوئی بہت بڑی دعوت ہو رہی ہے۔ اس عمارت کی چھت پر کئی لوگ ہیں، اور مٹھائیوں کے میز سجے ہوئے ہیں۔ میں چائے کا ایک پیالہ بنانے لگتی ہوں کہ اچانک اندرا جی مجھے ایک پلیٹ دیتی ہیں ------ کہتی ہیں، کچھ مٹھائی بھی کھا لو!

میں پلیٹ پکڑ لیتی ہوں، اور میز کی بھری پلیٹوں میں سے، دو ٹکڑے اپنی اس پلیٹ میں رکھ کر کھاتی ہوں۔ ایک میٹھا ٹکڑا ہے، ایک نمکین۔

اتنے میں اندھیرا چھانے لگتا ہے، اور اندرا جی کہیں دکھائی نہیں دیتیں۔ سوچتی ہوں ------ اب گھر جانا ہے۔ لیکن جب گھر جانے کے لئے اس عمارت کے باغات میں سے گزرتی، بیرونی گیٹ کو ڈھونڈنے لگتی ہوں، تو وہ نہیں ملتا۔

اسی فکرمندی میں ایک عورت کہتی ہے "میں دفتر کی گاڑی میں تمہیں گھر بھیج دوں گی۔ میرے ساتھ آؤ! ڈرائیور کو ڈھونڈ لیں!"

وہ مجھے پانچ چھ چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں اتار کر، زمین دوز جیسی ایک جگہ پر لے جاتی ہے، جہاں لوہے کے دروازے کے پیچھے مشینیں چل رہی ہیں، جن میں سے تیل کی پھواریں اُڑ اُڑ کر، باہر سیڑھیوں تک پڑ رہی ہیں۔

وہ عورت کہتی ہے ------ ڈرائیور کو یہاں ہی ہونا چاہئے تھے، لیکن کہیں ہے نہیں۔ میں لوہے کے دروازے سے ذرا سا پیچھے ہوتی ہوں کہ وہ تیل کی بُوندیں میرے کپڑوں پر نہ پڑ جائیں.......

پھر دیکھتی ہوں ------ وہ عورت، جو ابھی میرے ساتھ وہاں آئی تھی، وہ کہیں نظر نہیں آتی۔ میں وہ چھوٹی چھوٹی پانچ سات سیڑھیاں چڑھ کر باہر آنا چاہتی ہوں

----- لیکن آگے ایک بہت ہی لمبا سا آدمی کھڑا ہے ----- جیسے راستہ روک کر کھڑا ہو......!

ایک گھبراہٹ آتی ہے کہ اگر یہ آدمی مجھے یہاں مار دے 'تو دو قدم دور تک بھی' میری آواز کوئی نہیں سن سکے گا......

اس گھبراہٹ سے جاگ پڑتی ہوں ----- لیکن یہ شاید آدھی رات کا وقت تھا' میں کچھ دیر کے بعد پھر سو گئی تھی' تو دیکھا تھا ----- کوئی دو بھلے سے نظر آتے جوان لڑکے تھے' لیکن ان کے کمرے میں فرش پر بہت کچھ بکھرا ہوا تھا۔ اس وقت امروز بھی میرے ساتھ تھا۔ میں ان لڑکوں سے پوچھتی ہوں ----- یہ فرش پر کیا بکھیرا ہوا ہے؟
----- وہ ہنس کر کہتے ہیں ----- یہاں ہم بم بناتے ہیں' اس لئے کچرا بکھرا ہوا ہے۔
اور میں خاموش سی امروز کی طرف دیکھتی ہوں ----- جس کا مطلب ہے کہ ہم کو کسی طرح یہاں سے چلے جانا چاہئے..... یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ یہ ہمارا شہر نہیں ----- میں اور امروز کسی اور شہر آئے ہوئے ہیں.......

یہ چاروں ----- ایک مہینے کے دوران آئے سپنے میری گرفت سے باہر ہیں۔

میرے حادثے کی خبر سن کر شری ست پتھی آئے اور میرے سپنوں کو انیلیسز کر کے کہنے لگے ----- "پہلا سپنا' کتے کے جھپٹنے والا کسی اس حادثے کا اشارہ تھا ----- جو سفر کے دوران ہونا تھا۔ وہ کتا کرک کے منگل کا عکس ہے' جس میں کیتو کا اثر شامل ہے۔ کیتو سفر کی بات کرتا ہے' اور کرک کا منگل' نیچ کا ہو کر' کسی حادثے کی۔ اور دوسرے سپنے میں جو سادھو آیا' وہ اچ کا برہسپت تھا' کرک کا برہسپت۔ اس نے نیچ کے منگل کو کاٹ دیا ----- اور آپ کو اس چوٹ کا حادثہ دے کر' کسی بڑے حادثے سے بچا لیا۔ سفر سے روک لیا۔ برہسپت کا آکر منگل کو کاٹ دینا ----- بڑا مبارک سپنا ہے۔

اور دوسرے دونوں سپنوں کی بات کرتے وہ کہنے لگے ----- اندرا جی کا خاص طور پر آپ کو پلیٹ دینا اور مٹھائی کھانے کے لئے کہنا مبارک ہے' لیکن آگے گھر جانے کا راستہ نہ ملنا' اور کسی کا' راستہ روک لینا' اور ساتھ ہی بم بنانے والی جگہ کو دیکھنا مبارک نہیں۔

سامنے تین سفر تھے ----- ۲۵ ستمبر کو فرینکفرٹ جانے کا' ۲۰ - ۲۲ اکتوبر کو۔

بلغاریہ جانے کا' اور پھر ۲۰ نومبر کو فیض فاؤنڈیشن کی طرف سے آئے بُلاوے کے لئے پاکستان جانے کا۔ لیکن شری ست پتھی نے کہا ------- کہ تینوں سفر نہیں کرنے۔ پہلا تو حادثے سے رک ہی گیا ہے' مگر اگلے دو بھی نہیں کرنے......

پہلی اکتوبر کو آچاریہ راج آئے' میرے حادثے کی خبر سن کر۔ اور ان سپنوں کے بارے میں کہنے لگے ------ "سپنوں کا ٹھیک وقت معلوم نہیں' اس لئے ان کے پھل کا ٹھیک وقت تو نہیں بتا سکتا' لیکن یہ بتا سکتا ہوں کہ پہلا سپنا کسی بھیانک حادثے کا اشارہ تھا' اور تین کتے' تین سفر کے اشارے تھے۔ جن میں سے پہلا سفر فرینکفرٹ والا اصل خطرے سے بھرا ہوا تھا' دوسرے دو معمولی تھے۔ لیکن دوسرا سپنا بہت ہی مبارک ہے۔ بربہیت نے خود آکر جادو کا استعمال کیا ہے۔ جادو کے عمل میں جو ماس' پرشاد کے طور پر دیا جاتا ہے' وہ یا تو ہاتھی کا ماس ہوتا ہے' یا گھوڑے کا' یا کتے کا۔ یہ تینوں قسم کے ماس "مہاماس" ہوتے ہیں۔ اور کسی جانور کا ماس پرشاد کے طور پر نہیں دیا جاتا۔ بربہیت نے کتے کا ماس پرشاد کے طور پر دیا ہے..... بہت ہی مبارک سپنا ہے۔ اور ساتھ ہی اس بات کا اشارہ کہ اب آپ کو سپنے میں کوئی کتا کبھی پریشان نہیں کرے گا۔ بربہیت نے اس کو دھتکارا یا بھگایا نہیں' مار دیا ہے......

اور اگلے دو مہینوں میں سے صرف آدھے سپنے کے بارے انہوں نے کہا کہ اندرا جی کا آپ کو پلیٹ پکڑانا اور مٹھائی کھانے کے لئے کہنا کسی بڑے ہی مبارک واقعہ کا اشارہ ہے ----- جو کچھ مہینوں میں بھی سچ ہو سکتا ہے' یا ایک دو برسوں میں۔

اور باقی کے آدھے سپنے کے بارے میں انہوں نے کہا ------- یہ کسی پریشانی کے آنے کی خبر ہے......

اس سے اگلے دن ۲ اکتوبر کو میرے حادثے کی خبر سن کر پنڈت کرشن آشانت آئے۔ انہوں نے تمام سپنوں کا انیلیسز وہی کیا ----- جو شری ست پتھی اور آچاریہ راج نے کیا تھا' لیکن ایک بات نئی کہی "سپنے میں تیل کا نظر آنا یا اس کے چھینٹے پڑنے' یا تیل کا بدن پر ملنا بہت ہی نحوست ہوتا ہے...... آپ نے اُڑتی چھینٹوں سے دور ہو کر' چاہے کپڑوں کو بچانے کی کوشش کی' بچا بھی لئے' تب بھی تیل کے چھینٹوں کا اُڑ اُڑ کر پڑنا مبارک نہیں ہو سکتا......

اور وہ کہنے لگے ــــــ جب تک شنی ورشچک میں ہے، منگل کی راشی میں، اور جب تک منگل مکر میں ہے، شنی کی راشی میں، ان میں گھر سے باہر جاتے، اس طرح کے خطرات بنے رہیں گے......

درد ابھی بھی کافی ہے ــــــ سیڑھی نہیں اُتر سکتی، حکیم صاحب بھی کہتے ہیں ــــــ سفر نہیں کرنا، اس لئے آج بلغاریہ جانے سے انکار کر دیا ہے، لیکن ابھی نومبر میں پاکستان جانے سے انکار نہیں کیا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ سفر بھی نہیں ہو سکے گا۔

آج ــــــ ۵ اور ۶ اکتوبر کی رات جس پیارے سے سپنے سے جاگ کر، رات کے ایک بجے سے لے کر یہ سب کچھ لکھ رہی ہوں۔ وہ سپنا ہے کہ کوئی قوت مجھے شفا کی بخششیں دے رہی ہے۔ کہہ رہی ہے ــــــ "تم جس کے بھی بیمار حصے کو چھو لو گی، وہ حصّہ تندرست ہو جائے گا" ــــــ اور میں آگے سے کہتی ہوں "اگر بخششیں دینی ہیں تو یہ دو کہ میں لوگوں کے اندر سے ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگا سکوں! بڑی طاقتوں والے بڑے ملکوں کے اندر بھی جو ان کا ضمیر سو گیا ہے، میں ان کو جگا سکوں" ــــــ اور آگے سے وہ ہنس پڑتی ہے، کہتی ہے ــــــ "تمہارا یہ مطالبہ بہت بڑا ہے......"

۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء

کالا بھینسا

رات، ابھی سوئی تھی، کہ خوفزدہ ہو کر جاگ پڑی۔ دیکھا ــــــ ایک کالا بھینسا میرے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ میں راستہ بدل کر گزرتی ہوں، لیکن آگے کھلا میدان آ جاتا ہے، اور وہ پاگلوں کی طرح سر مارتا، میرے اتنا قریب آ جاتا ہے..... تب بھی دور سے دیکھ رہی ہوں کہ وہ خونخوار جیسا ہو کر، اس میدان میں دوڑ رہا ہے.....

جاگی ہوں، تو ابھی رات کے ۱۰ بج کر ۱۵ منٹ ہوئے ہیں......

۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶ء

تین جانور

عجیب سپنا دیکھا ہے۔ صبح کاذب کے ۴ بجے ہیں......

دیکھا ـــــ کوئی بہت بڑا مکان ہے ' میرا ہے ۔ لیکن یہ اب والا میرا مکان نہیں ۔ راج مزدور لگے ہوئے ہیں ۔ گھر کے پچھلے حصے والا کام ختم کر چکے ہیں ' لیکن جگہ جگہ ابھی بھی سامان بکھرا پڑا ہے ' کہیں سیمنٹ کی بوریاں ہیں ' کہیں تسلے ' کہیں لکڑی کی سیڑھیاں ۔

میں بے صبری سی ہو جاتی ہوں ' تو بڑا مستری کہتا ہے ' بس ابھی سب کچھ سنبھال لیں گے ۔ سارا کام ہو گیا ہے ' صرف سونے کی نقاشی کا کام باقی ہے ......

پھر دیکھا ـــــ وہ اگلے حصے کی ایک دیوار اُونچی کر رہے ہیں ......

میں اور امروز سارے گھر کی صفائی کر رہے ہیں ۔ بہت ہی بڑا گھر ہے ۔ ہم فرش دھو رہے ہیں ' اور ہر چیز دھو کر رکھ رہے ہیں ـــــ ہانڈیاں ' توے ' پتیلے ......

امروز کہتا ہے ـــــ میں تمہارے لئے ۱۸ قیمتی تحفے لایا ہوں ' ایک جیسے ۔ اگر بانٹنا چاہو تو بانٹ دینا ...... کہتی ہوں ـــــ تحفے دکھاؤ ! لیکن امروز کہتا ہے ـــــ پہلے گھر کو صاف کر لیں ! اس کوڑ کباڑ میں وہ کہاں رکھیں گے ......

صفائی کرتے دیکھتی ہوں کہ ایک لکڑی کی چوکی کے نیچے ایک جانور منہ چھپا کر بیٹھا ہوا ہے ۔ لیکن دیکھتی ہوں کہ ایک طرف ایک چھوٹا سا چُوہا مر رہا ہے ' اور ایک چھوٹا سا جانور ہے وہ بھی فرش پر پڑا مر رہا ہے ......

میں گھبرا کر امروز کو دکھاتی ہوں ' وہ کہتا ہے ـــــ میں ابھی ان کو باہر پھینک دیتا ہوں ' تم پانی لاؤ ' یہ ساری جگہ ہم دھو دیں گے ......

اتنے میں دیکھتی ہوں کہ ـــــ چوُلہے پر پڑا دودھ کا پتیلا اُبل جاتا ہے ' جس میں سے بہت سارا دُودھ باہر گر جاتا ہے ......

اس سے گھبرا کر مجھے جاگ آ جاتی ہے ......

بدلاں دے محلیں میرا سورج ستا جتھے بوہا بلباری نا پوڑی
تے صدیاں دے ہتھاں نے ڈنڈی جو لیکی او سوچاں دے پیراں نوں سوڑی......

انصاف کی روح کا دیدار

دیکھا ------ میں عدالت کے ایک کمرے میں گئی ہوں ' کمرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے ' لیکن سامنے منصف کی کرسی پر ایک عورت بیٹھی ہوئی ہے .....

سپنے میں ہی سوچتی ہوں کہ میں نے منصف کو کبھی دیکھا تو نہیں ہوا ' لیکن جو نام سنا تھا ' وہ کسی مرد منصف کا تھا ' پھر اس کرسی پر ایک عورت کیوں بیٹھی ہوئی ہے .....

اتنے میں دیکھتی ہوں کہ سارے لوگ کمرے سے چلے گئے ہیں ' میں وہاں اکیلی ہوں ' اور ساتھ ہی دیکھا کہ منصف کی کرسی پر بیٹھی ہوئی عورت نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا ہے۔

میں اس کے پاس گئی ' تو وہ کہنے لگی ------ تم یہی سوچ رہی تھی نا کہ ایک مرد جج کی کرسی پر میں کس طرح بیٹھی ہوئی ہوں ؟

میں اس کی طرف دیکھنے لگی ' کہا ------ ہاں ! یہی سوچ رہی تھی .....

وہ مسکرا پڑی ' کہنے لگی ------ میں انصاف کی روح ہوں ...... (یہ فقرہ اس نے انگریزی میں کہا تھا آئی ایم دی سول آف دی جسٹس .....)

اور اس حیرانی کے ساتھ مجھے جاگ آ گئی......

۱۳ اپریل ۱۹۸۴ء کی رات

سنگِ مرمر کا فرش

سپنے میں ایک الماری دیکھی، جس کا ایک خانہ اتنا میلا نظر آیا کہ میں کپڑا لے کر اس کو پونچھنے لگی۔ اس کو پونچھتے پونچھتے دیکھا کہ وہاں سفید سنگِ مرمر لگا ہوا ہے، جو چمکنے لگا ہے......

۱۸ اگست ۱۹۸۴ء

عدالت کی چھت

گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی، جب دیکھا کہ کوئی بہت بڑی عمارت ہے، اور میں اس عمارت کی چھت پر کھڑی ہوں......

وہاں کاغذوں کے اتنے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں کہ میں ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر ساری چھت پر جھاڑو دینے لگتی ہوں.....

اور پھر دیکھتی ہوں کہ یہ تو عدالت کی عمارت ہے......

۱۹ اگست ۱۹۸۴ء۔ آدھی رات کا وقت

آباؤ اجداد۔ ملاقات

۱۹ اگست والے سپنے سے جاگ کر، میں پھر سو گئی تھی، جس وقت دیکھا کہ عدالت کی جس چھت پر میں جھاڑو دے رہی تھی، وہاں میرے والد صاحب اچانک آ گئے ہیں، اور میرے قریب ہو کر کہتے ہیں ---- "فکر نہیں کرنا....." میں آگے سے کچھ کہنے لگی تھی کہ دیکھا ---- کہ وہ دیوار کی دوسری طرف چلے گئے ہیں.....

پھر دیکھا ------ وہاں کوشلیا آئی ہے ۔ سپنے میں ہی احساس ہوتا ہے، کہ وہ میرے تاؤ کی ایک ہی ایسی بیٹی تھی، جب زندہ تھی، تو مجھے ہر حال میں پیار کرتی رہی ......

اور اچانک کوشلیا نے میرے قریب آکر اکٹھی دو انگوٹھیاں میری ایک انگلی میں پہنا دیں ۔ ایک انگوٹھی میں ایک بہت بڑا موتی تھا، اور دوسری موٹے موٹے نگینوں سے جڑی ہوئی ......

میں نے کہا ------ یہ بہت قیمتی تحفے ہیں، اگر دینا ہے، تو صرف ایک نگینے والی ایک انگوٹھی دے دو!

آگے سے وہ بڑے ہی موہ کے ساتھ کہتی ہے ------ نہیں، یہ دونوں تمہارے لئے ہیں ۔ آج یہ تمہیں دے کر میں بڑی خوش ہوں ...... ان الفاظ کی حیرانگی میں تھی کہ جاگ آ گئی ۔

۱۹ اگست ۱۹۸۴ء صبح سویرے

شکر پلینٹ

دیکھا ------ میں کسی اور پلینٹ پر آ گئی ہوں ۔ احساس سا ہوتا ہے کہ یہ شکر کا ہے ......

میرا دل ایک پھول جیسا ہلکا ہو گیا ہے، اور میں ایک اچنبھے میں بھری ہوئی، دور میلوں تک نظر آ رہے سبز میدان کو دیکھ رہی ہوں ......

بہت دور کچھ سفید سے سائے نظر آ رہے ہیں، اور کچھ نہیں ۔ کوئی میرے قریب نہیں، لیکن ایک آواز آتی ہے کہ اس پلینٹ پر انٹرنیشنل کورٹ کی طرح انٹرپلینٹ کورٹ ہے ......

سامنے کوئی نہیں، لیکن ہوا کو ہی جیسے مخاطب ہو کر کہتی ہوں ------ "وہ کہاں ہے؟ میں نے وہاں کچھ کہنا ہے ......"

آگے سے آواز آتی ہے ------ نمبر کیا ہے؟

میں نمبر بتاتی ہوں، اور اپنی آواز سے ہی جاگ پڑتی ہوں ...... ۶ جون ۱۹۸۵ء

معنی - دیدار

رات کا معلوم نہیں کون سا پہر تھا' جب سپنے میں دیکھا کہ میں کاٹوے یوگی کی ایک کتاب پڑھ رہی ہوں۔ پھر پڑھتے پڑھتے اتنا اندھیرا ہو جاتا ہے کہ کتاب کے حروف نظر نہیں آتے۔ لیکن میں پھر بھی وہ کتاب پڑھ رہی ہوں اُونچا بول کر' جیسے کسی کو سُنا رہی ہوں.....

اور سپنے میں ہی حیران ہوتی ہوں کہ میں اندھیرے میں اس کتاب کو کس طرح پڑھ رہی ہوں؟

پھر سپنے میں ہی ایک دیا جلاتی ہوں' اور دیکھتی ہوں کہ میں جو کچھ بول رہی تھی' ٹھیک وہی کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے.....

۳۰ اپریل ۱۹۸۵ء

ذہنی علاج

پیرس سے بلاوا تھا ---- ایک میٹنگ کے لئے' اس لئے آئی تھی ----
اور آج رات ہوٹل میں سوئی ہوئی کو یہ سپنا آیا ہے کہ ظلم اور تشدّد جیسے بھیانک خیالات والے لوگوں کا علاج سائنس نے ڈھونڈ لیا ہے۔ اور اس علاج سے وہ ذہنی بیماریوں والے لوگوں کو تندرست کر رہے ہیں۔
اور دیکھتی ہوں ---- کہ لوگوں کے چہرے اب کھلے ہوئے پھولوں کی طرح ہو گئے ہیں .....

۲۹ مئی ۱۹۸۵ء

الٰہی دیدار

۱۹۸۵ء کے ۲۳ ستمبر کی رات تھی' جب ایک سپنے نے میری آنکھوں کے آگے ایک جادو بچھا دیا.....

دیکھا ----- سامنے بھرگو سنت بیٹھے ہیں ۔ ان کے سامنے اتنے بھوج پتر پڑے ہوئے ہیں' کہ آخر دکھائی نہیں دیتا ۔ وہاں ہون کا دھواں بھی دکھائی دے رہا ہے' اور اس کے قریب بیٹھے شکر بھی.....

اس وقت بھرگو سنت شکر کو بتا رہے ہیں ----- "اس نسل کو جو بددعا لگی تھی' وہ دس پیڑھیوں تک چلے گی......"

میں ----- کچھ فاصلے پر کھڑی ہوں ۔ اور جب یہ الفاظ سنتی ہوں' سمجھ جاتی ہوں کہ یہ میرے باپ کی نسل کی بات ہے.....

پھر سنتی ہوں' شکر پوچھ رہے ہیں ----- "اس وقت کون سی پیڑھی ہے ؟"

بھرگو جواب دیتے ہیں "اس وقت نوویں پیڑھی ہے ۔ آگے دسویں پیڑھی میں ایک مرد ہو گا' بہت عالم ۔ لیکن اس کو بھی دولت شہرت کچھ نہیں مل سکے گا' بلکہ جو کچھ وہ وراثت سے حاصل کرے گا' وہ بھی چھوڑ دے گا....."

شکر کی آواز سنائی دیتی ہے ----- پھر آگے گیارہویں پیڑھی میں ؟

پھر بھرگو کی آواز سنائی دیتی ہے ----- "گیارہویں پیڑھی میں بیٹے کا جنم نہیں ہو گا' ہو گا' مگر وہ رہے گا نہیں ۔ وہ پیڑھی اس عالم آدمی کی بیٹی سے چلے گی ۔ اور اس وقت یہ نسل بددعا سے آزاد ہو جائے گی ۔" اس وقت میرے روئیں میں ایک کپکپی سی اتر جاتی ہے ۔ میں وہاں کھڑی ہوں' سن رہی ہوں' لیکن نہ شکر میری طرف دیکھ رہے ہیں' نہ بھرگو کوئی اشارہ کر رہے ہیں' لیکن مجھے یقین ہوتا ہے کہ اس وقت وہ میری بات کر رہے ہیں......

پھر شکر بے خیالی میں ----- بھرگو سے پوچھتے ہیں ----- "اس نسل کو لگی ہوئی بددعا' اس لڑکی کو کوئی دکھ نہیں دے گی ۔"

اور آگے سے بھرگو کہتے ہیں ----- "دے گی ۔ کئی طرح کے دُکھ دے گی ۔ وہ یتیم رہ جائے گی' لیکن اس کو کئی حصول ہوں گے ۔ اور جس عورت کی بددعا سے اس

دیکھا ----- میری چڑھتی جوانی کی عمر ہے' اور میری ماں نے میری شادی کے لئے کوئی آدمی منتخب کیا ہے ۔ اس وقت کوئی میری عمر کی لڑکی ہے' جو میری ماں کو کہتی ہے ----- "اس کی شادی اس کی مرضی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا......"

اس وقت میں ہنس کر کہتی ہوں ----- ماں! میں جس کو ڈھونڈتی تھی، ڈھونڈ چکی ہوں......

وہ پوچھتی ہے ----- وہ کون ہے؟

میں سامنے آسمان کی طرف اشارہ کرتی ہوں ----- جہاں سب کو کرشن کی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور پھر کرشن کی صورت کبھی امروز کی ہو جاتی ہے، کبھی کرشن کی......

۲۰ جولائی ۱۹۸۵ء

ایک آرزو

دیکھا ----- ایک جنگل ہے، جہاں ایک بڑے سے درخت پر صرف ایک پھول کھلا ہوا ہے، جو بہت ہی بڑا، سفید اور انوکھا دکھائی دیتا ہے......

ساتھ ہی دیکھتی ہوں ----- کہ اس درخت کے ساتھ کے درخت کے نیچے ایک سنیاسی بیٹھے ہوئے ہیں، جو مجھ کو دیکھ کر بخشش کے انداز میں اپنا ہاتھ آگے کرتے ہیں، اور کہتے ہیں ----- "آج میں نے تمہیں ایک روحانی قوت عطا کرنی ہے......"

میں اس سنیاسی کا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیتی ہوں، اور کہتی ہوں ----- "آپ کی اس قوت سے میں ایک ہی مراد مانگتی ہوں کہ جو لوگ مجھے دکھ دے رہے ہیں، میں ان سے آزاد ہو جاؤں میں بہت تھک گئی ہوں......"

۱۶ ستمبر ۱۹۸۵ء

بھوگ درشن

نسل کو دس پیڑھیاں تکلیف برداشت کرنا پڑی، پھر اس عورت کی آتما جنم لے گی، اور اس چھوٹی سی بچی کو ----- اس نسل کی وہ عورت انتہا کا پیار بھی کرے گی، اور اس کو اپنی جائیداد بھی دے گی ----- اور اس طرح یہ نسل بددعا سے آزاد ہو جائے گی......"

بس ----- یہ آخری الفاظ میرے کانوں میں ہیں، جب وہ انوکھا منظر غائب ہو گیا تھا......

گنیش درشن

دوپہر کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا' جب دہلی سے بھوونیشور جاتے' ہوائی جہاز میں ہلکی سی نیند آگئی۔

آنکھوں کے سامنے ٹھیک وہی صورت آکر کھڑی ہو گئی' جو میں نے ۱۹۸۳ء میں ۳ اکتوبر کی رات دیکھی تھی' کہ آدم قد سے بہت بڑے کسی آدمی کی صورت ہے' جس کے منہ ماتھے پر امبر بیل چڑھی ہوئی ہے۔ اس کی ناک' اس کے کان' اس کی آنکھیں سب کچھ امبر بیل میں لپٹا ہوا ہے۔ اور اس کی پیٹھ اور چھاتی کی طرف سے' وہ بیل اس طرح لپٹی ہوئی ہے' کہ اس کے دونوں کندھے اس میں جکڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اس وقت یہ بھیانک صورت اکیلی دکھائی دی تھی' لیکن آج دیکھا کہ اس کے پہلو میں گنیش کھڑے ہیں' اور وہ اپنی ہاتھی سونڈ دائیں طرف موڑ کر' اس جن جیسے دکھائی دے رہے آدمی کو اپنی سونڈ میں لپیٹ کر توڑ رہے ہیں.....

۲۳ نومبر ۱۹۸۵ء

رات کُڑی نے دعوت دِتّی -----
تارے جیکن چول چھڑیندے کس نے دیگاں چاڑھیاں.....

کھیر کے تھال

آج صبح کاذب کا وقت تھا، تقریباً چار بجے کا، جب میں نے سپنے میں کوئی گرہ چال دیکھی، اور ساتھ ہی دیکھا کہ میں نے بہت ساری کھیر پکا کر بڑے بڑے تھالوں میں ڈالی ہے......

پھر ایک حیرانی سی میں میری نیند ٹوٹ گئی۔ لیکن گھڑی کا وقت دیکھ کر میں نے پھر سونا چاہا اور بہت جلدی پھر نیند آ گئی۔

پھر تقریباً ساڑھے چھ بجے کا وقت تھا، جب میں جاگی، تو احساس ہوا ------ ابھی میں نے چاند کے سائز جتنا ایک، مکھن کا پیڑا تھالی میں رکھا تھا، سب کو بانٹنے کے لئے، وہ کہاں ہے......

جاگ کر بھی کتنی دیر تک وہ مکھن کا بڑا سارا پیڑا آنکھوں کے سامنے آتا رہا، اور ساتھ ہی انگلیوں کے وہ نشان، جو میں نے اس پیڑے پر دیکھے تھے......

۳۰ دسمبر ۱۹۸۵ء

ایک آواز

۱۹۸۶ء کے فروری مہینے کی ۵ تاریخ تھی، رات کا پچھلا پہر، جب دیکھا کہ کئی کاغذ ہیں، جن پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ لیکن جو کچھ لکھا ہوا ہے، اس کا کچھ بھی میری گرفت میں نہیں آ رہا.......

کئی سوال دل میں اٹھ رہے تھے کہ ایک غیبی آواز آئی۔ یہ سارے کاغذ ترتیب سے رکھ دو! ایک دن یہ تمہارے ساتھ باتیں کریں گے.......

سُورج پوجا

دیکھا------ کچھ مہاتما پُوجا کر رہے ہیں۔

وہ کس کی پُوجا کر رہے ہیں، مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا۔ لیکن دل میں کسی خطرے کا احساس سا ہوتا ہے، اور میں ان کے قریب جا کر کہتی ہوں------ سورج کی پوجا کرو! اور سارے ملک کے لوگوں کی خیریت کی آرزو کرو!

۱۲ فروری ۱۹۸۶ء۔ صبح سویرے

نانک درشن

(ساٹھ برس لمبا ایک تار)

۱۹۸۶ء کے ۱۰ مارچ کی اک سویر تھی، جب ایک فقیر کا دیدار ہوا۔ اس کی بھری جوانی کی عمر تھی، چہرہ کچھ گولائی پر، رنگ بڑا ہی نکھرا ہوا، اور چہرے پر ایک کِھلے ہوئے پھُول کا اثر تھا۔ گلے میں ایک سفید چولا تھا، لیکن سر پر سبز رنگ کا پٹکا باندھا ہوا۔ اور ساتھ ہی موٹے کالے منکوں کی ایک لمبی مالا تھی، جو اس کے گلے میں پہنی نظر آتی تھی۔

سپنے میں ہی سوچتی ہوں------ کوئی مسلمان فقیر دکھائی دیتا ہے، لیکن یہ کون

ہے؟ اور میں سپنے میں ہی، صوفی فقیروں کی جو صُورت کہیں پڑھی سنی ہوئی تھی، ان ذہنی صُورتوں کے ساتھ، اس کی صُورت ملا کر دیکھتی ہوں، لیکن کوئی پہچان نہیں ملتی۔

اور اتنے میں اس کے پہلو کی طرف کھڑے گورو نانک کی وہ صُورت سامنے آتی ہے، جو میں نے تصویروں ------ کیلنڈروں میں دیکھی ہوئی ہے۔ اور ساتھ ہی ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ نانک نے میری پہچان میں پڑی ہوئی اپنی صورت مجھے اس لئے دکھائی ہے کہ میں اس جوان فقیر کو پہچان لوں، کہ وہ نانک کی ہی صورت ہے، جوان عمر کی۔

پچھلے مہینے ۲۲ فروری کی دوپہر راجستھان کے ایک عالم شری گوبند شاستری کی تقریر تھی، جو ہندوستان کے مانے ہوئے جادوگر کوی راج گوپی ناتھ کے نام سے شروع کی گئی "تقریر مالا" کی پہلی کڑی تھی۔ وہ تقریر سننے گئی تھی۔ اور اس کے تین دن بعد جب ۲۵ تاریخ کو شری گوبند شاستری میرے گھر آئے تھے، تو ان سے میں نے ایک سوال پوچھا تھا ------ "کسی بھی دیوی دیوتے کی صورت جو کبھی سپنے میں دکھائی دیتی ہے، وہ انسان کا صرف حرارتی تصوّر ہوتا ہے یا کچھ اور بھی......؟" تو انہوں نے کہا تھا "سپنے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک، وہ جو انسان کے اپنے تصوّر کو ہی مجسم کر دیتے ہیں، اور ایک وہ، جن میں، کوئی دیوی قوتیں اپنا کوئی اشارہ دینے کے لئے کوئی عکس اختیار کرتی ہیں۔ زیادہ تر انسان کے پہچانے ہوئے عکس، اور کئی بار ایسے، جو دیکھنے والے کی پہچان میں نہیں ہوتے......"

اور آج ۱۰ مارچ والے سپنے کے بعد میرے شعوری دل کو احساس ہوا کہ یہ سپنا محض میرا حرارتی تصوّر نہیں ہو سکتا۔ گورو نانک کی جوان عمر کی کوئی تصویر نہیں، جس کے آسرے میرا تصوّر کوئی صُورت تراش سکتا۔ میں نے ضرور اس صُورت کا دیدار پایا ہے، جو نانک کی ابتدائی عمر کی صُورت تھی......

میں کتنی دیر اس اچنبھے کی اوس میں بھیگتی رہی۔ اور پھر جب امروز کو یہ صبح سویرے والا سپنا سُنایا، تو سناتے سناتے، بھُولی ہوئی یاد جیسی ایک بات یاد آئی کہ جب میں بہت چھوٹی ہوتی تھی، تو میرے باپ روزانہ رات کو دس منٹ یکسُو دل ہونے کی مجھے تربیت دے رہے تھے، تو میری توجہ کو کوئی آسرا دے کر اس کو متوازن کرنے کے لئے، انہوں نے مجھے گورو نانک کی تصویر دکھائی تھی، کہ میں آنکھیں بند کر کے روزانہ رات

کو اس صُورت کو ذہن نشین کرلوں' تو دل کو ایک نقطے پر ٹھہرنے کا طریقہ آجائے گا۔ اور اس وقت میرے بچگانہ دل نے ایک عام سا سوال کیا تھا کہ جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں' وہ سارے گورو نانک کو بوڑھا کیوں بنا دیتے ہیں؟

آج ----- اس بات کو تقریباً ساٹھ برس گزر چکے ہیں۔ یہ ایک بھُولی ہوئی یاد جیسی بات تھی' جو یاد آئی' تو محسوس ہوا...... یہ ضرور میری ایک آرزو تھی' ساٹھ برسوں سے میرے اندر پڑی ہوئی' کہ میں گورو نانک کو ان کی جوان صُورت میں کیوں نہیں دیکھ سکتی۔ اور ضرور یہی آرزو تھی' جو مجھے بھُول گئی ہوئی تھی' لیکن کسی دیوی قوّت کو یاد تھی' اور اس نے اس سپنے کے ذریعے یہ پوری کی ہے......

نہیں جان سکتی کہ یہ کس طرح کا تار ہے' جس کا ایک سرا میرے آج کے ساتھ جڑا ہوا ہے' اور دوسرا' آج سے ساٹھ برس پہلے کی میری ایک آرزو کے ساتھ......

۱۰ مارچ ۱۹۸۶ء

نوواں پھُول

آج ۱۹۸۶ء کے ۱۸ مارچ کی دوپہر کے بعد ...ت اتنی ناساز تھی کہ دل میں آیا ----- ایک بار نیند آجائے' پُرسکون سو جاؤں' اور پھر جاگ نہ آئے۔ یہ جسم اب ساتھ نہیں دے رہا' اس لئے اس کا ساتھ چھُوٹ جانا چاہئے......

نیند آئی' لیکن بہت ہلکی سی' اس طرح جیسے یہ جاگ اور نیند کے درمیان کوئی حالت ہے۔ اس وقت دیکھا ----- سامنے ایک دروازے کی اُوپری چوکھٹ کے ساتھ ایک لالٹین لٹکی ہوئی ہے......

وہاں کچھ کہنے یا سننے والا کوئی نہیں' لیکن احساس ہوتا ہے ----- کہ اس لالٹین کی روشنی میں' جو کچھ' دروازے سے باہر کی طرف نظر آرہا ہے ----- وہ میرا پچھلا جنم ہے......

سامنے ایک دیوار دیکھی' پتھر کی' جس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ پُوری دیوار پر۔ لیکن وہ رسم الخط میرا پہچانا ہوا نہیں۔ اس لئے کوئی عبارت پڑھی نہیں جاتی......

پھر اس طرح محسوس ہوا ــــــ دوسری طرف ایک سمندر ہے ۔ لیکن اندھیرا اتنا ہے کہ پانی بھی نظر نہیں آتا ۔ وہاں ایک چھوٹے سے دائرے میں روشنی کا ایک ٹکڑا تیر رہا ہے ۔ جس میں ایک سنت کی صورت نظر آتی ہے ' صرف چہرہ ' جیسے وہ سنت اس پانی میں تیر رہا ہو......

پہچاننے کی کوشش کرتی ہوں تو ایک احساس سا ہوتا ہے کہ کچھ سال پہلے ' جب میں نے سپنے میں اپنا گزشتہ جنم دیکھا تھا ' تو باپ کی صُورت میں جس گورو دیو کو جنگل میں دیکھا تھا ' یہ وہی گورو دیو ہے ــــــ میرے قدیمی جنم کا باپ......

ساتھ ہی آنکھوں کے سامنے ایک بہت بڑا پردہ تن جاتا ہے ' جو پاری ذات کے پھُولوں کا بنا ہوا ہے ۔ اس کی بہت چھوٹی اور سفید پتیاں معلوم نہیں کس طرح آپس میں بنی ہوئی ہیں ــــــ جو ایک بہت بڑے پردے کی صورت اختیار کر گئی ہیں ۔ ساتھ ہی ان پھُولوں کی چھوٹی چھوٹی سرخ ڈنڈیاں ' اس میں جھولتی دکھائی دیتی ہیں ۔

ہوا میں تنا ساوہ پردہ سامنے ہے ' لیکن احساس ہوتا ہے کہ اس کے پار جو کچھ ہے ' وہ میرا پچھلا جنم ہے......

اتنے میں کئی دیوتاؤں کی صُورت نظر آتی ہے ۔ گنیش جی کی بھی ۔ لیکن وہ سارے مورتیوں کی طرح انہیں ' جیتے جاگتے دکھائی دیتے ہیں......

پھر ایک مندر نظر آتا ہے ' بہت چھوٹا سا ' جس کی تین دیواریں بھی نظر آتی ہیں ' اور سامنے والی دیوار پر سورج کی مُورتی بھی.....

وہ مورتی صرف ایک گول دائرہ ہے ' روشنی سے بھرا ہوا ' لیکن جس کی روشنی ــــــ متواتر ایک حرکت میں ہے...... میں بڑی موہت سی اس کی طرف دیکھتی رہتی ہوں......

پھر اس پردے کی طرف نظر جاتی ہے ــــــ جو پاری ذات کے پھُولوں کا پردہ ' آسمان میں جھول رہا ہے ۔ اس کے پار ایک کاغذ نظر آتا ہے ' جس کے اُوپر میری کنڈلی بنی ہوئی ہے ۔ میں اس کو غور سے دیکھتی ہوں ' تو پڑھتی ہوں کہ کنڈلی کے بارہ خانوں میں بارہ دفعہ امروز لکھا ہوا ہے.....

ہر خانے میں امروز لفظ پڑھ کر ہنس سی پڑتی ہوں کہ یہ تو وہی میری جنم پتری ہے '

جو پچھلے جنم میں، میں نے امروز کے عشق کی دیوانگی میں بنائی تھی........

پھر یہ سب کچھ غائب ہو جاتا ہے، صرف ایک خیال نظر آتا ہے، اور احساس ہوتا ہے کہ اس خیال میں انتہائی قوّت بھری ہوئی ہے........

میں اپنی تمام کتابیں اپنے سامنے رکھ کر، اس خلاء کی طرف دیکھتی ہوں، اور کہتی ہوں "لامحدود قوّت! اگن پران میں جو دیو پوجا کا طریقہ لکھا ہوا ہے، وہ پوجا آٹھ پھُولوں سے کرنی ہوتی ہے۔ وہ بھاو پشپ انسانی کردار کے آٹھ وصف ہوتے ہیں ----- آہنسا، اندری سنجم، دیا، شانتی، شم، تپ، دھیان اور ستیہ ----- لامحدود قوّت! میں تیری پوجا کے لئے آج نوواں پھُول بھی لائی ہوں۔ اس جنم میں، میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ میرا نوواں پھُول ہے تیری پوجا کے لئے.......

اسی حالت میں مگن سی ہو گئی تھی، جب معلوم نہیں کس طرح جاگ آگئی.

ایک سایہ

۱۹۸۶ء کے اپریل مہینے کے ابتدائی دن تھے، جب ایک رات سپنے میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا، جو میرے مطابق بھیانک تھا۔ جاگی تو اس طرح ڈری ہوئی تھی ----- کہ ڈائری میں اس سپنے کی تاریخ درج کرنا بھی بھُول گئی.........

سپنا تھا..... کہ ایک ہلکے پھلکے جسم میں دکھائی دیتی کسی انسانی شکل نے ----- ہوا کے جھونکے کی طرح میرے پاس آکر، میرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی قلم چھین لی ہے.

جاگی ----- تو یاد آیا، ۱۹۶۰ء میں اپنی زندگی کے بھیانک حادثے کے بعد ۱۹۶۱ء میں مجھے ایک سپنا آیا تھا کہ گرجتے بادلوں میں اچانک بجلی چمکی، اور میرے دائیں ہاتھ پر وہ بجلی گر پڑی۔ سارے جسم کو بڑا تیز جھٹکا لگا، لیکن جب میں کچھ سنبھلی، تو اپنے دائیں ہاتھ کو ہلا کر دیکھا۔ اس میں سے تھوڑا سا خون بہہ رہا تھا، لیکن ہاتھ میں حرکت ٹھیک تھی۔ اتنے میں دوسری بار بجلی کڑکی اور پھر میرے اسی ہاتھ پر گر گئی۔ سخت جھٹکے کے بعد جب پھر ہاتھ ہلا کر دیکھا، تو ہاتھ ٹھیک تھا، صرف ایک جگہ کچھ خراش سی آگئی لگتی تھی .... تیسری بار پھر جیسے آسمان پھٹ پڑا۔ اور میرے اسی ہاتھ پر بجلی گر گئی۔ اس بار

جب ہاتھ ہلا کر دیکھا ' تو ہاتھ ٹھیک معلوم ہوا ' مگر دکھائی دیا ------ کہ ایک انگلی ٹیڑھی ہو گئی ہے ۔ میں سپنے میں ہی اس انگلی کو دبا کر سیدھا کرتی ہوں ' اور کچھ اس کو دبانے کے بعد دیکھا کہ انگلی سیدھی ہو گئی ہے ۔ سپنے میں ----- اس ہاتھ قلم پکڑ کر دیکھی ' تو دیکھا کہ قلم پکڑ سکتی ہوں ' لکھ سکتی ہوں ......

۱۹۶۱ء کا یہ سپنا ' ۱۹۶۴ء میں میری شائع کتاب ''کالا گلاب'' میں شائع ہوا ہے ۔ لیکن میرے مطابق ' اب پورے پچیس برس بعد یہ جو ۱۹۸۶ء کے اپریل مہینے جو سپنا آیا ہے کہ کوئی دیوی یا پریتی قوت میرے ہاتھ سے قلم چھین کر لے گئی ہے ' میرے مطابق میرے ساتھ قیامت برپا دینے والا سپنا ہے ...... حالانکہ سپنے میں یہ بھی دیکھا ' میرے نزدیک کئی قلمیں پڑی ہوئی ہیں ' لیکن وہ جو ہاتھ میں تھی ' اس کا چھینے جانا ' مجھے انتہائی اداس کر گیا......

دل کی اسی مایوس حالت میں سے گزر رہی تھی کہ اس مہینے ۲۷ اپریل کی رات سپنا آیا کہ اسی طرح کوئی ہیولہ ہوا کے جھونکے کی طرح میرے پاس آیا ہے ' اور میرے دائیں ہاتھ پر کچھ رکھ کر چلا گیا ہے ..... وہ کیا ہے ..... میں دیکھ نہیں سکی تھی ' کہ نیند ٹوٹ گئی ......

اس سپنے سے کچھ راحت ملی ۔ محسوس ہوا ------ کچھ عطا ہوا ہے ' کوئی بخشش ۔ تب بھی میں یہ بھید نہیں جان سکی کہ میرے ہاتھوں سے قلم کیوں چھینا گیا ہے ؟ اور اس کی جگہ یہ کیا بخشش ہے ' جو دی گئی ہے ....''

قدرت کا کوئی بھید گرفت میں نہیں آتا ۔ لیکن اچانک ایک نوجوان لڑکا ملنے کے لئے آیا ' کے ۔ پی ۔ سنگھ ' جو آج کل متھرا میں مجسٹریٹ تعینات ہے ۔ اس نے یاد دلایا کہ آج سے کئی برس پہلے ' جب وہ پڑھائی کر رہا تھا ' تو میرے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی تھی ۔ اس وقت میں ملک میں پھیلی ہوئی بداخلاقی اور رشوت خوری کے بارے میں ایک کتاب لکھ رہی تھی '' آج کے کافر '' ------ اور اس کی باتیں کرتے اس پر میرا کوئی اتنا اچھا اثر پڑا تھا ' جو ہمیشہ اس کی یاد میں رہا تھا ' اور آج وہ مجھے یہ بتانے کے لئے آیا تھا کہ اپنی اس نوکری کے دوران اس نے اخلاقی پہلو کو کبھی نظرانداز نہیں ہونے دیا ....

اس سے مل کر خوشی ہوئی ۔ یہ بھی اچھا لگا کہ وہ میرے لئے ایک کتاب کا تحفہ لایا

ہے " آٹو بائیو گرافی آف اے یوگی " ـــــــ یہ کتاب میں نے دیر ہوئی پہلے کبھی پڑھی تھی ' لیکن وہ میری لائبریری میں نہیں تھی ۔ پچھلے دنوں کچھ ایک دفعہ اس کتاب کو دوبارہ پڑھنے کے لئے دل ہوا تھا ' مگر ابھی تک خریدی نہیں تھی ۔ اس لئے یہ تحفہ میری اپنی ایک چاہت کو پورا کرتا تحفہ تھا......

اسی رات میں یہ کتاب پڑھنے لگی ـــــــ تو اچانک چونک پڑی کہ یہ کس طرح کا حوالہ میرے سامنے آکر کھڑا ہوا تھا ' جو مجھے الہام کی طرح دکھائی دے رہا تھا......

وہ حوالہ تھا کہ پرم ہنس یوگانندجی کا نام جب گھر میں مکنندرہ ہوتا تھا ' تو ماں کی وفات کے وقت ' اس مکنندرہ نام کے بچے کی عمر گیارہ برس تھی ۔ ماں نے ایک بند ڈبی ' اپنے بڑے بیٹے اننت کو امانت دی تھی ' سال کے بعد مکنندرہ کو دینے کے لئے ۔ اور ٹھیک چودہ ماہ کے بعد اس ماں کی امانت مکنندرہ کو دی گئی تھی......

اس ڈبی میں ماں کا ایک خط تھا ' مکنندرہ کے نام ' جو اس طرح ہے ـــــــ

" میرے پیارے بیٹے ! یہ میری آخری آشیرواد ہے ! وقت آگیا ہے کہ تمہارے جنم کے وقت سے جو راز میرے پاس ہے ' وہ میں تجھے بتادوں ۔ تم جب میری گود میں تھے ' میں نے اس وقت ہی جان لیا تھا کہ تیری زندگی کا راستہ کون سا ہوگا ۔ تم کو جھولی میں لے کر میں اپنے بنارس کے گورو لہری مہاراج کے پاس گئی تھی ـــــــ تمہیں آشیرواد دلانے کے لئے ۔

" لہری مہاراج نے تمہیں اپنی جھولی میں بٹھا کر اپنا ہاتھ تمہارے سر پر رکھتے ہوئے کہا تھا ـــــــ ماں ! تمہارا بیٹا یوگی ہوگا ۔ یہ دنیا کی کئی رُوحوں کو رَب کے راستے لے آئے گا ۔ "

" پھر ایک اور واقعہ رونما ہوا ۔ جن دنوں ہم لاہور رہتے تھے ' ایک بار دروازے پر ایک سادھو آیا ' اور کہنے لگا ـــــــ مکنندرہ کی ماں کو ملنا ہے......

میں دوڑ کر دروازے کی طرف گئی ' تو اس نے کہا ـــ ماں ! ایک عظیم روح نے تمہارے لئے پیغام بھیجا ہے کہ اب دھرتی پر تم نے زیادہ دن نہیں رہنا ۔ تمہاری آئندہ بیماری آخری ہوگی ... تمہیں چاندی کا ایک تعویز دیا جارہا ہے ' جس کو سنبھال کر رکھنا ہے ۔ میں اپنے الفاظ کو سچ کے امتحان سے گزارنے کے لئے ' وہ تعویز تم کو اب نہیں دوں گا ۔

مگر کل سویرے جب تم پُوجا مقام پر بیٹھو گی' تو وہ خود تمہاری ہتھیلی پر ظاہر ہو جائے گا..... وہ سنبھال کر رکھ لینا۔ تمہاری موت کے وقت تمہارا بڑا بیٹا تمہارے پاس ہو گا' تم اس کو یہ امانت دے دینا' جو ایک برس بعد' وہ مکنندرہ کو سونپ دے گا..... مکنندرہ اس طلسم کو پہچان لے گا۔ اور جتنی دیر وہ رُوحانی تلاش میں گزارے گا' یہ تعویز اس کے پاس رہے گا' اس کو راستہ دکھائے گا۔ اور کچھ سالوں کے بعد جب وہ اپنے مقام پر پہنچ جائے گا' تو یہ تعویز خود بخود اس سے غائب ہو جائے گا.....

"میں نے نمسکار کیا۔ کچھ پیش کرنا چاہا' لیکن جو اچانک دروازے پر آیا تھا' اس نے کچھ بھی قبول نہ کیا' اور چلا گیا۔۔ دوسرے دن صبح میں جب پُوجا کر رہی تھی' تو اچانک تمہاری ہتھیلی پر وہ تعویز ظاہر ہو گیا..... اس خط کے ساتھ' اسی ڈبی میں وہ تعویز پڑا ہوا ہے۔ تمہاری امانت......

"میں اس دھرتی کی تمہاری ماں تم سے بچھڑ رہی ہوں' لیکن اب امبری ماں تمہاری حفاظت کرے گی....."

یہ خط تھا' جو میں پڑتی رہی' حیران ہوتی رہی' اور پھر یوگانند جی کی قلم سے اگلا واقعہ بھی پڑھا کہ کئی برسوں کی جستجو کے بعد' جب ان کو یکتیشور گری ملے' ایک منزل کی طرح' تو چاندی کا وہ تعویز' جو انہوں نے بڑا سنبھال کر رکھا ہوا تھا' خود بخود ڈبی سے غائب ہو گیا۔

اس وقت مجھے ایک شفاف احساس ہوا کہ نظموں' کہانیوں کی صورت میں جس قلم کے ساتھ میں نے جو کچھ لکھنا تھا' وہ خود کے سفر کا ایک بہت لمبا راستہ تھا۔ جو راستہ ایک نئے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اور اپریل کے ابتدائی دنوں میں جو سپنا آیا تھا ---- ہاتھوں میں سے قلم کے کھو جانے کا ---- وہ خاص قلم کا عکس ہے' جس کے ساتھ میں سینکڑوں نظمیں اور سینکڑوں کہانیاں لکھتی رہی....

محسوس ہوا کہ ۱۷ اپریل کی رات کو مجھے جو سپنا آیا تھا کہ میرے دائیں ہاتھ میں کوئی بخشش رکھ دی گئی ہے' وہ ضرور کوئی روحانی بخشش ہے' جو گذشتہ قلمی دور کے بعد کوئی اگلا مقام ہے.....

بڑا تیکھا احساس ہو رہا ہے کہ اب جو کچھ لکھنا ہے' وہ کسی نئی قلم سے لکھنا ہے' کس نئے نظریئے کسی نئے احساس سے....

ایک سایہ ایک مندر

۱۷ اپریل کی رات جو ایک سپنا آیا تھا کہ ایک سایہ میری چارپائی کے پاس آیا ہے ' اور میری دائیں مُٹھی میں کوئی چیز رکھ کر چلا گیا ہے ' اس سے اتنا سا معلوم ہوا تھا کہ وہ کوئی دُودھیا ' سے رنگ کی کوئی چیز تھی ' لیکن معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا تھا۔ سائے سے اتنا سا احساس ہوتا تھا کہ وہ کسی مرد کا سایہ نہیں ' اس کا پتلا سا جسم ' نازک بدن کا احساس ہوتا تھا۔

لیکن جو کوئی آیا تھا ' وہ ہوا میں لہراتے ہلکے پھلکے جسم میں تھا ' اس لئے صُورت نہیں پہچان سکتی تھی ۔ اور جو کچھ اس نے میری مُٹھی میں رکھا تھا ' وہ نہ اس طرح سخت تھا ' کہ ہتھیلی کو اس کا وزن محسوس ہوتا ' اور نہ وہ اس طرح پتلا تھا کہ ہتھیلی سے باہر نکل سکتا۔ وہ معلوم نہیں کیا تھا ' لیکن جاگی تو سارے بدن میں بڑے ہی سکون کا احساس تھا۔

اور اس سے ٹھیک چھ دن کے بعد اپریل کے دن ' سپنا آیا کہ ایک کالا بادل اُوپر آسمان کی طرف سرک رہا ہے ' جس کے نیچے سے ایک بہت ہی بڑا سا سونے کا مندر نکل رہا ہے ۔ ایسے ' جیسے وہ مندر پہلے بھی وہاں تھا ' لیکن کالے بادل سے ڈھکا ہوا تھا ... ساتھ ہی دیکھا ----- نیچے زمین پر ' مندر کے دائیں طرف تین بڑے ہی خوبصُورت ہاتھی کھڑے ہوئے ہیں ' جو اپنی اپنی سُونڈوں کو ہلا کر کسی خُوشی کا اظہار کر رہے ہیں .... اور ساتھ ہی دیکھا ----- سامنے گنیش جی ہیں ' جو ہلکا سا مسکرا رہے ہیں .....

جس وقت سے یہ مندر دیکھا ہے ' میں اس احساس سے بھری ہوئی ہوں کہ وہ مندر صرف میرے لئے ہے ' سارا میرے لئے .....

۲۳ اپریل ۱۹۸۶ء صبح سویرے

رسُولؐ کا دیدار

آج ۲۶ اپریل ۱۹۸۶ء کا سپنا کسی تصور یا کسی حقیقت کی کون سی ڈائمنیشن سے آیا ہے ' معلوم نہیں۔ لیکن جاگی ہوں ' تو ایک حیرانگی میں لپٹی ہوئی ہوں .....

دیکھا ----- پاکستان سے کوئی شخص ملنے کے لئے آیا ہوا ہے ' میں پہچانتی نہیں کہ وہ کون ہے ' لیکن باتوں کے دوران کہتا ہے -- " آج کل پاکستان صرف ایک ہی چرچا سے بھرا ہوا ہے کہ ہر ایک مندر ' مسجد میں کچھ لوگوں نے عبادت کی ہے ' اور حضرت محمدؐ کے آگے سوال کیا ' اور رسولؐ نے جواب دیا ----- یہ کوئی معجزہ نہیں - میں نے بھی صدیوں کی یہ آوازیں سنی ہیں ..... "

اور جب وہ اجنبی یہ واقعہ سُنا رہا تھا ' میں اس واقعہ کو سُن بھی رہی تھی ' اور دیکھ بھی رہی تھی ----- سامنے حضرت محمدؐ نظر آ رہے تھے ....

۱۶ اعشاریہ ۴۰ ڈگری

مجھے سائنس کا علم نہیں، اس لئے آج رات کے سپنے کا راز نہیں سمجھ سکتی.....
سپنا آیا کہ خلائی قوتوں کی کھوج میں کچھ سائنسدان آسمان کا معائنہ کر رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں ——— "دھرتی پر بہت سے لوگ ہیں، جنہوں نے بہت بُرے ارادے کئے ہیں۔ وہ ارادے ——— آسمان کی سطح پر ۱۶ اعشاریہ ۴۰ ڈگری پر اس طرح جمے ہوئے ہیں، جس طرح زمین کی مٹی میں کوئی ٹوٹے ٹکڑے دبا دیتا ہے... اور خلائی اجزاء جب ان میں سے گزرتے ——— نیچے زمین کی طرف آتے ہیں ——— تو اتنے زہریلے ہو جاتے ہیں کہ لاکھوں لوگ ان کی ہوا میں سانس لے کر ذہنی طور پر بیمار ہو جاتے ہیں...."

یہ کیسی کھوج ہے، جو سپنے میں دیکھی ہے، میں کچھ نہیں جانتی، اور نہ یہ بات کہ یہ ۱۶ اعشاریہ ۴۰ ڈگری کیا ہے...

۲۸ اپریل ۱۹۸۶ء

شنی درشن

ایک اطالوی فلم کا نام ہے ——— وینس کے جھوٹ۔
——— وہ کہانی کسی نے دل کی کائناتی حالت میں لکھی معلوم ہوتی ہے، جس میں رشتہ، اس طرح کھیلا جاتا ہے کہ اس کا درشن کائنات کے بدن کو ایک بار تو ضرور ہاتھ لگا آتا ہے۔

کہانی کا ہیرو چڑھتی عمر کا ایک لڑکا، مردانہ حُسن کا ایک مجسمہ ہے، جس کے پاس ایک بانسری کے علاوہ کوئی چیز نہیں، جو کئی بار اس کی رگوں میں چلتے سنگیت کی ایک ظاہری صورت اختیار کر لیتی ہے......

وہ لڑکا رشتے کا نہایت خوبصورت کھیل کھیلتا ہے۔ اتنا خوبصورت ——— کہ اپنے آپ کو 'بیٹے' کی صورت میں پیش کر کے، وہ کسی مرد کے اندر سویا ہوا باپ جگا لیتا ہے، اور کسی عورت کے اندر سوئی ہوئی ماں۔

جو رشتہ وہ جگاتا ہے' وہ ایک جھوٹ کے راستے چلتا سچ کی منزل چُھو لیتا ہے......

مثلاً ـــــ کہیں دیکھتا ہے کہ ادھیڑ عمر کے میاں بیوی بڑے بھلے نظر آتے ہیں' آپس میں جڑُے ہوئے' لیکن ان کی زندگی میں کوئی خالی جگہ ہے' اور وہ کسی نہ کسی بہانے اس خالی جگہ پر جا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس طرح ـــــ کہ اس کے بغیر' جو کچھ پورا دکھائی دیتا تھا' اب وہ پورا نہیں رہے گا۔

وقت کی ضرورت کے مطابق ـــــ وہ کوئی بھی واقعہ تراش لیتا ہے۔ مثلاً ـــــ مرد کو ایک خط دکھاتا ہے' کہ اس کی جوانی کی عمر اس کے گاؤں' کی ایک لڑکی کے ساتھ جو اس کی آشنائی ہوئی تھی' وہ اسی آشنائی میں سے پیدا ہوا بیٹا ہے' اور وہ جگہ اس کی ماں اپنی زندگی کے آخری لحات میں ایک امانت کی طرح اس کو دینا چاہتی ہے.....

مرد حیران ہوتا ہے' اپنی یاداشت پر زور ڈالتا ہے' کچھ یاد نہیں آتا۔ اور جب وہ ہاں اور نہ کے درمیان کھڑا ہوا ہوتا ہے' یہ لڑکا گھر کی چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرتا' اپنے پاؤں کے لئے وہ جگہ محفوظ بنا لیتا ہے' جہاں سے اس کو دور نہیں کیا جا سکتا....

گھر کی عورت اپنے مرد کی کسی پہلی آشنائی سے پریشان ہوتی ہے' لیکن لڑکا پھُولوں کی خوشبو کی طرح اس کے دل میں بسنا شروع ہو جاتا ہے.....

اور آہستہ آہستہ وہ دونوں مرد اور عورت جب اس لڑکے کے کھیل کو سمجھ جاتے ہیں' تو اس وقت تک اس کھیل کا رَس ان کے پیاسے ہونٹوں کے لئے پانی کی ضرورت بن چکا ہوتا ہے.....'

لڑکے کے پیارے پیارے جھُوٹ آہستہ آہستہ اتنے بلا جھجک ہو جاتے ہیں کہ وہ سچ کی معصُومیت کو چھُو لیتے ہیں.....

مثلاً ـــــ ایک واقعہ یہ تھا کہ شہر کا ایک بُت تراش اپنے ایک حسین عورت کے بُت کو کسی قیمت پر بھی کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں تھا۔ لیکن وہ مرد جو اب اس لڑکے کا 'باپ' ہے' عرصہ سے اس بُت کو خریدنے کی تمنّا میں اُداس تھا۔ ایک دن یہ لڑکا اس بُت تراش کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے " آپ یہ بُت میرے باپ کو خرید لینے دیں۔ اصل میں بات یہ ہے کہ مری مُردہ ماں کی صُورت بالکل اس بُت کی حسینہ جیسی تھی۔ میرے باپ کو' میری ماں کے مرنے کا ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ یہ بُت اس کے گھر

میں ہو گا تو اس کو گھر میں میری ماں کا عکس نظر آتا رہے گا..... اور وہ بُت تراش اس کو وہ بُت دے دیتا ہے.....

اور اسی طرح وہ عورت' جواب اس کی "ماں" ہے' فن کے لئے ایک پیاسی رُوح تھی ۔ وہ ایک دن جب کسی سٹیج پر اپنے فن کو پیش کرنے کے لئے ----- ایک عام سے تھیٹر میں اس کی تیاری کر رہی ہے' تو یہ لڑکا جو وہاں صرف ایک ہی تماشائی کی حیثیت میں بیٹھا ہوا تھا ۔ ماں کے فن کی اس طرح داد دیتا ہے' اور ساتھ ہی اس طرح کی بنسری بجاتا ہے' کہ وہ عورت فخر سے چور ہو جاتی ہے' اور جگہ جگہ اس کو اپنا بیٹا کہتے خوشی محسوس کرتی ہے......

یہ رشتے کو دیکھنے والی انوکھی کہانی تھی' جو ۲۹ ۔ ۳۰ اپریل ۱۹۸۶ء کی رات میں نے سپنے میں شنی دیوتا کو سنائی' اور کہا "دوست! تمہارے نام سے لوگ اتنا ڈرتے ہیں کہ کبھی تمہاری آمد کو ڈھیا کہتے ہیں اور کبھی ساڑستی ۔ اور آج کل وکری ہونے سے لوگ خوفزدہ ہیں' کہ ان کی زندگی میں پتہ نہیں' کتنی ساری دہشت پھیلنے والی ہے ۔ میرے دوست! تم بھی ہمارے ساتھ "رشتے" کا کھیل کھیلا کرو! ----- پیارے پیارے جھُوٹ بول لیا کرو ----- لیکن ہم کو خوفزدہ نہ کیا کر ----- بی اے گڈ پلیئر....."

یہی آخری حروف میرے ہونٹوں پر تھے' کہہ رہی تھی ----- بی اے ----- گڈ پلیئر!' جب نیند کھُل گئی.....

نہیں جانتی ..... اسی خلائی قوّت کے ذرات نے میری یہ بات سنی ہے یا نہیں' لیکن اپنے دل کی حالت ٹھیک اس طرح معلوم ہو رہی ہے' جب اپنے محبُوب کو مخاطب ہو کر میں نے ایک نظم لکھی تھی "کھڑک پیندی ہے جدوں تیرے دل دِی اِک باری کوئی' سوچدی ہاں کیہڑے جئی جرات ہے میرے سوال دی....."

۳۰ اپریل ۱۹۸۶ء

رحمت

رات کے سپنے نے رحمت کی کوئی مُٹھی کھول دی.......

دیکھا ایک بہت بڑا پارسل ڈاک میں آیا ہے' جو اُوپر سے کھول کر' اس کے اندر ہاتھ ڈال کر میں ایک چیز اس میں سے نکالتی ہوں' سب سے پہلے ایک اخبار ہاتھ میں آتا ہے' جس کو کھول کر دیکھتی ہوں کہ اس میں کوئی بہت لمبا مضمون ہے میرے بارے .....

پھر ہاتھ ڈالتی ہوں' تو شیشے کی دو بوتلیں نکلتی ہیں' جن کے اوپر لکھے حروف سے پہچانتی ہوں کہ وہ کونیاک کی بوتلیں ہیں.....

تیسری بار اس بہت بڑے پیکٹ میں اُوپر سے ہاتھ ڈالتی ہوں' تو ہاتھ سے ایک سکّہ چھُوتا ہے' چاندی کے روپے جیسا۔ لیکن اس کو ابھی میں نے نکالا نہیں' کہ اسی پارسل میں پڑی ہوئی ایک بہت بڑی مُورتی نظر آتی ہے' جو اسی سونے کے مندر کی مُورتی ہے' جس مندر کو میں نے ۲۲ اپریل والے سپنے میں دیکھا تھا.....

جاگ آ جاتی ہے .... روئیں روئیں میں کئی پھُول کھلتے نظر آتے ہیں۔ بتّی جلا کر گھڑی دیکھی' تو اس وقت ۳ مئی کی رات کے ۲ بجے تھے' ۲ بج کر ۱۰ منٹ .....

مرثیہ

دیکھا ـــــ تھوڑا سا اسباب میرے پاس ہے' اور میں کہیں جا رہی ہوں۔ کہاں سے آئی ہوں' اور کہاں جانا ہے' کچھ علم نہیں۔ لیکن ایک پرائے گھر میں پناہ لیتی ہوں' جہاں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ اچھے نہیں۔ اس لئے اپنا اسباب اور نقدی وہاں ہی چھوڑ کر' میں اس گھر سے باہر آ جاتی ہوں.....

باہر ایک کھُلا بارونق راستہ ہے۔ بڑا پیچیدہ دکھائی دیتا ہے' لیکن وہاں حفاظت محسوس کرتی ہوں' اور پتھر کی ایک دیوار کے پاس بیٹھ جاتی ہوں۔

اس وقت دیکھتی ہوں کہ میرے اپنے گھر کی سفید کُتیا رو ہی وہاں آ جاتی ہے' جو اس پرائے گھر میں جا کر میری چیزیں اٹھا لاتی ہے۔ نقدی بھی' جس کو کھول کر دیکھتی ہوں کہ وہ صحیح سلامت ہے۔

وہ جگہ کیسی تھی؟ میں وہاں سے کیوں گزری ہوں؟ کسی پرائے گھر میں کیوں گئی تھی؟ ـــــ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اچانک احساس سا ہوتا ہے کہ وہ میرے

پچھلے جنم سے متعلق کوئی بات تھی، جس کے بعد، ایک مرثیہ ہوا میں تیر رہا ہے جو مجھ سے بعد، میرے جنم کی اور میرے کرم کی بات کر رہا ہو....

جاگتی ہوں ----- تو اس مرثیے کے سارے بول میری یاد میں کھڑے ہوئے ہیں....

یہ میری داستان تھی ----- جو ہواؤں کے ہونٹوں پر تھی -----
وہ بھون دی اک لُج وَرگی نظم سی.....
اِک کھُوہ وِچ ڈُبدی رہی
اِک کھُوہ وِچ تَردی رہی
تے جو جھجر بھُردی رہی
اوہ سُکیاں رُوحاں تے وَردی رہی....
تے سُکّے ہوئے وُناں اندر
جو رُوحاں دے ہَرے پتّے نیں
اونہاں دی وُنش تَردی رہی....
تے ہواواں دے کَن وِچ
اِک گل جئی کَردی رہی
کہ اوہ ----- بھون دی اک لُج وَرگی نظم سی.....

میں نے اپنے کانوں یہ اپنا مرثیہ کیسے سنا ہے؟ کیوں سنا ہے؟ ----- نہیں جانتی۔
یہ ۳ مئی ۱۹۸۶ء کی صبح ہے، صبح کاذب کے چار بجے ہیں....

خلائی شعور

آج ۵ مئی کی دوپہر تھوڑی دیر کے لئے سو گئی تھی کہ دیکھا ----- میں آسمان میں لمحہ بہ لمحہ جلتی خلائی ترنگوں کو دیکھ رہی ہوں، لیکن نیچے سے نہیں، ان کے اوپر سے۔
اور جاگتے ذرات پر ایک حرکت سی چلتی دیکھی، جو سانپ کی چال لہراتی چل رہی تھی...

۶ مئی کی صبح ہونے والی تھی ' جب جاگی ' تو آنکھوں کے آگے ایک کنڈلی نظر آ رہی تھی ' جو ابھی سپنے میں دیکھی تھی ....

یہ بھی یاد تھا کہ ابھی سپنے میں اسی کنڈلی کو دیکھ کر سوچ رہی ہوں.... یہ نہ جنوبی طرز کی ہے ' نہ شمالی طرز کی ------ یہ کس نے بنائی ہے ؟

یہ کنڈلی صرف فنکارانہ لکیروں سے بنی تھی ' جس میں نہ کسی راشی کا نشان تھا ' نہ کسی گرہ کا .....

ایک موم بتی

۷ مئی ۱۹۸۶ء کی رات تقریباً ۱۱ بجے سوئی تھی ...

دیکھا ------ پچھلے دنوں کلکتے والے دوست گیتیشے شرمانے جو ماہرانہ ہاتھوں کی بنی ایک موم بتی مجھے تحفہ دی تھی ' اس کو الکا دیکھ رہی ہے ' اور مجھ سے پوچھ رہی ہے ' یہ جلتی کہاں سے ہے ؟

میں موم بتی کے سرے میں دبا دھاگہ اونچا کرتی ہوں ' اس کو بتانے کے لئے کہ یہاں سے جل سکتی ہے کہ اچانک پوروں سے اس کے دھاگے کو چھوتے ہی اس میں سے آگ کی لاٹ نکلنے لگتی ہے .....

ڈر کر ہاتھ دُور ہٹاتی ہوں تو جاگ آ جاتی ہے ....

بتّی جگا کر گھڑی دیکھی ' اس وقت رات کے ۱۱ بج کر ۳۵ منٹ تھے .....

رانی ترشلا

دیکھا ------ کسی نے ایک بڑا سا تھال میرے سامنے رکھ دیا ہے ' جس میں پانچ کٹوریاں ہیں ' چار کسی سفید دھات کی بنی ہوئی ' اور ایک پیتل کی ' جو کچھ کٹوریوں میں بھرا ہوا ہے ' وہ میں نے ابھی چکھ کر نہیں دیکھا ' لیکن احساس ہوتا ہے کہ یہ پانچ طرح کا [illegible] پکوان ہے ......

جیسے اچنبھے میں نیند کھل گئی۔ بتی جلا کر دیکھا' یہ ۹ مئی کی رات تھی' وقت ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ کا......

پھر سو گئی تھی' لیکن جب جاگی' تو اگلی صبح کے ۵ بج کر ۲۰ منٹ تھے' آنکھوں کے سامنے ابھی دیکھا ایک منظر تھا کہ مہاویر کے باپ آسن پر بیٹھے ہیں' اور انکی حاملہ رانی ترشلا' ان کو اپنے سپنے سنا رہی ہے.... اس وقت میں قریب سے کہتی ہوں ------ راجہ جی! ان سپنوں کو لکھ لیں...

۱۰ مئی ۱۹۹۰ء

سویّوں کا کٹورہ

۱۱ مئی ۱۹۸۶ء کی رات' تقریباً ۱۱ بجے میں سوئی تھی۔ دیکھا ------ کسی کے ہاتھ میں میٹھی سویّوں کا بھرا ہوا ایک کٹورہ ہے۔ ساتھ ہی دیکھا کہ اس کٹورے میں سے کسی نے ایک چمچ بھر کر میرے منہ میں ڈال دیا ہے۔ میٹھی سویّوں کا ذائقہ منہ میں بھرا ہوا تھا' جب جاگ آگئی' اس وقت رات کے ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ تھے۔

بہت نیند میں تھی' اس لئے یہ سپنا اور یہ وقت ڈائری میں درج کر کے میں پھر سو گئی۔ اس کے بعد جب جاگی تو صبح کاذب کے ۴ بجے تھے۔ اور ابھی ابھی دیکھا کہ ایک منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا کہ ایک میز کے گرد اندرا جی اور راجیو بیٹھے ہوئے ہیں۔ میز پر کھانے کی دو تھالیاں ہیں ------ وہ دونوں کھانا کھا رہے ہیں۔ اس وقت اندرا جی راجیو کو کچھ کہہ رہی ہیں' یہ محسوس سا ہوتا ہے' لیکن کیا کہہ رہی ہیں یہ سُنائی نہیں دے رہا تھا.....

صبح ۱۲ مئی کو "انڈیا ٹوڈے" کے دفتر سے فون آیا کہ مجھے راج سبھا میں نامزد کیا گیا ہے' اس لئے وہ میری ایک تصویر چاہتے ہیں۔ لیکن مجھے اس وقت تک اس خبر کا کوئی علم نہیں تھا۔ پھر دوپہر کے وقت منسٹری کا فون آیا کہ مجھے نامزد کیا گیا ہے' اور تحریری خط وہ کسی کے ہاتھ بھیج رہے ہیں' جو مجھے شام کی خبریں نشر ہونے سے پہلے مل جائے گا۔

خدایا! کیا پہلی رات کا سپنا اسی خبر کا اشارہ تھا؟

بھاڈڑی پور

۱۵ اور ۱۶ مئی کی رات تھی ' جب دیکھا کہ میں جہاں گئی ہوں ' وہ گاؤں قصبہ میرا پہچانا ہوا نہیں لیکن کسی نے ایک بڑے سارے ریشمی رومال میں سفید پھول لپیٹ کر ' وہ رومال میرے ماتھے پر باندھ دیا ہے۔

سر پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے ' اس لئے وہ رومال سر سے کھول کر دیکھتی ہوں کہ سارے رومال کے اوپر کوئی تصویریں بنی ہوئی ہیں......
وہاں ایک بہت بڑی عمر کا ایک پنڈت نظر آتا ہے ' جو لوگوں کو میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے ------ یہی جگہ تھی ' بھاڈڑی پور ' جہاں یہ پچھلے جنم میں پیدا ہوئی تھی۔

اس وقت لوگ فرش پر دو قطاروں میں سفید دسترخوان بچھا دیتے ہیں ' اور سامنے روٹی کی تھالیاں رکھ کر ' مجھے روٹی کھانے کے لئے کہتے ہیں...
سپنے میں ہی احساس سا ہوتا ہے کہ میرے دائیں گھٹنے کے درد سے ' فرش کے اوپر بیٹھنا میرے لئے مشکل ہو گا۔ لیکن ساتھ ہی سوچتی ہوں ------ یہ لوگ اتنے پیار سے مجھے دعوت دے رہے ہیں ' میں انکار نہیں کروں گی ' فرش پر بیٹھ جاؤں گی....
اس وقت جاگ آ جاتی ہے ' اور بتی جلد کر وقت دیکھی ہوں ------ رات کے ۲ بج ۴۰ منٹ ہوئے ہیں... ۱۹۸۶ء

الٰہی دیدار

سامنے کوئی نہیں لیکن آسمان ستارون سے بھرا ہوا ہے ! محسوس ہوا ------ سامنے خدا سے مخاطب ہوں۔ منہ سے نکلتا ہے ' جب ہر ستارہ ہر گردش سے گزر کر ' تیرے سورج کے پاس آنے لگے ' تو سمجھنا ' یہ میری جستجو ہے ' جو ہر ستارے میں نمایاں ہو رہی...."

یہ الفاظ ہونٹوں پر تھے ' جب جاگ آ گئی۔ یہ ۲۳ اور ۲۴ مئی کی رات تھی۔ ۲ بج کر ۴۵ منٹ... ۱۹۸۶ء

۸۲ ذرائع

سپنے میں کوئی صورت دکھائی نہیں دی ' صرف آواز سنائی دی کہ کاسمک میموری کے ' یعنی خلائی شعور کے ۸۲ ذرائع ہوتے ہیں....

۶ جون ۱۹۸۶ء

ایک آواز

سپنے میں کسی کی صورت سامنے نہیں ' لیکن آواز سنائی دی " ملک کا سپنا لکڑی کے ایک ٹکڑے میں قید ہے "۔

اسی آواز کی حیرانی نے مجھے جگا دیا...

میری طرح نہ معلوم کس کی روح تڑپ رہی تھی ' جس نے یہ بات کہی.....

معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا ' جو میرے ملک کے سپنے کو کرسیوں کی قید میں سے نکال کر لوگوں کی آنکھوں میں ڈال دے گا.....

۱۲ جون ۱۹۸۶ء آدھی رات

محبت

میرا آج صبح کاذب کا سپنا ------ میری نظر میں کائناتی سپنا ہے ۔ دیکھا کہ ایک عالمانہ فضا ہے ' اور ایک عالم میری ------ ایک نظم کا اردو ترجمہ کر رہے ہیں اور ساتھ ہی ایک تعریفی مضمون لکھ رہے ہیں....

بڑی دوستانہ فضا تھی ' لیکن دیکھتی ہوں کہ انہوں نے اپنے مضمون میں ایک فقرہ لکھا ہے " محبت کو زیرِ قرآن لانے کے لئے " ------ اور میں اس فقرے کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہوں " دوست ! وید قرآن کو ' گرنتھ اور گیتا کو زیرِ محبت لانے کے لئے "

وہ فقرہ درست کر رہی ہوتی ہوں کہ جاگ آ جاتی ہے.....

ایک عجیب سکون میں بھر کر میں نے اپنا یہ سپنا امروز کو سنایا ہے، لیکن ساتھ ہی ایک اُداسی کا عالم چھا گیا ہے کہ معلوم نہیں میری جاگتی حالت میں کبھی یہ درست فقرے دیکھنے مجھے نصیب ہوں گے کہ نہیں۔ محسوس ہوتا ہے ------ اپنے سپنوں میں ہی اس طرح کے فقرے درست کرتی کرتی میں ختم ہو جاؤں گی....

۲۳ جون ۱۹۸۶ء

اشٹ بھوجا دیوی

میرے بیٹے کی مرحوم دادی نے ایک بڑا چمکیلا سوٹ مجھے بھیجا، اور پیغام بھی کہ یہ پہن کر آجاؤ! میں نے سوٹ کو ایک طرف رکھ دیا، اور اپنی الماری میں سے ایک سادہ سا سوٹ نکال کر پہن لیا، اور کہا ------ ابھی تو میں اپنے سوٹ ہی پہنوں گی......

ڈر کر میں جاگ پڑی، محسوس ہوا ------ یہ سپنے میں جو پہناوا مجھے بھیجا گیا ہے، یہ ضرور میرے کفن کا اشارہ ہے.... اس وقت گھڑی دیکھی، رات کے ایک بج کر ۱۵ منٹ تھے...... اور اسی دل کی حالت میں تھی کہ پھر نیند آگئی۔ دیکھا ------ سامنے اشٹ بھوجا دیوی کھڑی ہے، اور قریب کتنے ہی گنیش کھڑے ہیں......

یہ جھلک لمحہ بھر کے لئے تھی کہ پھر جاگ آگئی.... اس وقت رات کے ۳ بجے تھے .....

۲۵-۲۶ جون ۱۹۸۶ء کی رات

لپائی

آموں کے رس سے میں کسی دیوار کی لپائی کر رہی ہوں۔ بس اتنا سپنا تھا، آدھی رات کے وقت کا۔ لیکن نہ دیوار کا عکس گرفت میں آیا ہے، نہ آموں کے رس سے دیوار کی لپائی کرنے کا راز میری گرفت میں آیا ہے۔

۱۰ جولائی ۱۹۸۶ء

پیتل کا دیا

سامنے پیتل کا ایک خالی دیا ہے، جس میں نہ تیل نظر آتا ہے، نہ بتّی، لیکن وہ میرے دیکھتے دیکھتے جلنے لگا۔ دیئے کی لاٹ کی روشنی کے ساتھ ہی میری نیند ٹوٹ گئی .... سامنے گھڑی پر رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہیں.......

۱۸ جولائی ۱۹۸۶ء

ایک دیوی درخت

آج کے سپنے کے راز کو جاننے کی میری ہمت نہیں! اس لئے جیسے دیکھا ویسے درج کر رہی ہوں ----

دیکھا ایک گورودیو تپسیا میں غرق ہیں۔ اس تپسیا کے آسن پر بیٹھے ------ ان کے دل میں ایک خواہش بیدار ہوتی ہے ------ "جو رُوپ اس وقت تصوّر میں اُجاگر ہو، وہی میری نسل بن کر میری اولاد کی صورت میں جنم لے!"

دُور کہیں برہما نے اس گورودیو کی خواہش کو معلوم کر لیا، تو کچھ گھبرا کر اس طرف دوڑے، جس طرف ایک جنگل میں وہ گورودیو بیٹھے تھے برہما کے دل میں خیال آرہا تھا کہ وہ گورودیو کو اپنی خواہش تبدیل کرنے کے لئے کہیں گے.......

میں نے دیکھا ------ برہما بڑے تیز قدموں سے دوڑتے چلے آرہے ہیں ------ کہ سامنے سے گورو آتما سے اٹھی ایک تیز روشنی ------ سارے راستے پر پھیل جاتی ہے۔ اور اس روشنی میں مجھے وہ راستہ بھی نظر آتا ہے، اور اس راستے پر آرہے برہما بھی....

دیکھتی ہوں کہ برہما اچانک کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کو احساس ہوتا ہے کہ اس روشنی میں گورودیو نے مجھے دیکھ لیا ہے، اس لئے میرا روپ اس کے دل و دماغ پر ثبت ہو گیا ہے ------ اب ------ اس کی خواہش تبدیل نہیں کی جا سکتی، اس لئے مجھے ہی اس کی نسل بن کر، اس کی اولاد کے روپ میں جنم لینا پڑے گا......

یہی لمحہ تھا ------ جب اس سپنے سے میں جاگ پڑی ۔ نہیں جانتی اس سپنے کا بھید کیا ہے! نہ ہی یہ جانتی ہوں کہیں کوئی آواز نہیں تھی ' پھر تپسیا میں غرق کسی گورو دیو کے دل کی خواہش مجھی کیسے معلوم ہوئی ۔ اور ہر ہما کے دل کا فکر میں نے کیسے جانا ....

میں نے آنکھوں سے دیکھا ------ وہ ایک جنگل کا مقام تھا ' ایک گورو دیو کا جسم تھا ' اور تیز روشنی کی ایک بہت لمبی لکیر تھی ' جس کی سیدھ میں کہیں دور سے آ رہے برہما کی صورت تھی ....

کمرے کی بتّی جلا کر میں نے وقت دیکھا ------ صبح کلاک کے چار بجے تھے ....

اگست ۱۹۸۶ء

حروف

۱۹۸۶ء کے ۲۲ اگست کی رات قریب قریب گزر چکی تھی ' ۲۳ تاریخ کی صبح ہونے والی تھی ' جس وقت سپنے میں میں نے بہت سے کاغذ دیکھے ۔ اور احساس ہوا کہ وہ سارے کاغذ میرے مستقبل سے متعلق ہیں ....

دیکھا ------ جو کاغذ انگریزی میں ہیں ' ان پر میرے اوپر آئی مصیبت کا فیصلہ لکھا ہوا ہے ۔ مصیبت کو جیتنے کا ۔ پھر سپنے میں ہی ایک اطمینان آتا ہے کہ آخر اس لمبی مصیبت کی معیاد ختم ہو گئی ' اور اب میں اس سے سرخرو ہوں ...

پھر دوسرے کاغذ دیکھتی ہوں ------ زبان پڑھی نہیں جاتی ' لیکن جو کچھ ان کاغذات پر لکھا ہوا ہے انکا مقصد جان جاتی ہوں ۔ ایک حیرانی ہوتی ہے کہ میری تقدیر میں کسی بہت اچھے وقت کے آنے کا اشارہ ہے ....

بخشش

دیکھا ------ کوئی قوت میرے ہاتھ میں شفا دینا چاہتی ہے ....

میں کہتی ہوں ------ اگر کچھ دینا ہے ' تو مجھے اتنی طاقت دے کہ میں اپنے

لوگوں کے اور سارے ممالک کے لوگوں کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگا سکوں .... وہ ہنس پڑتی ہے، اور کہتی ہے ----- یہ بہت بڑا مطالبہ ہے ---

۵-۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کی رات ایک بجے

اندراجی

گذشتہ رات کو ایک بجے سے لے کر جاگ رہی تھی ----- اس لئے تقریباً چار بجے چائے پی کر پھر سو گئی تھی، تو صبح اٹھتے تقریباً ساڑھے چھ بجے گئے ....

ابھی جس سپنے سے جاگی ہوں، وہ تھا کہ میں کسی اور ہی دنیا میں گئی ہوں، جہاں اندراجی ملتی ہیں دیکھتی ہوں، ان کے پاؤں میں دُودھیا رنگ کی کھڑاویں ہیں ----- دودھیا رنگ میں ہلکی سی زردی بھی ہے۔ وہ بتاتی ہیں ----- یہ پوجا کے دھوئیں سے بنی ہیں ....

کہتی ہوں ----- میں ان کی تصویر چاہتی ہوں ----- وہ پوچھتی ہیں ----- کس لئے ؟ ----- تو کہتی ہوں ----- اپنی دنیا میں جا کر لوگوں کو دکھاؤں گی۔

۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء

راگ اور ویراگ

۱۹۸۶ء کے ۱۰ اکتوبر کی سویر تھی ----- سامنے ایک کناروں تک بہتا دریا دیکھا۔ ایک الٰہی سنگیت کی آواز سنی ----- کہیں کوئی گا رہا نظر نہیں آتا، صرف آواز سنائی دیتی ہے، ساتھ ہی دریا کی لہروں کی آواز ......

کس کو کچھ کہہ رہی ہوں، یہ معلوم نہیں، ارد گرد کوئی نہیں۔ لیکن کہہ رہی ہوں ----- "اس دریا جیسی زندگی میں اتر جانا ----- راگ ہے، اور قدم قدم اس کو پار کر لینا ویراگ ہے.... پھر خود ہی تشریح سی کرتی ہوں ----- "پانیوں کے ساتھ موہ پا لینا، اور دوسرے کنارے کی طرف رخ نہ کرنا، راگ میں غرق ہو جانا ہے۔ لیکن دوسرے کنارے کی منزل کی طرف بڑھتے جانا ----- ویراگ ہے...."

انوکھا احساس

ششی چاہتے تھے کہ وہ میرے کمرے میں ہون کریں۔ اس لئے ۱۰ اکتوبر کی شام ۴ بجے کا وقت انہوں نے طے کیا۔ ۵ بجے تک سامان تیار ہو چکا تھا کہ راجستھان کے دیکھشا صاحب ملنے کے لئے آ گئے۔ وکئی اور ہوتا' تو بات اور تھی لیکن دیکھشا صاحب کو ملنے سے انکار نہیں کر سکتی تھی.....

ششی دوبے ہنس کر کہنے لگے ـــــــ آپ کی زندگی کے ہر عمل میں رکاوٹ پڑتی ہے' اور آج میں حیران تھا کہ ہون میں کوئی رکاوٹ کیوں نہیں پڑ رہی؟

نہیں جانتی ـــ یہ ہون کے دھوئیں کا کوئی کرشمہ تھا کہ گیارہ اکتوبر کی صبح کو سپنا آیا ـــ پارلیمنٹ جانے کے لئے کاغذ تیار کر رہی ہوں کہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر نظر جاتی ہے ـــــــ دیکھتی ہوں ـــــــ اس اُوپری منزل کی کھڑکی تک اونچا ایک درخت ہے' جو بالکل کھڑکی کے قریب نظر آتا ہے۔ اور سارا درخت کیلوں سے بھرا ہوا ہے.....

اگلے دن ششی کا فون آیا ـــ پوچھنے لگے ـــــــ ہون کے بعد کوئی سپنا آیا ہے؟ اور کیلوں کے درخت والا سپنا سن کر کہنے لگے ـــــــ بڑا مبارک سپنا ہے

پھر ۱۴ تاریخ کی رات تھی' تقریباً ۱۱ بجے کا وقت جب دیکھا ـــــــ میرے بستر کے زرد کمبل پر انگلی کے ایک پور سے بھی بڑا ایک ہیرا پڑا ہوا ہے' جو کھڑکی سے آ رہی روشنی سے اتنا چمکتا ہے کہ اس کی چمک سے مجھے جاگ آ جاتی ہے.....

اسی رات' ۱۵ تاریخ کی صبح ہونے والی تھی' رات کے ۳ بج کر ۱۰ منٹ ہوئے تھے ـــــــ جب دیکھا میرے کمرے میں کوئی اجنبی آدمی آیا ہے۔ اور جیب سے سونے کی ایک مُہر نکال کر میری میز پر رکھتا ہے' اور کہتا ہے ـــــــ یہ شگن کے طور پر!

اس سپنے سے جاگ کر پھر میں سو گئی تھی' جب دیکھا ـــــــ کوئی اجنبی آدمی میرے کمرے میں آیا ہے' جس نے دونوں ہاتھوں میں دو کھلونے پکڑے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں کھلونے میز پر رکھتے ہوئے کہتا ہے ـــــــ یہ نوراج کے دونوں بچوں کے

لئے ہیں ----- جاگی ----- تو صبح کاذب کی روشنی کھڑکی میں سے آ رہی تھی ...

گذشتہ راتوں کے چاروں سپنے کچھ ایک جیسے اشارے دیتے لگتے تھے ----- کیلوں کا بھرا درخت ' چمکتا ہیرا سونے کی مُہر اور بچوں کے کھلونے ' لیکن ۱۶ اکتوبر کی رات جو سپنا آیا ----- وہ کسی بڑے پوشیدہ اشارے کا ہے ' جس کا مطلب گرفت میں نہیں آ رہا

اگلی رات دیکھتی ہوں ----- ایک بڑا سا پرندہ چونچ کھول کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے ..... چونچ کے نچلے حصے کا گردن والے حصے کا ماس بھی زور زور سے دھڑکتا نظر آتا ہے ..... اتنے میں ایک ہاتھ آگے ہوتا ہے ' اور ایک خط اس پرندے کی چونچ میں رکھ دیتا ہے - پرندہ چونچ بند کر کے اس خط کو پکڑ لیتا ہے -

یہ خط کیا ہے ؟ کس نے بھیجا ہے ؟ کس تک اس پرندے نے پہنچانا ہے ؟ -- کچھ گرفت میں نہیں آ رہا -

۱۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء

ایک پیغام

۱۹۸۶ء کے ۲۳ اکتوبر کی صبح کاذب تھی ' ۴ بج کر ۴۵ منٹ کا وقت ' جب میں جاگ پڑی - جس سپنے سے جاگی ' وہ ایک کرشماتی سپنا تھا - دیکھا کہ اندراجی میرے سامنے کھڑی ہیں ' مسکراتیں سی اور پارلیمنٹ کی کارروائیوں کی طرف ہاتھ کر کے مجھے کہتی ہیں ----- " تمہیں ایک بات کہنی ہے ملک کو " -

پوچھتی ہوں -- کیا کہوں ؟

وہ کہتی ہیں -- " رات کو ڈھیانہ لگنے دو اندھیرے کا - نہیں تو سورج کو آنے میں مشکل ہو گی ... "

کہتی ہوں ----- ڈھیا ' علم جوتش کی بات ہے - جب شنی کسی کے سُکھ مقام پر آتا ہے ' تو اسے ڈھیا کہتے ہیں - لیکن وہ زمانے کے چکر کا حصّہ ہے ' اور اسے سائنسی طور پر روکا نہیں جا سکتا .... "

اندرا جی ہنس پڑتی ہیں ----- "انسان میں اگر کوئی قوت ہے تو یہی کہ وہ چاہے تو نیگیٹیوز خیالات کے شنی کو اپنے سکھ مقام پر آنے سے روک سکتا ہے۔ اسی لئے کہہ رہی ہوں کہ نیگیٹیو خیالات کا ' رات کے اندھیرے کو ڈھیانہ لگنے دو۔" میں پھر پوچھتی ہوں -- لیکن کیسے؟ اور وہ کہتی ہیں "سارے ملک میں پازیٹو خیالات کے چراغ جلاؤ!"

ساتھ ہی آواز سنتی ہوں کہ گلیوں بازاروں میں لوگ گا رہے ہیں " رات کو ڈھیانہ لگنے دو اندھیرے کا۔ نہیں تو سورج کو آنے میں مشکل ہو گی ...."

ایک بچے کی پیدائش

دیکھا ----- آج کی رات ملک میں کسی بچّے کا جنم کی پیدائش ہوئی ہے ' اور گاندھی جی اس بچّے کو گود میں لے کر اس کی پیشانی پر اپنا ہاتھ پھیر رہی ہیں ..... قریب جواہر لال نہرو بھی کھڑے ہیں ' پٹیل بھی ' جو بڑے پیار سے بچّے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ کہیں کوئی آواز نہیں ' لیکن ایک احساس ہے جس کو سب جانتے ہیں کہ اس بچّے کے ہاتھوں ملک کے دکھ دور ہو جائیں گے ....

میں معلوم نہیں وہاں کس طرح ہوں ' لیکن ہاتھ آگے کر کے اس بچے کی پیشانی کو میں نے ہتھیلی سے چھوا ہے ......

یہ بچّہ ملک کے کس حصّے میں پیدا ہوا ہے ' یہ علم نہیں .....

۲۷ اکتوبر ۱۹۸۶ء

پانچ دِیے

دیکھا ----- کسی نے مجھے پانچ دئے دیئے ہیں ' جو میں نے اسی وقت جلا دیئے۔
ساتھ ہی دیکھا ----- کسی نے ایک مالا دی ہے ' جو میں نے دونوں ہاتھوں میں پرشاد کی طرح لے لی ہے ......

۶ نومبر ۱۹۸۶ء وقت صبح کاذب

پانچ بادام

۱۹۸۶ء کے ۷ نومبر کی رات تھی ' رات کا ڈیڑھ بجا تھا ' جس وقت میرا سپنا مجھے ایک مندر میں لے گیا ' جہاں میں نے ایک نوٹ دے کر اس کی ریز گاری لی ' چھوٹے چھوٹے سکوں کی صورت میں ۔
اس وقت مندر کے پجاری نے مجھے پانچ بادام دیئے ' پرشاد کے طور پر ....

ایک حکم

۱۹۸۶ء کے ۷ نومبر کی ہی رات تھی ' لیکن رات کا پچھلا پہر ' جس وقت ایک آواز سنائی دی ' ایک حکم کی صُورت میں "۱۹ نومبر کے دن اندرا جی کے یوم پیدائش پر ' صبح کے وقت ایک آواز اٹھاؤ ——— فرقہ پرستی کے خلاف ...."

ساحر

دیکھا ——— میں نے اپنے پرانے پاکستان والے اس گھر میں جانا ہے ' جو گھر میرے باپ کے جیتے ہوتا تھا......
سپنے میں آدمی رات کا وقت ہے ' سڑکوں پر ویرانی اور اندھیرا ہے ' سوچ رہی ہوں ——— اس وقت اکیلی کیسے جاؤں گی ؟ ——— کہ اتنے میں ساحر میرے پاس آ جاتا ہے ' کہتا ہے ——— چل میں چھوڑ آؤں ' میرے ساتھ ہوتے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ... اس کے ساتھ ساتھ چلتی میں گھر تک پہنچ جاتی ہوں ' لیکن وہاں کئی دشمن نما آدمی کھڑے ہیں ' جو پوچھتے ہیں کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ گھر تمہارا ہے ؟
میں پرس سے ایک چابی نکال کر گھر کا تالہ کھولتی ہوں ' اور کہتی ہوں ——— یہ چابی ثبوت ہے کہ یہ گھر میرا ہے ... اس وقت تمام دشمن نما لوگ پیچھے ہٹ جاتے ہیں ' اور میں ساحر کو کہتی ہوں ——— اب اندر جا کر ہم اندر کی چٹخنی بند کرلیں گے ۔

ساتھ ہی دیکھتی ہوں ——— دُور سیڑھیوں پر گندم اور چاولوں کی بوریاں لدی ہوئی ہیں ' اور وہ ریڑیوں والے کہتے ہیں ——— ہماری مزدوری تیس روپے دو اور یہ اپنا سامان رکھوا لو ـــ

ساحر ان لوگوں کے ساتھ ہو کر بوریوں کو ہاتھ ڈالتا ہے ' اور گھر کی سیڑھیوں میں رکھوا کر وہ تیس روپے مزدوری کے ان کو دیتا ہے ...

پھر میں سیڑھیوں کا دروازہ اندر سے بند کرتی ہوں ' اور بڑی حفاظت محسوس کرتی ہوں ' جس وقت اس سپنے سے جاگ آ جاتی ہے .....

۹ - ۱۰ نومبر ۱۹۸۶ء کی رات

سورج درشن

دیکھا ——— میں نے ہاتھ میں ایک سوئی پکڑی ہوئی ہے ۔ سامنے سورج کا گولہ چمک رہا ہے ' جس کو میں ہاتھ آگے کر کے پکڑ لیتی ہوں ' اور سوچتی ہوں کہ میں نے اس کو سُوئی کے سوراخ میں سے گزارنا ہے ' اور دیکھتی ہوں کہ میرے ہاتھ میں پکڑا سورج کا گولہ لچک رہا ہے ' جس کو پوروں سے ایک سرے سے پتلا کر کے میں اس کو سوئی کے سوراخ سے گزار سکتی ہوں......

۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء کی رات

ایک کرشمہ

دیکھا ـــ راج سبھا کی ہر کرُسی پر لوگ بیٹھے ہیں ' کوئی بھی کرسی خالی نہیں ۔ لیکن مہمانوں والی اوُپری گیلریوں دہشت پسند آ جاتے ہیں ' جن کے ہاتھوں میں بندوقیں ہیں .....

بندوقوں کا ایک گھیرا پڑ گیا ہے ' لیکن میں اس وقت کھڑی ہو کر ان کو مخاطب ہو کر کچھ بولتی ہوں میری آواز میں اتنا زور آ جاتا ہے کہ مجھے خُود کو احساس ہوتا ہے کہ اس

وقت میرے ملک کی روح میری آواز میں بھر گئی ہے ....

پھر دیکھتی ہوں کہ سارے دہشت پسند ہاتھوں سے بندوقیں چھوڑ کر رونے لگتے ہیں ...

اتنے میں دیکھتی ہوں کہ کوئی راج سبھا نہیں 'میں ایک خالی جگہ پر کھڑی ہوں 'اور آسمان سے پھول برس رہے ہیں۔ جن کو میں ہتھیلیوں میں بھر بھر کر ایک مندر کو سونپ رہی ہوں .....

بیدار ہوئی 'تو رات کے ساڑھے چار بجے تھے ......

۱۰۔۱۱ دسمبر ۱۹۸۶ء

یا اللہ اسمہ در درویشی کون مقام لیائی ....

ایک معجزہ

رات کا سپنا کسی واقعہ کا دیدار نہیں تھا' دل کی ایک حالت کا دیدار تھا' جو ساری رات میری زمین بھی بنا رہا میرا آسمان بھی .....

رات کو میں تین بار بیدار ہوئی ۔ دائیں طرف جو چوٹ لگی تھی' اس کے درد سے ۔ اُٹھ کر پانی بھی پیا غسل خانے بھی گئی' لیکن ہر بار وہی سپنا میرے گرد ایک بُکل کی طرح لپٹا رہا....

دیکھا ------ کچھ لوگ ہیں' جو مجھے پُوچھ رہے ہیں کہ یہ جو معجزہ بتایا جاتا ہے کہ پانی شراب میں تبدیل ہو گیا' یہ کیا معجزہ ہے ؟

کہتی ہوں ------ کوئی معجزہ نہیں انسان کچّے پانی کی طرح ہوتا ہے' لیکن جوں جوں اس کے اجزاء میں سچ کی قوت آتی ہے' اس کا کچّا پانی پک جاتا ہے... لوگ کپڑوں کے ایک ٹرنک میں پانی کی بوتل بھر کر رکھ دیتے ہیں' اور مجھ سے پوچھتے ہیں ------ کیا یہ پانی شراب بن جائے گا ؟

کہتی ہوں ------ ہاں' اگر ان کپڑوں کو پہننے والا رُوح کی قوت رکھتا ہے' تو یہ پانی شراب بن جائے گا....

۲۷ ۔ جنوری ۱۹۸۷ء کی رات

برہسپت درشن

۳ فروری کی رات کا پہلا پہر تھا، جس وقت محسوس ہوا کہ ایک بہت ہی چھوٹا سا گورا اور نرم ہاتھ میرے بازو کو چھُو رہا ہے...

میں اس کی طرف دیکھتی جا رہی ہوں، اور سوچتی جا رہی ہوں کہ یہ کس کا ہاتھ ہے؟

وہ نوزائیدہ بچّے کے ہاتھ سے بھی چھوٹا تھا، لیکن ہاتھ کی خوبصُورتی اور تراشیدہ انگلیاں اس طرح تھیں کہ دیکھتی جا رہی تھی.....

ایک حیرانی سے جاگ آ گئی لیکن کچھ گرفت میں نہیں آیا کہ ابھی جو سپنے میں دیکھا تھا، وہ کس کا ہاتھ تھا....

۵ تاریخ صبح سویرے ایک مضمون لکھتی رہی ----- Voice of the Soul and Poetry پھر تقریباً گیارہ بجے تھے، کہ مضمون لکھ کر میز کے دراز میں سارے کاغذ رکھ کر، میں تھکے ہوئے جسم کو آرام دلانے کے لئے گھر کی چھت پر چلی گئی اور دھوپ میں لیٹ کر کچھ اونگھنے لگی...

اسی اونگھنے میں ایک وضاحت سارے دل میں چمک گئی، کہ گذشتہ رات سپنے میں میں نے جو ایک چھوٹا سا ہاتھ دیکھا تھا، وہ برہسپت کا ہاتھ تھا....

شعوری دل کے ساتھ یاد کیا کہ ٹھیک ۳ تاریخ برہسپت نے مین راشی میں آنا تھا، جو ضرور ۳ تاریخ کی رات اس نے اپنے چھوٹے سے ہاتھ سے مجھے چھوا ہے.....

۵ فروری ۱۹۸۷ء

نمبر ۲۷۶

صبح ہونے والی تھی، جس وقت سپنا دیکھا کہ کوئی اچھی سی عمارت ہے، بہت بڑی، شائد براڈکاسٹنگ کی، یا پارلیمنٹ کی۔ شاید دونوں کی ملی جلی صُورت میں تھی، جہاں میں بڑی بے چینی کے ساتھ کمرہ نمبر ۲۷۶ ڈھونڈ رہی ہوں۔ اتنا معلوم ہے کہ اس کمرے میں سے مجھے کوئی بہت ضروری کاغذات ملنے ہیں۔ لیکن کمرہ ملتا نہیں۔ عمارت

کی سیڑھیاں چڑھ کر کئی بار اوپری منزل پر جاتی ہوں' پھر سیڑھیاں اتر کر نچلی منزل پر آتی ہوں ----- اس طرح کئی بار سیڑھیاں چڑھتی اور اترتی ہوں -- لیکن کمرہ نمبر ۲۷۶ نہیں ملتا... پھر اچانک ایک آدمی کہتا ہے ----- وہ کمرہ ابھی بن رہا ہے' تیار نہیں ہوا لیکن جلدی تیار ہو جائے گا....

یہ الفاظ کانوں میں تھے' جب جاگ آ گئی' لیکن اس نمبر کا راز میری گرفت میں نہیں آ رہا۔

ابھی صبح سویرے شری ست پتھی جی کو فون کیا ہے' وہ کہہ رہے ہیں "نمبر۶ بدھ کا نمبر ہے' نمبر۲ اور ۷ شکر کے نمبر ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ بدھ کو شکر کی طرف سے کوئی مدد ملے گی۔"

۱۷ فروری ۱۹۸۷ء

خدا کی حاضری میں

محسوس ہوتا ہے ----- ساری رات ایک لمبے سپنے میں گزاری' دو دفعہ جاگ بھی آئی۔ گھونٹ گھونٹ پانی بھی پیا' پھر سو گئی' تب بھی سپنا چلتا رہا.....

دیکھا ----- چھوٹے چھوٹے گاؤں کے بہت سادے سے لوگوں کے پاس گئی ہوں' پوچھتی ہوں ----- جب تمہارے اوپر کوئی مشکل آن پڑتی ہے کوئی تمہارے ساتھ دھوکہ کرتا ہے' اس وقت تم کیا کرتے ہو؟

ایک بہت بڑی عمر کا آدمی کہتا ہے ----- بس سمجھ لیتے ہیں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پھر کوشش اپنے بس میں ہوتی ہے' وہ کرتے ہیں' اپنے بچاؤ کے لئے۔ سارا فکر خود ہٹ جاتا ہے.....

دیکھا... قریب ہی ایک جوان سا آدمی کھڑا ہے' معلوم نہیں اسی گاؤں کا کہ نزدیکی سی گاؤں کا' وہ اس بزرگ کو پوچھتا ہے ----- بھائی! خدا کو سمجھ لیا کہ ہمارے ساتھ ہے' لیکن وہ کرتا کراتا تو کچھ نہیں' سب کچھ خود ہی کرنا پڑتا ہے...

وہ بزرگ ہنس پڑتا ہے' کہتا ہے' کہتا ہے ----- سچ کہا ہے بھائی! خدا تو خاموش

رہتا ہے' اس لئے اس کی طرف سے بھی خود ہی بولنا ہوتا ہے' اور اس کی طرف سے بھی خود ہی کچھ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن فکر اس لئے نہیں رہتا ہے کہ وہ جو ساتھ بیٹھا ہوا ہے' سب جانتا ہے......

دیکھتی ہوں —— میری طرف ایک بھیڑ سی ہے' شہری لوگوں کی' جو یہ سب کچھ سن رہے ہیں۔ میں ان کو کہتی ہوں" یہ مثال آنکھوں سے دیکھ لو! میں جب کہا کرتی ہوں کہ سائنس اور سپرچوایلیٹی اکٹھے ہونے چاہئیں' یہ اس کی جیتی جاگتی مثال ہے' کسی مصیبت کے وقت جو کوشش آدمی کرتا ہے' وہ سائنس ہے۔ اور اس کا یہ سوچنا کہ خدا میرے ساتھ ہے' یہ اس کی "سپرچوایلیٹی" ہے۔"

لوگ میری طرف دیکھتے جا رہے ہیں' لیکن محسوس ہوتا ہے کہ میرے الفاظ کو پوری طرح سمجھ نہیں پا رہے ہے۔ اس لئے پھر کہتی ہوں" انسان نے اپنی طرف سے کوشش کرنی ہی ہوتی ہے' لیکن ساتھ خدا کی طرف سے بھی کرنی ہوتی ہے' خدا کے حصے کی۔ اس لئے اس کی کوشش غلط قسم کی نہیں ہو سکتی۔ اس کوشش کا اخلاق قائم رہے گا۔ کیوں کہ وہ خدا کی حاضری میں ہو رہا ہے —— بس یہی انسان کی اپنی کوشش کا اور خدا کے تصور میں کی گئی کوشش کا ملاپ ہی سائنس اور سپرچوایلیٹی کا ملاپ ہے.

دیکھتی ہوں —— لوگوں کے منہ ایک تسلی کے ساتھ کھل گئے ہیں لیکن ساتھ ہی دیکھتی ہوں —— میرے گرد کوئی نہیں ہے' میں بالکل اکیلی کھڑی ہوں...

میں سپنے میں پھر اپنے آپ کو کہتی ہوں —— میں نے جو بات آج لوگوں کو کہی ہے' وہ میں نے اپنے اوپر کیوں نہیں نافذ کرتی؟ آج لوگوں نے میرے گرد جو مصیبت کھڑی کی ہوئی ہے اس کے لئے میں کیوں فکر کرتی ہوں؟ —— میں نے تو صرف کوشش کرنی ہے' اپنی طرف سے بھی اور خدا کی طرف سے بھی۔ وہ جو میرے ساتھ بیٹھا ہوا ہے' وہ سب جانتا ہے... اور سپنے میں ہی محسوس ہوا کہ میرے دل و دماغ کو ایک چین آ گیا ہے۔

۳ مارچ ۱۹۸۷ء صبح سویرے

۲ بج کر ۲۰ منٹ کا وقت

دیکھا —— کہ بہت سادہ' اور بھلے سے نظر آتے لوگ میرے سامنے کھڑے

ہیں ۔ کہہ رہی ہوں ------ سب دیوی دیوتے خلائی قوتوں کے عکس ہیں ۔ صرف دیوی دیوتے نہیں ' ساری قدرت اسی قوت کا اظہار ہے ۔ یہ تو دل کی حالت ہے جو کسی چیز میں سے بھی اس کا دیدار پا سکتی ہے......

پھر دیکھتی ہوں ------ کہ میں اکیلی ہوں ۔ اور سامنے آسمان میں بہت پتلی ' چاندی کی ایک تار سی چمکتی ہے ' سوچتی ہوں ------ شائد یہ برہم کی غیر شخصی حالت میں سے شخصی حالت میں آنے کی حالت تھی....

ساتھ ہی دیکھتی ہوں ------ آسمان کے ایک حصّے میں کئی رنگ جگمگ کرتے ہیں ۔ سوچتی ہوں شائد یہی ایک نقطے کے دھماکہ وقت کا درشن ہے....

ساتھ ہی احساس ہوتا ہے ' کہ وہ لمحہ وقت کے شمار سے باہر تھا ' لیکن آج کے سائنسدان اگر وقت کی سُوئیوں کو پیچھے موڑ کر دیکھیں ' تو وہ ضرور رات کے ۲ بج کر ۲۰ منٹ کا وقت تھا جب برہم اپنی غیر شخصی حالت سے شخصی حالت میں آیا تھا....

جاگ آ جاتی ہے ' گھڑی دیکھتی ہوں ' رات کے ۲ بج کر ۲۰ منٹ ہوئے ہیں ' لیکن آج کے وقت کو میں نے کروڑوں سال پہلے کیسے جوڑا ہے ' کچھ گرفت میں نہیں آ رہا....

۵ مارچ ۱۹۸۷ء

کرشن درشن

اس انوکھے پن کو نہیں سمجھ سکتی کہ رات سپنے میں کرشن کو دیکھا ' اور سامنے بیٹھی کئی بزرگ عورتوں کو ۔

کوئی مقرر کھڑا ہے ' اور کرشن کی گیتا کے بارے بول رہا ہے ۔ اچانک وہ کرشن کی بات کرتے ' جب وہ کرشن کی ماں کا نام لیتا ہے ' تو سامنے بیٹھی کئی عورتیں اُٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہیں ' ہر عوت کہتی ہے ' کہ وہ کرشن کی ماں ہے ۔

مقرر حیران سا سب عورتوں کی طرف دیکھ رہا ہے ' لیکن کرشن مسکرا پڑتے ہیں ' کہتے ہیں ------ یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں ' ان سب نے مجھے اپنے دل میں سے پیدا کیا ہے.....

۱۵ مارچ ۱۹۸۷ء صبح سویرے

شری رام درشن

رات کا معلوم نہیں کون سا پہر تھا' سپنے نے آنکھوں کے سامنے ایک واقعہ رُونما کر دیا دیکھا ------ سامنے شری رام کھڑے ہیں' مردانہ حسُن کا ایک مجسّمہ۔ ان کے ہاتھوں میں کچھ کاغذات ہیں' کہتے ہیں "اس عہد میں سیتا کو بہت پریشان کیا جا رہا ہے' عدالت میں' اسی لئے آیا ہوں۔ اس کی مدد کے لئے....."

میں اچانک سامنے کھڑی ہو کر پوچھتی ہوں ------ رام! جو عہد آپ کا تھا' اس عہد میں آپ کی یہ کون سی عزت و ناموس تھی کہ سیتا کو بن باس دے دیا؟

رام جلدی سے چلنے لگے کہتے ہیں ------ وہی تو غلطی ہوئی اس عہد میں....

بس یہی بول میرے کانوں میں تھے کہ جاگ آ گئی.....

۲۔۳ اپریل کی رات

صبح ہو گئی ہے' لیکن حیرانگی نہیں جاتی کہ میرے لاشعُور دل میں رام کی عزت و ناموس کے ساتھ کب کا کوئی شکوہ بھرا ہوا تھا' کہ سپنے میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر وہ شکوہ ہونٹوں پر آگیا۔ یہ عہد بہ عہد کا دھاگہ کہاں لپٹا ہوا ہے۔۔ خدا جانے!

۳ اپریل ۱۹۸۷ء

میرا درشن

رات کو ۳ بجے جاگ گئی تھی۔ تقریباً ڈھائی گھنٹے ناگ منی کی ایک فائل پر کام کرتی رہی۔ ساڑھے پانچ بجے تھے' جس وقت امروز نے چائے کا پیالہ دیا۔ اور تقریباً ۶ بجے تھے' صبح کے' جس وقت پھر سو گئی۔

یہ نیند مجھے میرا کے عہد میں لے گئی۔ دیکھا ------ میرا کا حسُن برداشت نہیں کیا جا رہا تھا' لیکن وہ ایک محل میں قیدی تھی۔ یہ بھی دیکھا ------ شہر کی دو سو سائٹیوں

کے لوگ باری باری آئے، میرا کو سمجھانے کے لئے۔ وہ مسکراتی رہی، پھر ایک طرف کو مڑی، لیکن سامنے پتھر کی دیوار تھی...

اچانک دیکھا میرا کے گلے میں اُڑتا اُڑتا سا کالا پہنوا ہے، اور وہ محل سے باہر آگئی۔ دیکھا۔۔ ایک سائیکل لے کر، وہ شہر سے باہر جا رہی ہے۔ لیکن ایک لمبا راستہ گزر کر دیکھتی ہے کہ شاہی ٹھاٹھ کی دو سواریاں کھڑی ہیں، ارد گرد اہلکار ہیں۔ سمجھ جاتی ہے کہ یہ راجے کی آمد ہے...

اتنے میں راجہ میرا کے سامنے آتا ہے، اور اس کو ایک طمانچہ مارتا ہے....

میرا خاموش ہے، ایک مورتی سی.....

اس وقت میں میرا کی روح اپنی رگوں میں محسوس کر رہی ہوتی ہوں کہ میری نیند ٹوٹ جاتی ہے...... جاگی ہوں تو سامنے سارا سپنا ہے۔ میرا کا عہد بھی، اس کا راج محل بھی، اور ساتھ ہی اس عہد میں سائیکل کی دخل اندازی......

میری یاد میں وہ وقت جھلک پڑتا ہے۔ جب لاہور کے اندرون شہر میں رہتے، میں سائیکل چلانے لگ گئی تھی، تو شہر میں لوگوں کی تیوڑیوں پر بل پڑ گئے تھے۔ گھر میں بھی اس کی مخالفت ہوئی تھی ------ مجھے ایک طمانچہ مارنے تک یہ نوبت پہنچ گئی تھی۔

سپنے میں یہ دونوں عہد کس طرح مل گئے، نہیں جانتی لیکن یہ ضرور جانتی ہوں کہ میرا کے اندرون دل میں اپنے عہد کے ساتھ جو مخالفت تھی، وہ میں نے میرا سے ورثے میں پائی تھی....

۴ اپریل ۱۹۸۷ء

نمبرے

رات کا معلوم نہیں کون سا پہر تھا، جب آواز آئی "دنیا کا ہر راز نمبرے میں ہے۔"

۱۱ اپریل ۱۹۸۷ء

عہد کی تبدیلی

ابھی بیدار ہوئی ہوں ' رات کا ڈیڑھ بجا ہے ......

ابھی ایک عہد تبدیل ہوتے دیکھا ہے ۔ ہر مندر ' مٹھ اور پیٹھ بدلتا دیکھا ہے ——— جگمگاتا دیکھا ہے ......

سپنے میں ہی حیران ہوئی کہ یہ کرامات کیسی ہو گئی ؟ ایک خوف سے بھی آیا کہ یہ رُوحانی درشن ' صدیوں سے مذہبی اعمال و رسوم میں گھرے ہوئے لوگوں کی معمولیت کو کیسے قبول ہو گا ؟

لیکن دیکھ رہی ہوں کہ یہ عہد کی تبدیلی لوگوں کو تبدیل ہو رہی ہے ' لوگوں کے منہ کھلے ہوئے ہیں .... ملک کے سارے مندر مٹھ ایک باطنی قوّت سے جگمگا رہے ہیں .

یہ سب کچھ کیسے ممکن ہو گیا ' اس حیرانی اور خوشی سے جاگ آ گئی .....

۲۱-۲۲ اپریل ۱۹۸۷ء

استقبال

رات کا ابھی پہلا پہر تھا۔ تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا ' جس وقت نیند کے پہلے غلبے میں دیکھا کہ کہیں کوئی بہت لمبی سڑک ہے ' جس کے دونوں طرف کئی ممالک کے جھنڈے لہرا رہے ہیں ۔ سڑک ابھی خالی ہے ——— اس سڑک سے کس نے آنا ہے ' یا جانا ہے ' کچھ علم نہیں ... یہ کس کا استقبال ہے ——— کہیں کوئی اشارہ نہیں ———

۲۷ اپریل ۸۷ کی رات

شری کیلاش پتی جی کو میں نے کبھی سپنے میں نہیں دیکھا ' لیکن آج رات کو دیکھا ' شائد صبح کاذب کے وقت کے سپنے میں کہ وہ تین دفعہ کوئی برتن اٹھاتے ہیں ' لیکن ہر دفعہ وہ برتن ان کے ہاتھوں میں سے گر پڑتا ہے .....

۲۸ اپریل ۱۹۸۷ء صبح سویرے

ایک خوش موقع

رات تقریباً ڈھائی بجے تھے، جس وقت دیکھا کہ بہت سارے لوگ میرے گھر آئے ہیں۔ اتنے کہ میں سب کا استقبال کرتی ہوں، لیکن ان کو کئی الگ الگ کمروں میں بٹھانا پڑتا ہے۔ کچھ خاص اہمیت رکھنے لوگ بھی ہیں۔ جن کے ساتھ ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ کر پہلے باتیں کرتی ہوں۔

یہ موقع کیا ہے، کچھ پتہ نہیں، لیکن یہ احساس ضرور ہے کہ یہ کوئی خوش موقع ہے۔

۳-۴ مئی کی رات، ڈھائی بجے ۱۹۸۷ء

نمبر ۳

ایک لمحے کی جھلک تھی، لیکن ایک کاغذ پر نمبر ۳ لکھا دیکھا وہ کس کے سلسلے میں تھی، نہیں جانتی، نہ اس نمبر کے معنی جانتی ہوں۔ خدا جانے —— یہ نمبر کیا اشارہ دے گیا ہے.....

۵ مئی ۱۹۸۷ء رات سوا دس بجے

تلک

صبح کاذب کے ۴ بجے سے لکھ رہی تھی، اس لئے دوپہر کو روٹی کھا کر تقریباً ساڑھے تین بجے سو گئی۔ اب ساڑھے پانچ بجے جس ہاتھ کے لمس سے جاگی ہوں، وہ پتہ نہیں، کس کا ہاتھ تھا، صرف پورا احساس ہے کہ ابھی کسی نے ہاتھ کے انگوٹھے سے میرے ماتھے پر تلک کیا تھا.....

۸ مئی ۱۹۸۷ء

ایک بوند

دیکھا —— بے پناہ پانی ہے، جس میں کمل کے ایک پتّے پر میں پانی کی ایک بُوند بن کر کھیل رہی ہوں.....

۱۲ مئی ۱۹۸۷ صبح کاذب

کندن کے کنٹھے

دیکھا ــــــ کسی سوسائٹی سے بہت سی رقم لینی ہے ' لیکن وہ مل نہیں رہی پھر دیکھا ــــــ رقم کی جگہ کندن کے دو کنٹھے سوسائٹی نے دیئے ہیں ' اور مجھ سے دستخط بھی کروائے ہیں کہ اس سوسائٹی پر میرا جو قرض تھا ' وہ اُتر گیا ہے ۔ میں حیران ہو کر ان کنٹھوں کو دیکھ رہی ہوں ' کہ ایک عورت کی آواز کہتی ہے ۔۔ یہ کنٹھے کبھی بھی فروخت نہیں کرنے ....

جاگی ہوں ــــــ تو رات کے ڈھائی بجے ہیں ۔ یہ سپنا کاپی میں درج کر لیا ہے ' لیکن یہ کیا اشارہ ملا ہے ' کچھ گرفت میں نہیں آ رہا ....

۱۰-۱۱ مئی ۱۹۸۷ کی رات ۔

روح کی تخلیق

ایک بچّہ دیکھا ــ جس کا ناڑُو دھرتی سے جڑا نظر آتا ہے ...
سپنے میں ہی سوچتی ہوں ــــــ کیا یہ دھرتی ہر روح کے جنم کا ابتدائی منظر ہے ؟
پھر سوچتی ہوں ــــــ اس کا ناڑُو کون کاٹے گا ؟

اتنے میں جاگ آ جاتی ہے ' رات کے ۳ بج کر ۴۵ منٹ ہیں ....

۱۴ مئی ۱۹۸۷ء کی صبح کاذب

کستوری کا پرشاد

دیکھا ــــــ میرا بیٹا ایک گورو دیو کو اپنے ساتھ گھر لایا ہے ۔ وہ کوئی بہت ہی چھوٹا سا گھر ہے ۔ میں چارپائی سے اٹھ کر گورو دیو کو نمسکار کہتی ہوں ....
میرے قریب سا ہو کر وہ گورو دیو کہتے ہیں ... آپ کی کوکھ سے تو ایک عظیم روحانی

بیٹا پیدا ہوا ہے....

میں نوراج کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہوں ... یہی میرا بیٹا ہے' آپ کے سامنے ہے......

اتنے میں نوراج کہتا ہے ... ملا! میں نے ابھی ان کو گاڑی پر سوار کرانے جانا ہے' بس تھوڑی دیر کے لئے آئے ہیں.....

دیکھتی ہوں ——— تین تھالوں میں کچھ ڈال کر میرے بیٹے نے اس گورو دیو کو کچھ پیش کیا ہے....

ساتھ ہی دیکھتی ہوں ——— گورو دیو کی پوشاک بدل گئی ہے۔ پہلے گلے میں سفید سے کپڑے تھے' اب گرم پٹی کا کوٹ پاجامہ ہے' ساتھ ہی سر پر کھٹی پگڑی ہے....

کہتی ہوں ——— آپ کشمیر سے آئے ہیں؟

وہ مسکرا کر ہاں میں سر ہلاتے ہیں۔ پھر کوٹ کے بٹن کے قریب سے ایک بہت ہی موٹا سا نگینہ نکال کر مجھے دکھاتے ہیں۔

کہتی ہوں ——— یہ تو سانپ کا گوہر ہے...

وہ پوچھتے ہیں ——— پہلے کبھی دیکھا تو نہیں ہو گا؟

کہتی ہوں ——— نہیں سنا تھا' لیکن کبھی دیکھا نہیں تھا.... میں گوہر کو ہتھیلی پر رکھ کر بڑے غور سے دیکھتی ہوں' پھر ان کی امانت ان کو واپس دے دیتی ہوں' وہ گوہر کو ہاتھ میں لے کر پوروں سے ہلاتے ہیں ... تو وہ ایک چھوٹی سی ڈبیا کی طرح کھل جاتا ہے وہ ڈبیا سے میں پوروں سے کچھ نکالتے ہیں' اور میری ہتھیلی پر رکھ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں ——— یہ ہرن کی ناف سے ملی ہوئی کستوری ہے' کھالو!

میں ہتھیلی پر رکھی ہوئی کستوری کھالیتی ہوں ... اتنے میں میرا بیٹا کار لے آتا ہے' اور وہ گورو دیو سٹیشن پر جانے کے لئے میرے بیٹے کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ جاتے ہیں...

نیند سے بھی شائد اس سپنے کی حیرانگی برداشت نہیں ہو سکی۔ میں جاگ پڑتی ہوں' اور جلدی سے بتی جلا کر وقت دیکھتی ہوں ... ابھی صرف ساڑھے گیارہ ہوئے ہیں.....

۲۹ مئی ۱۹۸۷ء کی رات ۱۱ بج کر ۳۰ منٹ

کُندن کی انگوٹھی

آج ۱۹ مئی کا سارا دن شری وویکانند کو کچھ سمجھنے کے لئے ' رومن رولینڈ کو پڑھتی رہی تھی - پھر شری راج نے وویکانند جی کی جنم کنڈلی سامنے رکھ کر گرہوں کا جو بیان کیا ' اس کو ساری دوپہر لکھتی رہی تھی ' شام کے ۵ بجنے والے تھے ' جس وقت وہ مضمون لکھ کر اٹھی تو سر کا درد مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا - امروز نے چائے دی ' لیکن میں درد سے اتنی نڈھال تھی کہ کمرے میں ہی ائرکنڈیشنڈ چلا کر پلنگ پر پڑ گئی -

اسی تکلیف میں ایک خیال آیا -- شائد میں وویکا نند جی کی آتما کو پہچان نہیں سکی ' اور جو لکھا ہے ' وہ شائد وویکانند جی کی آتما کو ' کسی جگہ سے مایوس کر گیا ہے ----- اور اسے لئے مجھے بھیانک درد ہو رہا ہے .....

اسی تکلیف میں تھی کہ ہلکی سی نیند آ گئی ' دیکھا ----- جوانی کے وقت سے جو میں نے کندن کی ایک انگوٹھی بڑی سنبھال کر رکھی ہوئی ہے ' وہ ایک سے دو انگوٹھیاں بن کر ' میری ایک ہی انگلی میں پڑی ہوئی ہیں - سپنے میں ہی حیران ہوئی کہ میرے پاس ایک ہی انگوٹھی ہوتی تھی ----- آج ٹھیک اسی طرح کی دوسری انگوٹھی کہاں سے آ گئی ؟ وہ دوسری انگوٹھی بڑی نئی معلوم ہو رہی تھی - اس کے بالکل درمیان -----

کُندن کا سفید ٹکڑا اس طرح چمک رہا تھا - کہ اس کی چمک سے ہی میں جاگ گئی ....

جاگی ہوں ----- تو تَن مَن ہلکا ہو گیا محسوس ہوتا ہے ....

۱۹ مئی ۱۹۸۷ء شام کے ۵ بجے

عبادت گاہ

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے سوئی تھی - ابھی گہری نیند نہیں آئی ' دیکھا -- کوئی بزرگ کسی قدیمی گرنتھ

کو پڑھ رہا ہے۔ پڑھنے والا دکھائی نہیں دیتا، پھر معلوم نہیں، اس کے بزرگ ہونے کا احساس کس طرح ہو گیا........

وہ کون سی کتاب ہے، یہ جاننے کے لئے میں کتاب کو غور سے دیکھتی ہوں، لیکن مایوسی سی ہوتی ہے کہ اس کا رسم الخط پہچانا نہیں جاتا، صاف دکھائی بھی نہیں دیتا.....

پھر دیکھتی ہوں ----- ایک بہت بڑی سفید عمارت ہے، جس کے اوپر ایک گنبد بھی ہے ۔ میں باہر کچھ فاصلے پر کھڑی اس کو دیکھ رہی ہوں کہ وہ اندر سے جگمگ کرنے لگتی ہے.....

یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ یہ کوئی عبادت گاہ ہے۔ لیکن وہ مندر ہے کہ مسجد، یہ پہچان میں نہیں آتا..... شاید دونوں مقامات کی ایک ملی جلی صورت ہے۔

۳۱ مئی ۱۹۸۷ء کی رات

کرسی

صبح ہونے والی تھی، جب دیکھا ----- کوئی بہت بڑی دعوت ہو رہی ہے۔ لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں، سامنے میزوں پر بھری پلیٹیں پڑی ہوئی ہیں....

اتنے میں ایک بیرا میرے پاس آتا ہے۔ میں ایک میز کے قریب کھڑی ہوں۔ وہ ادب سے ایک پلیٹ مجھے پکڑاتا ہے، اور میں کہتی ہوں ----- کوئی بہت نرم سی چیز ہو تو کھالوں گی، ورنہ نہیں.....

وہ سفید رنگ کے کریم سے بھرے کچھ ٹکڑے میری پلیٹ میں رکھتا ہے....

پھر وہ ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور مجھے بیٹھنے کے لئے کہتا ہے لیکن میں دیکھتی ہوں ----- کرسی پر مٹھائیوں کا چورا وغیرہ لگا ہوا ہے، جیسے کچھ کریم گری ہو۔ میں بیٹھتی نہیں، اسی طرح کھڑی رہتی ہوں.....

۱ جون ۱۹۸۷ء کی صبح

تقریباً

۶ جون کی رات کے بعد 'آئندہ تمام راتوں کے سپنے' میں تفصیل کے ساتھ درج نہیں کرتی رہی۔ محسوس ہوتا رہا ——— کوئی اہم بات درج کرنے والی نہیں تھی.....

لیکن اب تقریباً تیس دن کے بعد محسوس ہوتا ہے ——— بہت چھوٹے اور عام سے واقعات جو سپنوں میں نظر آتے رہے' وہ سب گزرے ہوئے برسوں کے تھے' لیکن ایک وضاحت سی دیتے تھے.....

بہت سارے واقعات یاد نہیں رہے' کیونکہ میں نے ان کی اہمیت پر توجہ نہیں دی تھی۔ لیکن یہ یاد ہے' میں ہر سپنے میں اپنے آپ کو جوان عمر میں دیکھا تھا۔ ایک رات یہ بھی دیکھا تھا کہ ساحر نے میری طرف ہاتھ کر کے' کسی کو کہا ہے ——— "میرا اس کے ساتھ سات جنموں سے رشتہ ہے"۔ اور میں سپنے میں ہی سوچنے لگی تھی ——— "اگر ساحر کو یہ بات معلوم تھی۔ تم پھر اب اس جنم میں وہ مجھ سے بے پرواہ کیوں ہے؟"

ایک رات دیکھا تھا کہ بڑے کو اترا صاحب آئے ہیں۔ میں نے اٹھ کر ان کے پاؤں چھوئے..... سپنے میں ہی احساس تھا کہ ان کے بیٹے کے ساتھ کبھی میری شادی ہوئی تھی ..... وہ بڑے پیار کے ساتھ کہتے ہیں ——— "تمہارے بچے بہت چھوٹے ہیں' میں ایک بہت اچھا مکان بنوا دیتا ہوں' تو پھر میرے بیٹے کے ساتھ مل کر رہنا مان لو۔ تمہارا کمرہ الگ ہو گا' اور وہاں کوئی دخل نہیں دے گا۔" اور میں بڑے ہی پیار کے ساتھ اپنائیت سے ان کو کہتی ہوں ——— "آپ کے بیٹے کے ساتھ رہتے میں اپنے آپ کو زندہ سی محسوس نہیں کرتی۔ مجھ میں سے میری جان منفی ہو جاتی ہے....." اور پھر امروز کی طرف ہاتھ کر کے کہتی ہوں ——— "یہ ایک ہی بندہ ہے' جو میرے پاس ہو' تو میں بڑی زندہ سی ہو جاتی ہوں....." جواب میں وہ کچھ نہیں کہتے' اور بڑے اطمینان سے میری طرف دیکھتے ہیں۔ میں ایک بہت بڑی سی دیگ چڑھاتی ہوں' اور کہتی ہوں ——— "آپ سب لوگ روٹی کھائیں' مجھے کسی پر کوئی شکوہ نہیں' آپ سب میرے اپنے ہیں' لیکن میں اکیلی رہوں گی' صرف امروز کے ساتھ۔"

معلوم نہیں کس تاریخ کی رات تھی، لیکن یاد آتا ہے کہ ایک بڑا ہی خوبصورت، نیلے رنگ کا ایک گولہ سا دیکھا تھا، جیسے کچے سلک کی تاروں کو کات کر بنایا گیا ہو۔ منتر مسحُور سی ہو کر اس کو دیکھ رہی تھی کہ ایک آواز آئی تھی، یہ بھارت کا مستقبل ہے، لیکن اتنی دیر قائم نہیں ہو گا، جب تک پہلا کوڑا کرکٹ صاف نہیں ہو جاتا۔ اور ساتھ ہی ایک طرف کچھ غلاظت اور کوڑا دکھائی دیا تھا.....

اور جولائی کی صبح کلذب تھی، ۵ بجے سے کچھ پہلے کا وقت کہ ایک بڑا ہی پیچیدہ راز نمایاں ہوا.....

کسی گذشتہ جنم کا ایک واقعہ۔ میں اور امروز اکٹھے زندگی بسر کر رہے تھے، ایک بہت ہی بڑے دکھائی دے رہے مکان میں، جہاں کئی نوکر نوکرانیاں نظر آئے.....

پھر ایک بچّی تقریباً پانچ سال کی، وہاں آگئی اور اس نے بتایا کہ وہ کسی عورت سے امروز کی بیٹی تھی..... لیکن میں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ گھر میں پناہ نہیں دی، اور نوکر نوکرانیوں کو کہا کہ اس کو یہاں سے باہر بھیج دو.....

پھر وہی بچّی، جب تقریباً اٹھارہ برس کی ہوئی، تو پھر اس عمارت میں آئی، کہنے لگی ——— میں اب حاملہ ہوں، کہاں جاؤں، مجھے اپنے پاس رکھ لو.....

لیکن اس حالت میں بھی میں نے اس کو قبول نہیں کیا۔ اور وہ بڑی مایوس سی، ایک کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔ اور پھر اس نے اچانک کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگا دی..... یہ اس عمارت کی کوئی بہت اُوپری منزل تھی، اور میں گھبرا گئی کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ اس طرح مرجائے گی، تو میں اس کو پناہ دے دیتی.....

اس طرح کچھ پچھتاوے کی حالت میں تھی، جب آواز آئی ——— "گذشتہ جنم کی ہر بات اگر یادداشت میں قائم ہو جائے، تو انسان کا زندہ رہنا بہت مشکل ہو جائے۔ لیکن تمہارے دل میں گذشتہ جنم کو معلوم کرنے کی بہت خواہش ہے، اس لئے یہ ایک واقعہ تمہیں اور دکھایا ہے....."

جاگی تو ٹھیک ۵ بجے کا وقت تھا.....

۶ جولائی ۱۹۸۷ء صبح کلذب

سُرخ پتھروں کی عمارت

۱۰ جولائی کی رات ابھی صرف ۱۱ بجے تھے ' اور ابھی ابھی سوئی تھی کہ میں خوفزدہ سی جاگ گئی - دیکھا تھا ' کہ کوئی بہت بڑی عمارت ہے ' سُرخ پتھروں کی بنی ہوئی ' جس کے اندر ہزاروں لوگ ہیں ' وہاں رہتے ' کہ اچانک ساری عمارت کے کونے کونے میں سے دُھواں نکلنے لگتا ہے ..... میں کبھی کوئی سیڑھی چڑھتی ہوں ' کبھی کوئی ' لیکن کوئی بھی راستہ مجھے میری جگہ پر نہیں لے جاتا - پھر گھبرا کر سیڑھیاں اترتی ہوں ' سب سے نچلی منزل آ جاتی ہے ' لیکن باہر نکلنے کا وہاں کوئی راستہ نہیں - چاروں طرف سُرخ پتھروں کی اونچی اونچی دیواریں ہیں .....

اتنے میں ایک عورت نظر آتی ہے ' بالکل اجنبی ' جو اس عمارت کے اندر آ رہی ہے ' کہتی ہے ' مجھے اس عمارت کے تمام راستے معلوم ہیں ' چلو میرے ساتھ ' تمہیں اندر امروز کے پاس لے جاؤں گی - میں اس کے ساتھ چل پڑتی ہوں ' لیکن حیران سی کہ واقعی وہ مجھے امروز کے پاس لے جائے گی ' یا میں دُھوئیں کے غبار میں گھر جاؤں گی .....

جاگ آ گئی ' تو محسوس ہوا ----- ملک میں کچھ اور بُرا ہونے والا ہے ' یہ بہت بڑی عمارت پورے ملک کا عکس معلوم ہوتی ہے .....

۱۱ جولائی صبح سویرے

نو کاغذ

رات کے ۳ بجے تھے جس وقت بیدار ہو گئی تھی -----

ایک عجیب و غریب سپنا تھا ----- ایک جگہ کئی قلمی گرنتھ پڑے ہوئے تھے - کسی ان دیکھی قوت نے میرے سامنے نو سفید کاغذ رکھ دئے ' جن پر انوکھی قوتوں بارے تفصیل لکھی ہوئی تھی - ساتھ ہی بے آواز آواز آئی ----- یہ سب گرنتھوں کا سنپلی فیکشن ہے .....

محسوس ہوا ----- میرے باطن میں ایک سکھ سما گیا ہے' میں باری باری وہ نو کاغذ دیکھ رہی ہوں۔ ایک گہری تسلی محسوس ہو رہی ہے.....

پھر سو گئی تو صبح سویرے کے سپنے میں' پھر کوئی کاغذ دکھائی دئے ہیں' اور ساتھ ۷۷ نمبر' اور ساتھ ہی آواز آئی ہے ----- یہ نمبر ۷۷ تنتر شاستر سے لیا گیا ہے.....

۱۵ جولائی ۸۷ صبح سویرے

دو پنچھی

دیکھا ----- شری رام کھڑے ہیں' اکیلے' اور اُداس۔ وہ جنگل میں رہ رہی سیتا کے دھیان میں ہیں' فکر مند۔ اتنے میں دو بڑے ہی خوبصورت' سفید دُودھ جیسے پنچھی اُڑتے ان کے اُوپر سے گزرتے ہیں....

ان پنچھیوں کی خوبصورتی تھی' آنکھوں کے سامنے ٹکی ہوئی۔ جب میں جاگ پڑی۔ ایک احساس سا بھی تھا ----- کہ یہ ٹھیک وہی منظر تھا' جب ادھر جنگل میں لوکش کا جنم ہوا تھا' جو دو الہی پنچھیوں کی اڈاری میں شری رام کو بتایا تھا۔

لیکن یہ مجھے نظر کیوں آیا ہے' میں یہ راز نہیں جان سکتی.....

۱۶-۱۷ جولائی کی رات

سیلاب

آج رات کا سپنا ایک اشارہ دے گیا ہے کہ میرے ملک میں کچھ بہت برا ہونے والا ہے۔ دیکھا' ایک سیلاب آیا تھا' جس میں لوگ برباد ہو گئے' ایک ویران جگہ پر کچھ لوگ کھڑے ہیں' میں بھی ہوں' اور ان کے ساتھ باتیں کر رہی ہوں کہ سیلاب کے اگلے طوفان کو کس طرح برداشت کرنا ہے.... دور کہیں پانی چڑھتا نظر آ رہا ہے.....

۲۰-۲۱ جولائی کی رات

ایک خبر

آج رات ' دوسرے پہر ' کسی رونما ہونے والے حادثے کی جھلک دیکھی ۔ اخباروں کی غلط بیانی کی وجہ سے دیکھا ' کہ کسی اخبار کے دفتر میں گئی ہوں ' اپنا نظریہ بتایا ہے ' جس کو سن کر ایک رپورٹ لکھ لی گئی ہے ' اور اخبار کا مالک میرے نظریئے کی تعریف کرتا ہے ۔ اپنی کار لاتا ہے کہ وہ مجھے اور امروز کو گھر چھوڑ آئے گا ۔ لیکن کار میں خود بیٹھتے وقت ' کہتا ہے ' صرف ڈرائیور جائے گا ' وہ خود نہیں ۔ اور جب کار کچھ دور چلی جاتی ہے ' مجھے اور امروز کو لے کر ' تو اس کا آدمی آتا ہے کہ موسم ٹھیک نہیں ' طوفان آنے والا ہے ' اس لئے وہ اپنی کار کو اس طوفان میں نہیں بھیجے گا ۔ میں اور امروز کار میں سے اتر کر پیدل چل پڑتے ہیں ----- چلتے چلتے دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھوٹی سی پتھروں کی دیوار آتی ہے ' امروز کہتا ہے ' اس دیوار کو پھاند کر ' اگر ہم اس کے ساتھ لگتے راستے پر جائیں ' تو وہ راستہ نزدیک پڑے گا ۔ وہ دیوار پر سے چھلانگ سی لگا کر ' دوسری طرف ہو جاتا ہے ۔ لیکن جب میں دیوار کو پھلانگنے لگتی ہوں ' تو ایک کُتا میرے نزدیک آ کر بھونکنے لگ جاتا ہے ۔ محسوس ہوتا ہے ----- وہ ابھی کاٹ لے گا

وہاں پتھر کی دیوار کے قریب آدھی ثابت کتنی ہی اینٹیں پڑی ہوئی ہیں ' میں ایک اینٹ کا ٹکڑا اٹھا کر ' اس کُتے کو مارتی ہوں کہ شائد وہ ڈر کر دُور ہو جائے گا ۔ لیکن وہ دُور نہیں جاتا ' وہاں ہی کھڑا رہتا ہے ۔ میں ایک اور اینٹ مارتی ہوں ' وہ تب بھی کھڑا رہتا ہے ' جیسے وہ وہاں زمین میں گڑا ہو ۔ میں ایک اور اینٹ اٹھاتی ہوں ' ایک اور ' ایک اور ----- اور وہاں اینٹوں کا ایک بڑا سا ڈھیر لگ جاتا ہے ' لیکن کُتا وہاں ہی کھڑا رہتا ہے ' ویسے اس ڈھیر میں دب جاتا ہے ----- پھر غور سے دیکھتی ہوں کہ اگر وہ زندہ ہے ' تو باہر کیوں نہیں نکلتا ' لیکن وہ باہر نہیں نکلتا ۔ اس کی جگہ ----- صرف اینٹوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے ..... شاید یہ اشارہ کسی مصیبت کے ٹل جانے کا ہے ' معلوم نہیں .....

۲۴ ۔ ۲۵ جولائی ۸۷ کی رات

کوئی اشارہ

رات ----- تین دفعہ جھلملاتی روشنی دکھائی دی ' لیکن ہر دفعہ اس کی جھلملاہٹ کے ساتھ جاگ آ گئی ..... کہیں کوئی صورت نہیں 'کوئی آواز نہیں 'کوئی اشارہ نہیں ..... لیکن تین دفعہ اس روشنی کا دکھائی دینا اپنے آپ میں کس کا اشارہ ہے ' نہیں جان سکتی .....

۲۹ - ۳۰ جولائی کی رات

ایک راز

آج ۳۱ جولائی کی صبح کاذب کے ساڑھے چار بجے جس سپنے سے بیدار ہوئی ہوں ----- وہ عجیب غریب ہے .....

دیکھا ..... کوئی قدیم عہد ہے 'اور میں جہاں ہوں ' وہ کوئی خانقاہ سی ہے 'کوئی مذہبی آشرم جیسی ' جہاں کئی عورتیں اور کئی مرد ہیں .....

دیکھا " ----- " نے ایک بچے کو جنم دیا ہے 'لیکن وہ بچہ اپنایا نہیں جا سکتا ' اس لئے وہ اکیلی 'اور زرد سی ہوئی 'ایک جگہ پر لیٹی ہوئی ہے ..... اس وقت میں اس کو ایک خط لکھتی ہوں ' بڑے ہی خوبصورت فقرے تراشتی ہوں ' جن میں سے ایک فقرہ یہ تھا ----- " قدرت کا دیا ہوا یہ وقت کیسا ہے ' جب کے اپنے ہی جسم میں ایک حصُول کا احساس ہے 'اور اپنے ہی بہت دور اندر سے کچھ گُم ہو جانے کا احساس ۔"

یہ خط لکھتے وقت میرا دل موم نہیں تھا ۔ سوچ رہی تھی ----- یہ خط بڑے ہی خوبصورت دستاویز کی طرح ہونا چاہئے ' جس کو غور سے پڑھتے ----- یہ سارا راز سب کے سامنے آ جائے ----- اس خانقاہ کے سارے لوگ اس راز کو جان لیں ' اور خانقاہ کے پجاری بھی .....

میں پورے خط کے فقرے بڑے سلیقے سے تراش رہی تھی کہ جاگ آ گئی .....

خدایا ! کیا یہ کسی قدیمی جنم کا صحیح واقع تھا ؟ کیا میں نے کسی کے راز کو یوں نمایاں کیا

تھا؟ یا یہ سارا تصوّر ہے؟ کہ یہ میری آج کی مصیبت کی کوئی قدیمی وجہ ڈھونڈنے کی کوشش ہے؟ یہ صرف اپنے دل کی مایا ہے؟

اس جنم میں میرے ساتھ کسی کی عداوت کی کوئی وجہ میری گرفت میں نہیں آ رہی۔ اور معلوم نہیں اس سپنے کے ذریعے قدرت نے بنیادی وجہ کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے؟ یا یہ وجہ بھی میرے تصوّر نے تراش لی ہے-----؟

۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء صبح سویرے

ایک اشارہ

آج ۱۸ اگست صبح سویرے سپنا آیا کہ ایک اچھے سے سُوٹ کیس میں کندلا کے بڑے ریشمی کپڑے سنوار کر رکھ رہی ہوں۔ ساتھ ہی اس کے سارے زیور۔ اور اچھی طرح دیکھ رہی ہوں کہ میرے پاس جتنے اس کے زیور اس کی امانت تھے' وہ تمام رکھے گئے ہیں.....

بس اتنا سپنا تھا۔ وہ سُوٹ کیس کیوں تیار کر رہی ہوں' اس کا کوئی اشارہ نہیں تھا۔ جاگی ہوں----- تو سوچ رہی ہوں کہ یہ سپنا کیا اشارہ دے گیا ہے' لیکن کچھ گرفت میں نہیں آ رہا۔ اتنا ضرور تھا کہ سپنے میں اپنے آپ کو سرخرو کر رہی تھی.....

کیا یہ کندلا کا زندگی میں دوبارہ گھر بسانے کا اشارہ ہے؟ لیکن زندگی کی نظر آتی حقیقت میں اس کا کوئی امکان دکھائی نہیں دے رہا' پھر یہ اچانک کس کا اشارہ ہے؟

یہ بھی یاد آ رہا ہے' اس سے پچھلی رات میں نے سپنے میں بڑی مٹھائی دیکھی تھی۔ ایک پلیٹ میں اپنے لیے بھی ڈالی تھی' اور اس سے تقریباً دو راتیں پہلے دیکھا تھا کہ کس جگہ پر کچھ اجنبی بچے' جو بڑے شوق سے لڈو کھا رہے ہیں.....

خدایا! رحم کر! کندلا کو زندگی کی کوئی خوشی نصیب ہو جائے' خدا کرے! اس سپنے کا یہ اشارہ ہو!

۱۸ اگست ۱۹۸۷ء

پانچ سپنے

اُوپر تلے پانچ سپنے آئے ہیں۔ ۱۸ تاریخ تک تین سپنے آئے تھے' لیکن جب ۱۸ تاریخ کی دوپہر کو سو گئی' تو سپنا آیا کہ گھر میں بہت ساری روٹیاں بن رہی ہیں' مکئی کے آٹے کی' لیکن اتنی کہ دیکھ کر حیران ہوں' پھر اگلی رات' ۱۸ اور ۱۹ تاریخ کی درمیانی رات ----- دیکھا ----- ایک بہت بزرگ عمر کی عورت ہے' جس کے پاس بہت ہی قدیم کاغذات ہیں' جو اس نے بہت سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں۔

پانچوں سپنے ایک دوسرے کے ساتھ کہیں اندر سے ہی منسلک محسوس ہوتے ہیں' لیکن میں ان کے تار ایک دوسرے کے ساتھ نہیں جوڑ سکتی۔ آج ارمل کو فون کیا' اور ۱۸ تاریخ کے جس سپنے کا ٹھیک وقت معلوم تھا' اس نے وہ وقت پوچھ کر' اس وقت کی کنڈلی بنائی ہے -----

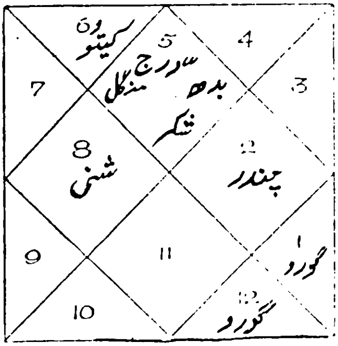

پنچھتر روہنی ہے۔ ارمل کے کہنے کے مطابق "یہ پانچوں سپنے کسی مبارک گھڑی کا اشارہ تھے' لیکن اس مبارک گھڑی کو ڈیفائن کرنا مشکل ہے....."

۱۹ اگست ۱۹۸۷ء

قدیم عہد کی ایک عورت

قدیم عہد کی ایک عورت کو دیکھا، جو کچھ اُداس تھی۔ وجہ پوچھی، تو اس نے کہا کہ اس کا لکھا ایک گرنتھ تھا، جو اس سے گم ہو گیا ہے.....

میرے ہاتھ میں انیسویں صدی کے بھائی سنتوکھ سنگھ کا ایک گرنتھ ہے، جس کو دیکھ کر اس نے کہا ـــــ میرا گرنتھ بھی تھا۔ معلوم نہیں کہاں ہے، اگر مجھے مل جائے تو میں اس کی قدیمی زبان کو خود آج کی زبان میں ترجمہ کر سکتی ہوں.....

میں نے پوچھا ـــــ کیا وہ گرنتھ بھی، بھائی سنتوکھ سنگھ کے گرنتھ کی طرح گورو کی ستائش کا تھا؟

وہ کہنے لگی ـــــ نہیں اس لیے مذہبی گرنتھوں کو لوگوں نے سنبھال لیا ہے، میرے گرنتھ کو نہیں سنبھالا.....

کچھ لوگ بتاتے ہیں، اجنبی، میں ان کو کہتی ہوں ـــــ یہ کتنی بڑی بات ہے کہ قدیم عہد کی یہ عورت ابھی زندہ ہے، اور وہ خود اپنے گرنتھ کا ترجمہ کر سکتی ہے۔ اس کا گرنتھ آپ ضرور ڈھونڈیں!"

بس یہی کہہ رہی تھی، جس وقت جاگ آ گئی۔ صبح کاذب کے ساڑھے چار بجے کا وقت تھا.....

۲۰ اگست ۱۹۸۷ء

دو کھجوریں

آج ۲۵ اگست کی دوپہر تھی، جب میں سو گئی، تو احساس ہوا ـــــ میرے منہ میں دو کھجوریں ہیں۔

اتنا، جاگ کر بھی یاد ہے کہ وہ دونوں کھجوریں میں نے کھائی تھیں، لیکن وہ کس نے میرے منہ میں ڈالی تھیں، یہ معلوم نہیں۔ امروز کو ابھی جگا کر میں نے سپنا سنایا ہے،

تو امروز ہنس رہے ہیں ——— "یہ پیغمبری کھجوریں تھیں ....."

۲۵ اگست ۱۹۸۷ء

ایک کشتی اور ایک ملاّح

رات کا چوتھا پہر ہو گا ' جس وقت ایک ایسا احساس ہوا ' جسے پوری زندگی کا حاصل مل گیا ہو .....

دیکھا ——— سامنے وسیع سمندر ہے ' اور دور سمندر کے درمیان تین پہاڑیاں دکھائی دیتی ہیں ' بڑی سرسبز۔ ایک بہت بڑی کشتی ہے ' جس میں میں اور امروز بیٹھے ہیں .....

پوچھتی ہوں ——— باقی سب کہاں ہیں ؟

امروز کہتا ہے ——— وہاں ہی کنارے پر۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں آئے ' ان کو سمندر سے ڈر لگتا ہے .....

تاحدِّ نگاہ اور پر سکون سمندر کا نظارہ میں دیکھے جا رہی ہوں .....

میں اور امروز آخر کار ان پہاڑیوں پر پہنچتے ہیں۔ کشتی میں سے اُتر کر ' ہر پہاڑی کی پگڈنڈی پر سے گزرتے ہیں۔ دور جہاں تک نظر جاتی ہے ——— اُوپر آسمان ' اور اِرد گرد سمندر نظر آتا ہے .....

یہ ایک عجیب احساس ہے .....

پھر ہم کشتی میں پلٹتے ہیں ' تو میں کہتی ہوں ——— یہ کشتی خود چل رہی ہے ' ملاّح کہاں گیا؟

کشتی بہت بڑی ہے ' امروز اس کے سرے کی طرف اشارہ کرتے ہیں ——— وہ دیکھ ! ملاّح ہمارے ساتھ ہے .....

دیکھتی ہوں ——— ایک بہت ہی بڑی عمر کا بزرگ وہاں بیٹھا ہے ' کشتی چلا رہا ہے .....

احساس ہوا ——— ایک ہلکا سا خوف محسوس ہوا تھا ' لیکن ملاّح کو دیکھ کر ' میں

بھی پرسکون سمندر کی طرح ہو گئی ہوں -----
اب کنارہ کچھ نزدیک دکھائی دے رہا ہے' جہاں بہت ساری روشنیاں ہیں' جیسے کوئی جشن ہو رہا ہو.....

کہتی ہوں ----- یہ لوگ ہمارے ساتھ نہیں گئے' سمندر سے ڈر گئے.....'

امروز کچھ نہیں کہتے' مسکرا سا دیتے ہیں.....

یہ لمحہ تھا' جس وقت جاگ آ گئی۔ لیکن نیند کا غلبہ اتنا تھا کہ میں نے بتی جلا کر وقت نہیں دیکھا۔ بس اتنا سا احساس ہے ----- کہ یہ وقت ضرور رات کا چوتھا پہر تھا پھر جاگی تو سوا پانچ بجے تھے' اور پہلا شعوری احساس آیا کہ آج میرا جنم دن ہے .....

۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء

نظموں کا میلہ

پہلی ستمبر ----- جس رات سے پیدا ہوئی تھی' اس رات معلوم نہیں کون سا پہر تھا' جس وقت دیکھا' کوئی بہت بڑی جگہ ہے' جہاں پنجابی کے شاعر جمع ہیں' اور مجھے کہتے ہیں کہ میں شاعروں کے اس میلے میں شامل ہو جاؤں' میں انکار کرتی ہوں ----- میں انکار کرتی ہوں کہ میں کبھی سٹیج پر نظم پڑھنا نہیں چاہتی۔ لیکن یہ لوگ اتنا تقاضہ کرتے ہیں' کہ میں ایک بار ان میں شامل ضرور ہو جاؤں' چاہے آخری بار.....

اور میں ان میں شامل ہو کر جب سٹیج کو سنبھالتی ہوں' تو کہتی ہوں ----- آج ہم نے نظموں کا میلہ کرنا ہے' لیکن اس سے پہلے ہم سب پہلے بلھے شاہ کا دھیان کریں' اور اس کی ایک سطر کی طرح اپنے دل و دماغ کی حالت بنا لیں.....

کہتی ہوں ----- الف اللہ دل کرتا میرا' مینوں ب دی خبر نہ کائی.....

اور کہتی ہوں ----- آؤ! اپنی اپنی نظم کہنے سے پہلے ہم الف اللہ کی حالت میں پہنچ جائیں!

یہ کہہ رہی ہوتی ہوں ----- جس وقت جاگ آ گئی۔

۱ ستمبر ۱۹۸۷ء

شوجی پرشاد

رات ہوتے ہی جلدی سو گئی تھی۔ وقت رات کے نو اور ساڑھے نو کے درمیان تھا، جس وقت شوجی کا انوکھا روپ دیکھا۔ وہ، جس کے بیان میں واقف نہیں تھی۔ نہ کسی مُورتی میں دیکھا ہوا، نہ کہیں پڑھا ہوا۔

کسی آواز نے بتایا بھی نہیں کہ وہ شوجی ہیں۔ لیکن یہ مجھے سوئے ہوئے بھی علم ہے۔ اور وہ مسکرا رہے ہیں.....

پھر دیکھا ----- ان کے سر کا پہناوا ہوا میں ایک پرندے کی طرح اُڑنے لگا ہے۔ میں اس کو دیکھے جا رہی ہوں کہ وہ کس سمت کی طرف جائے گا؟ کیوں جا رہا ہے؟ کہ اتنے میں وہ نیچے زمین کی طرف اُترتا ہے، اور آہستہ سے میرے سر پر آ کر ٹک جاتا ہے.....

یہ اچنبھا تھا، جو برداشت نہ ہوا۔ جاگ آ گئی۔ اس وقت کے ساڑھے نو بجے تھے۔ سر کو ٹٹولا، محسوس ہوا، شوجی کا وہ پرشلا ابھی بھی میرے سر نے پہنا ہوا ہے.....

۲۷ ستمبر ۱۹۸۷ء کی رات کا پہلا پہر

لگن --- درشن

دیکھا ----- میرے سامنے میری جنم پتری ہے۔ لیکن عالم اندھیرے کا ہے۔ اتنے میں آسمان کی طرف سے روشنی کی ایک تیکھی لکیر آتی ہے، جو جنم کنڈلی کے لگن مقام پر آ کر ٹک جاتی ہے۔

دیکھا ----- کرک لگن ہے، اور لگن میں منگل اور برہسپت ہیں.....

سپنے میں ہی سوچی ہوں ----- کہ میرا کرک لگن ہے.....

جاگ آ گئی، اور ساتھ ہی ایک یقین آ گیا کہ میرا کرک لگن ہے....

کئی برسوں سے میں اس یقین کی تلاش میں تھی۔ مختلف عالموں نے میرے مختلف لگن بتائے، لیکن وہ سب ہی ایک دوسرے کے قیافے سے علیحدہ تھے، اس لئے کس ایک پر یقین نہیں آتا تھا.....

۱۹۸۶ء میں شری پشپ راج بٹالہ نے ایک اس شخص کے ساتھ 'ملایا تھا' کسی نیک صالح رُجحانات والے شخص کے ساتھ' جس کا نام کسی کو معلوم نہیں۔ وہ "ماماجی" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ بہت دُور دُور سے لوگ ان کے پاس آتے ہیں' جن سے وہ کسی طرح بھی کوئی پیسہ قبول نہیں کرتے۔ ان کے ساتھ ملاقات ہوئی تو میرا پہلا سوال میرے لگن بارے تھا' جس کا جواب انہوں نے ہاتھ میں قلم اور کاغذ لے کر ایک منٹ کے عرصے میں دیا تھا کہ میرا کرک لگن ہے.....

میری زبان پر پھر بھی ایک شبہ تھا' پوچھا ---- میری تاریخ پیدائش معلوم ہے' لیکن وقت معلوم نہیں' ہو سکتا ہے کہ لگن کوئی اور ہو۔ اور انہوں نے جواب میں کہا تھا ---- "اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا"۔

اس کے بعد شری بٹالہ کے یوگی گورو کے ساتھ ملاقات ہوئی' جو مہاراشٹر کے ہیں' اور سال میں ایک دفعہ دہلی آتے ہیں' شری بٹالہ کے پاس۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا ---- کرک لگن ہے۔

اس کے بعد شری آچاریہ راج ملے' جنہوں نے میری چندر کنڈلی دیکھ کر کہا تھا ---- یہ جنم لگن ہے' تلا۔ لیکن آئندہ ملاقات میں کہنے لگے ---- "میں نے پورے غور سے کنڈلی نہیں دیکھی تھی۔ اب دیکھی ہے' اس لئے کہہ سکتا ہوں کہ لگن کرک ہے' تلا نہیں۔ تلا چندر راشی ہے۔ لیکن لگن کرک ہے"۔

اس کے بعد شری مرت بنجیے کے سامنے یہ ذکر آیا' تو وہ کہنے لگے ---- کرک لگن ہے.....

میں تقریباً دو برس سے دل ہی دل میں بھرگو سے کرتی تھی کہ بھرگو جی! آپ مجھے سپنے میں میرا لگن بتا دیں! دیکھیں! کوئی سنگھ لگن کہتا ہے' کوئی کرک' کوئی ورسچک' کوئی مین.... مجھے کسی پر یقین نہیں آتا.... اور نہ یہ یقین آتا ہے کہ چندر لگن ہی جنم لگن ہے....

مجھے آج رات' محسوس ہوتا ہے' میری عرض قبول ہوئی ہے۔ آسمانی روشنی کی ایک لکیر' کنڈلی کے لگن مقام پر آکر کھڑی ہو گئی' اور میں نے اس سفر کی راشی بھی دیکھی ہے' گرہ بھی دیکھے ہیں....

۲۷-۲۸ ستمبر ۱۹۸۷ء کی رات کے دو بجے

آگ، دھواں اور ایک برتن

رات کا پہلا پہر تھا، دیکھا چابیاں نہیں مل رہیں.... شائد کچھ پریشانی ہوئی، میں کچھ دیر چابیاں ڈھونڈتی رہی۔ پھر اچانک آسمان کی طرف سے روشنی کی ایک لکیر آئی، اور سیدھی جس جگہ پڑی، دیکھا---- وہاں چابیاں پڑی ہوئی ہیں.....

اس روشنی کی لکیر سے جاگ آ گئی۔ بتی جلا کر گھڑی کا وقت دیکھا---- ابھی ساڑھے دس بجے تھے.....

پھر دیکھا---- میں ایک مکان کی اوپری منزل پر ہوں، لیکن اچانک نچلی منزل سے آگ کا دھواں نکلنے لگتا ہے.... گھر کے سب لوگ گھبراتے ہیں، لیکن میں امروز کو لے کر نچلی منزل پر جاتی ہوں، اور آگ کی وجہ معلوم کرتی ہوں۔ وہاں ایک بہت ہی بڑا برتن پڑا ہوا ہے، لوہے کا۔ جس میں سے دھواں نکل رہا ہے۔ امروز کی مدد کے لئے دو تین آدمی کہیں سے آ جاتے ہیں ۔ میں بھی اس برتن میں پانی ڈال ڈال کر آگ کو بجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔ ہم سب اس کے گرد کھڑے ہو جاتے ہیں---- اور برتن کی آگ کم ہونے لگتی ہے۔ دھواں پتلا ہونے لگتا ہے۔ اتنا کہ آگ بجھنے پر آ گئی۔ آگ نظر نہیں آتی، صرف دھواں نظر آتا ہے، جس سے آگ کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ دھواں بالکل ختم ہونے لگتا ہے، اور برتن کی تہہ کو غور کے ساتھ دیکھنے لگی ہوں کہ وہاں کون سی چیز تھی---- جس کی وجہ سے یہ دھواں نکلا تھا۔

کوئی اتنا بتاتا ہے کہ وہاں ایک پڑچھتی ہے، کمرے کی چھت کے نزدیک، وہاں معلوم نہیں کب کی رکھی ہوئیں، کوئی پرانی چیزیں پڑی ہوئی ہیں۔ اور یہ برتن بھی وہاں سے ہی اتارا تھا.....

جاگ آئی، دیکھا، رات کے ساڑھے تین بجے ہیں۔ سارا سپنا اکھڑا سا یاد ہے۔ اور معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ نچلی منزل سے اٹھتا دھواں---- کیا میرے کسی لاشعوری دل کی کسی تہہ میں دبا ہوا کوئی احساس تھا، یا وہ کیا تھا.....

اور وہ پڑچھتی؟---- جہاں پرانی چیزیں گرد و غبار میں پڑی ہوئی ہیں، کیا وہ گزشتہ جنموں کے کوئی واقعات ہیں، یا وہ کیا ہے؟

۲-۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کی رات

ایک سنیاسی کا فطری رُوپ

آج ۸ اکتوبر کی صبح تھی ' جب ناگپور کے ایک مہاراشٹرین دوست کا فون آیا کہ وہ دہلی آئے ہوئے ہیں ' اور ان کے ساتھ شری سوامی بھوم چیتنئے آئے ہوئے ہیں۔ جن کا آشرم پدمی گھاٹ نربدا کے کنارے ہے ' اور وہ شام کے چھ بجے میرے گھر آئیں گے .....

صبح سے کام کر رہی تھی ' اس لئے تھک کر جب دوپہر کو سو گئی ' تو ۴ بجے جس سپنے سے جاگی ' وہ سپنا تھا ——— کہ مہاراشٹرین دوست آئے ہیں ' لیکن ان کے ساتھ ایک زاہد عابد عورت ہے ' جس کے پاؤں کو چھوتی ' میں سوچتی ہوں کہ میرا خیال تھا ' ان کے ساتھ کوئی مرد سنیاسی آئیں گے شاید فون پر ان کے الفاظ سننے میں کوئی غلطی ہو گئی تھی ——— یہ تو زاہد عابد و عورت ہے ....

جاگ آ گئی۔ میں نے اس سپنے کو معمولی دل سے لیا ' لیکن جب ٦ بجے شری بھوم چیتنئے آئے ' اور دیکھا ——— وہ مرد سنیاسی تھے .....

کچھ دیر کے استقبال کے بعد میں نے پوچھا ——— سوامی جی اس کرشمے کا کیا بھید ہے کہ آج دوپہر ۴ بجے میں نے آپ کو عورت کے روپ میں دیکھا تھا .....

وہ ہنس پڑے ' کہنے لگے ——— ہو سکتا ہے ' وہ میرا فطری رُوپ تھا۔ آج سے تین دن پہلے میں نے دیوی کی سادھنا کی تھی ' اس لئے مجھ میں شاید دیوی رُوپ بسا ہوا ہے ....

۸ اکتوبر ۱۹۸۷ء

طلسماتی آئینہ

کشمیر کا بنا ——— لکڑی کا تراشیدہ ایک چھوٹا سا ڈبہ میرے پاس کئی برسوں سے پڑا ہوا ہے۔ اس میں کوئی آئینہ نہیں لگا ہوا۔ لیکن آج صبح کاذب کے سپنے میں دیکھا ——— کہ اس میں ' ڈھکن کی اندورنی طرف ایک آئینہ لگا ہوا ہے۔ اور کوئی مجھے کہہ

رہا ہے ---- یہ طلسماتی آئینہ ہے ' اس کے سامنے کھڑے ہو کر جو کوئی بھی سوال پوچھے ' اس کا جواب دکھائی دیتا ہے ۔ میں نے حیران ہو کر آئینے میں دیکھا ---- سامنے میری صُورت تو تھی ہی ' اور بھی میرے پیچھے کھڑی کئی صُورتوں کی جھلکیں تھیں ۔ لیکن جس کی صُورت سب سے آگے ' میرے نزدیک اور میری دائیں طرف نظر آئی ' وہ کسی مرد کے جسم کی تھی ' جو بہت بھاری وزن کی معلوم ہو رہی تھی ۔ اس کے گلے سفید قمیض تھی ' لیکن وہ صرف کندھوں تک دکھائی دے رہا تھا ' اس کا سَر نظر نہیں آ رہا تھا.....

اس حیرانگی کے ساتھ نیند کھل گئی ۔

اس سپنے کا کوئی راز گرفت میں نہیں آ رہا.....

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۷ء صبح سویرے

دو گھنٹے بعد

میں ابھی صبح سویرے کے سپنے کی حیرانی میں ہی تھی ' کہ جب نیچے باغیچے میں پانی دے کر اُوپر آئی ' تو میرے کمرے میں سے ٹھک ٹھک کی آواز آ رہی تھی ۔ دیکھا ---- ایک مستری میرے پلنگ کے سامنے کی دیوار میں کچھ ٹھونک رہا تھا ۔ اور اس کے قریب کھڑے امروز اپنے ہاتھ میں فُٹ لے کر کچھ ناپ رہے تھے ۔ میں نے قریب جا کر دیکھا ---- تو صوفی شاعر ہاشم کا ایک شعر جو کئی برس پہلے انہوں نے ایک کینوس پر مصوّر کیا تھا ' اس کینوس کو وہ میرے سامنے والی دیوار پر ' میرے میز کے اوپری سرے کی طرف ' لگوا رہے تھے.....

وہ شعر ہے ---- ہاشم تنّاں رب پچھاتا ' جنّاں اپنا آپ پچھاتا.....

میں ان حروف کی طرف دیکھتی رہ گئی ۔ یہ ہُو بہُو میرے صبح کاذب والے سپنے کا مطلب تھی ۔ وہ طلسماتی آئینہ ---- جو ہاشم نے میرے سامنے رکھ دیا تھا ' اور اس کا حرف حرف مسکرا رہا تھا ---- کہ وجود ہی وہ طلسماتی آئینہ ہے ' جس میں سے رَب کو پہچانتا ہوتا ہے.....

میرا کوئی بزرگ

بالکل اجنبی صورت تھی ------ لمبا قد ' پتلا بدن ' عمر ضرور ساٹھ یا پینسٹھ سال کی ہو گی....

اس نے ہاتھ آگے کر کے ' مجھے کچھ دیا ----- پرشاد کی طرح

میں حیران سی اس کی طرف دیکھے جا رہی ہوں ' اور ایک غیبی آواز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص میرے بزرگوں میں سے ہے .... معلوم نہیں کتنی پشت پہلے کا کوئی بزرگ ' جس کی جھلک بھی میں نے دیکھی یا سُنی ہوئی نہیں تھی....

میرے دُور اندر ' کوئی تسکین سی ہوئی ہے ----- کہ مجھے اس کے ہاتھوں سے کچھ ملا ہے ----- پرشاد کی طرح.....

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۸۷ء صبح کاذب

آنند مئی ماں

آج کی پوری رات آنند مئی ماں کے ساتھ میں گزری۔ دیکھا ----- وہ میرے سامنے ' بالکل قریب ہے ' اور میرے ساتھ باتیں کر رہی ہیں۔ کیا بات کی؟ یہ یاد نہیں ' لیکن یہ یاد ہے کہ میں نے کہا ----- میں جب متھرا آئی تھی ' صرف آپ کو دیکھنے کے لئے ' اس دن آپ نے میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی تھی ' آشیرواد کی صُورت میں آپ نے جو ہاتھ آگے کیا تھا ' صرف وہ میری یاد میں بنا رہا ' لیکن ایک حسرت بھی بنی رہی کہ آپ نے کوئی بات نہیں کی تھی..... اور یہ شکوہ کرتے ' ماں آنند مئی کا جو پاؤں میرے بالکل قریب تھا ' وہ مجھے پیار سے چھُوا ' ہاتھ کی ہتھیلی کے ساتھ دبایا.....'

اس حالت سے جاگ آ گئی ' لیکن چائے کا پیالہ پی کر جب میں پھر سو گئی ' تو بھی آنند مئی ماں کا ساتھ بنا رہا۔ ان کے بول تھے ----- میرے کئی آشرم ہیں ' کوئی ایک چُن کر ' اپنے رہنے کے قابل بنا لو!

کئی اور باتیں بھی انہوں نے کیں ' لیکن پورا کچھ بھی یاد نہیں۔ بس یہ سامنے ہے کہ ساری رات ماں آنند مئی کے ساتھ گزری.....

۲۹ اکتوبر ۱۹۸۷ء۔ صبح کاذب

آج پورے چھ دن ہو گئے ہیں ـــــ آنند مئی ماں میرے ساتھ ہے، سوتے بھی جاگتے بھی ... میرے روئیں روئیں میں ایک سکون ہے ـــــ جس طرح کا میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا.....

آنکھوں میں خود بخود پانی سا آ جاتا ہے ـــــ نہ کسی غمی کا نہ خوشی کا..... جیسے سکون ہی پگھل کر آنکھوں میں آ جاتا ہے.....

میرے ہونٹوں پر کوئی آواز نہیں، لیکن ماں آنند مئی کی طرف دیکھا تھا ـــــ جیسے پوچھ رہی ہوں کہ آشرم کی زندگی میرا عقیدہ نہیں، پھر آپ کا ایک آشرم کیا کروں گی؟

جواب بھی ملا، بغیر کسی آواز کے، کہ مروّج معنی میں آشرم تمہارے لئے نہیں، تم جہاں بھی رہو، وہی آشرم ہے.....

ماں آنند مئی کا سارا وجود میرے سامنے ہے، پاؤں بھی، جن کو جب چاہوں چھو سکتی ہوں۔

۳ نومبر ۱۹۸۷ء کی رات

سمتی علم

دیکھا ـــــ سامنے آنند مئی ماں ہے، جو مجھے جنم کنڈلی کے آٹھویں اور نویں گھر بارے کچھ سمجھا رہی ہے.....

پھر دیکھا ـــــ سوامی وشدھانند اور کویراج گوپی ناتھ بھی آئے ہیں، اور انہوں نے مجھے ایک آتشی شیشہ دیا ہے، لیکن میں کہتی ہوں ـــــ یہ میں کیا کروں گی؟ مجھے علم شمس نہیں آتا.....

پھر دیکھا ـــــ پاتال میں ایک لفٹ لگی ہوئی ہے ـــــ جس کے چار دروازے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد کھڑی ہو جاتی ہے، اور اس میں سے کسی بھی دروازے کو کھول کر باہر نکلا جا سکتا ہے۔ سوچتی ہوں ـــــ صرف سمتی علم چاہئے ـــــ کہ کون سا دروازہ کھولنا ہے، جس سے دھرتی اور اس طرف والے حصے تک

پہنچا جا سکتا ہے ' جہاں کوئی پہنچنا چاہے۔ میں بھی لِفٹ میں ہوں ' اور کوئی اور بھی۔ معلوم نہیں کون۔ وہ مجھے سمتی علم سمجھا رہا ہے.....

پھر دیکھا ----- قانون کے ماہر لوگ مل کر ایک تھیوری بنا رہے ہیں ----- " لائنز اینڈ لاء "۔ بتاتے ہیں ----- کہ اس تھیوری سے دنیا کے ہر مقدمے کا منٹوں میں فیصلہ ہو جایا کرے گا۔

ایک ہی رات میں اتنے سارے سپنے مل کر میرے سامنے آ گئے ---- کچھ گرفت میں نہیں آ رہا......

۵ نومبر ۱۹۸۷ء صبح سویرے

۴۸۰ سال کا اشارہ

بہت کچھ علامتی ہو گیا ہے....

دیکھا ----- کسی نے مجھے ایک چیز دی ہے ' جو متبرک ہے۔ ساتھ ہی کہا ----- یہ ۴۸۰ سال بعد ملی ہے....

وہ چیز کیا ہے ' دینے والا کون ہے ' کچھ علم نہیں۔ لیکن آواز کہہ رہی ہے ----- یہ ایک حصّہ ہے ' ایک سمت کا اشارہ۔ اس طرح کے تین اور حصّے ہیں ----- باقی کی تین سمتوں کے اشارے..... یہ ایک ٹکڑا پورے ۴۸۰ سال بعد ملا ہے....

میں سپنے میں ہی سوچ رہی ہوں ----- کہ یہ ۴۸۰ سال کا ذکر کیا ہے؟ اگر اس کو چار حصّوں میں تقسیم کریں ' تو ہر سمت کا اشارہ ۱۲۰ سال کے فاصلے پر بنتا ہے....

لیکن یہ اعداد و شمار کیا ہیں ' کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ محسوس ہوتا ہے ---- کچھ پایا ہے ' لیکن ادھورا ہے.... صرف ایک سمت کا اشارہ ہے.... لیکن وہ سمت کون سی ہے ----- یہی سوچے جا رہی تھی ' جس وقت جاگ آ گئی.....

۷ نومبر ۱۹۸۷ء

قلم نے اَج توڑیا گیتاں دا قافیہ
عشق میرا پہنچیا اَج رکیہڑے مقام تے....

ماں آنند مئی

دیکھ رہی تھی ——— ابھی آنند مئی ماں میرے قریب تھی ' اتنی قریب ' کہ ہاتھ اس کو چھُو سکتی تھی ' اور ابھی ——— سامنے خلاء میں ہے ' جہاں ایک آسن خلاء میں بچھا ہوا ہے ' اور ماں آنند مئی ' اس پر براجمان ہے.....

ویسے وہ بھی دور نہیں ' ہاتھ لمبا کر کے ' اس کے آسن کو چھُو سکتی ہوں....

صورت میں تھوڑا سا فرق نظر آتا ہے ——— صورت میں نہیں ' پہناوے میں۔ ابھی جب وہ میرے قریب تھی ' تو اس کے بال کھُلے تھے ' پیٹ پر اور کندھوں پر جھُولتے ' اور ابھی ——— وہ سر پر لپٹے ہوئے ہیں.....

جب قریب ترین تھی ' تو منہ ہنس رہا تھا ' باتیں کرتا ' اور ابھی مگن مئی ہے ' پُرسکون اور خاموش.....

آنکھیں اسی طرح کھلی ہیں .... پُرسکون اور مہربان .... ایک احساس ہوتا ہے ——— کہ یہ ابتدائی قوّت کا درشن ہے.....

۱۰ نومبر ۱۹۸۷ء صبح سویرے

۱۴۳ گز زمین

جگہ کا منظر بھی آنکھوں کے سامنے ہے ------ جو ایک دُودھ جیسی سفید عمارت کی صُورت میں ہے۔ اس کی چمک اس طرح ہے ------ جیسے وہ عمارت سیپیوں کی بنی ہو' لیکن اس جگہ کی پیائش کا ذکر بھی کانوں میں ہے کہ وہ ۱۴۳ گز زمین ہے۔

منظر کے حساب سے وہ بہت بڑی ہے' لیکن کانوں سُنی پیائش کے حساب سے صرف ۱۴۳ گز ہے۔

اور علم ہے کہ وہ میری ہے.....

اس سپنے سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا' کہ یہ کس کا اشارہ ہے؟

گزشتہ دنوں جو آنند مئی ماں نے کہا تھا کہ میرا ایک آشرم لے لو' کیا یہ وہی عمارت ہے؟

یہ سپنا بڑا پراسرار ہے.....

۱۸ نومبر ۱۹۸۷ء صبح سویرے

میرے ذہنی بیٹے

اپنے آپ کو دیکھا ------ کہہ رہی ہوں ------ "آج ملک کے جو حالات ہیں' اس کا درد جن کی آنکھوں میں پانی بن گیا ہے' وہی میرے ملک کے حالات بدل سکتے ہیں .... وہ میرے ذہنی بیٹے ہیں...."

۲۵-۲۶ نومبر کی رات ڈیڑھ بجے

جسمانی دیدار

خدایا! یہ کائنات کا کون سا حصّہ تھا' کون سا ملک' کون سا مقام' کہ دیکھا ------ بے شمار انسانی جسم ہیں' جو معلوم نہیں کس کس عہد کے ہیں' جن میں کوئی جان نہیں'

لیکن کوئی جسم مُرجھایا ہوا نہیں۔

دیکھا ---- میرا بھی وہاں ایک جسم ہے، جو اس جنم کا ہے۔ اور میرا ایک اور جسم ہے ---- جو گزشتہ جنم کا ہے۔

میں دونوں دیکھ رہی ہوں، اور سوچ رہی ہوں کہ اب میں ان سے باہر ہوں، ایک تماشائی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہر جسم کا اتہ پتہ اس کے ساتھ درج کیا ہوا ہے۔ کوئی کچھ بتانے والا نہیں، لیکن معلوم ہو رہا ہے کہ میرے اس جنم کے جسم کا کرک لگن تھا، اور گزشتہ جنم کے جسم کا سنگھ لگن تھا.....

سامنے دیوار پر ایک بہت بڑی تصویر جیسا کچھ ہے، لیکن کالے ٹکڑے کی صُورت میں، جس کی طرف کچھ دیر دیکھتے رہیں، تو وہاں کوئی منظر دکھائی دینے لگتا ہے، لیکن اگر یکسُوئی دل سے نہ دیکھیں ---- تو وہ صرف کالا ٹکڑا بن جاتا ہے۔

میں نے توجہ کی ---- تو اس کالے ٹکڑے پر ایک جگمگ کرتا شہر دکھائی دینے لگا، جس کی اُونچی اُونچی عمارتیں تھیں، اور سب عمارتوں میں روشنی نظر آ رہی تھی۔

پھر دوسری دفعہ توجہ سے دیکھا ---- تو صرف ایک راستہ دکھائی دیا، جو پورے کالے ٹکڑے پر ایک سفید اور چوڑی لکیر کی طرح بچھا ہوا تھا.....

کوئی اشارہ گرفت میں نہیں آیا۔ لیکن ایک حیرانگی میں لپٹی میں کھڑی رہی۔ اور اپنے اس جنم کے جسم کی طرف دیکھ کر سوچتی رہی کہ اب میں اس مقام اور اس گھر میں نہیں، جہاں تھی۔ یہ جسم جو تھا، اب مر چکا ہے، چاہے یہاں بڑا سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ لیکن میں اس سے باہر ہوں.....

جاگ آئی، تو اپنے جسم کو چھُو کر دیکھنے لگی کہ وہ ہے یا نہیں ہے۔ لیکن جسم ابھی اسی طرح میرے گرد تھا۔ اس لئے بتّی جگائی، وقت دیکھا، رات کے ڈیڑھ بجے ہیں .....

۲۶-۲۷ نومبر ۱۹۸۷ء کی رات

خلائی ذرّات

دیکھا ---- ایک کھُلی سی جگہ ہے، جہاں پانچ چھ لوگ ایک اس آدمی کے گرد

کھڑے ہیں، جس کو کوئی کراماتی آدمی کہا جاتا ہے۔ میں بھی وہاں کھڑی ہو جاتی ہوں، اور دیکھتی ہوں کہ اس آدمی نے ایک کپڑوں کے ڈھیر کی طرف دیکھا —— اور اس میں سے ایک انسانی جسم پیدا ہو گیا، جو دیکھ رہا تھا، بول رہا تھا....

کچھ دیر کے بعد وہ جسم غائب ہو گیا۔ وہاں صرف کپڑوں کا ایک ڈھیر سا رہ گیا۔ اس کراماتی کہے جاتے آدمی نے پھر اس کی طرف دیکھا، دیکھتا رہا، اور اس میں سے پھر ایک عورت کا جسم پیدا ہو گیا.....

سپنے میں ہی سوچ رہی ہوں —— یہ "تھاٹ انرجی" ہے —— جو اس طرح کے جسم پیدا کر سکتی ہے۔

جاگی ہوں، رات کے تقریباً ۴ بجے ہیں، اور سوچ رہی ہوں —— کیا یہ ساری کائنات کسی بنیادی قوت کا معجزہ ہے؟ کسی عظیم شعور میں سے جسم بنتے اور مٹتے ہیں؟ یہ خلائی ذرّات کیا ہیں، جو کئی اشکال اختیار کر رہے ہیں؟

۱ دسمبر ۱۹۸۷ء

طاقتور ذرّات کا خول

طاقتور ذرّات کا بنا ہوا ایک پردہ سا دیکھا۔ اتنے باریک اور سفید ذرّات کا، جس کی ایک پتلی سی جھلملاہٹ نظر آتی ہے.....

سپنے میں ہی سوچتی ہوں —— یہ "تھاٹ پاور" کا کرشمہ ہے....

پھر دیکھا —— سدھارتھ جب ماں کے حمل میں تھے، یہ سدھارتھ کی حفاظت کے لئے ماں کے گرد لپٹا ہوا تھا —— ایک حفاظتی خول کی طرح.....

بس اتنا سا منظر تھا، جب جاگ آئی، اور وقت دیکھا —— رات کا ڈیڑھ بجا تھا....

۱-۲ دسمبر ۱۹۸۷ء کی رات

ایک بچّے کی پیدائش

دیکھا —— ایک بچّے کی پیدائش ہوئی ہے۔

معلوم نہیں کون سا گاؤں ہے ' لیکن ایک عورت ناچتی اور گاتی سارے گاؤں میں بچے کی پیدائش کی خبر دینے جا رہی ہے ۔ میں صرف ایک تماشائی ہوں ۔ دیکھ کر حیران ہوتی ہوں ' تو بتایا جاتا ہے کہ یہ اس گاؤں کا رواج ہے یہاں اس طرح ہی بچے کی پیدائش کا استقبال کیا جاتا ہے ' اور ایسے ہی سارے گاؤں میں اس کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے ......

اس سپنے کا وقت ضرور صبح کے ساڑھے پانچ بجے کے بعد کا ہو گا کیونکہ میں ۴ بجے جاگ کر کچھ لکھتی رہی تھی ' اور کچھ سوا پانچ بجے امروز نے چائے دی تھی ' اور میں چائے پی کر پھر سو گئی تھی ....

۹ دسمبر ۱۹۸۷ء

بپتسمہ

سامنے ایک وادی ہے ——— قدرت کا سبز جلوہ .... ایک اُونچی چٹان پر ایک گورودیو بیٹھے تھے ' جنہوں نے مجھے بپتسمہ دیا ....

وہ کون سا پہاڑ ہے ' کون سی وادی ہے ' کچھ معلوم نہیں ۔ گورودیو کا نام بھی معلوم نہیں ——— لیکن شکل میری آنکھوں کے سامنے ہے ' اور بپتسمہ کے بول میرے کانوں میں ہیں ....

۱۳ ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۸۷ء کی رات

ایک لاٹ

معلوم نہیں کون سا عہد ہے ' کون سی جگہ ' سامنے بہت بڑی بڑی چٹانیں ہیں ۔ اور دائیں طرف ' بہت نزدیک ' اور بڑی چٹانوں کے درمیان ایک دیا جلتا دکھائی دیتا ہے ۔ دیے کا بدن نظر نہیں آتا ' صرف اس کی لاٹ نظر آتی ہے ' ایک رُوح کی طرح جلتی ہوئی ....

دیکھے جا رہی ہوں ——— اور آگ کا اس طرح کا سُرخ اور سنہرا رنگ میرے آنکھوں کے لئے ایک اچنبھا بن گیا ہے ....

سوچ رہی ہوں ——— یہ جو احساس میری سانسوں میں گھُل رہا ہے ' اس کو کاغذ پر اُتارنا اس طرح ہے ' جیسے احساس کے قدموں میں میں حروف کی بیڑیاں پہنا رہی ہوں .... دل کرتا ہے ——— اب حروف کی تمام بیڑیاں کھول دوں ....

شاہاں نال حساب چکورا
کتّی حادثے تار چکی ہاں
فیر ہندسے ودھدے جاندے
کون کرے گا لیکھا جوکھا . . . .

لاشعوری دل کے اشارے

۱۹۸۶ء میں ' جب میں " انسائیکلو پیڈیا آف آن ایکسپلینڈ " پڑھ رہی تھی تو کئی حوالے سامنے آئے کہ دنیا میں کئی لوگ اس طرح کے ہوتے ہیں ' جن کو کوئی غیبی قوت ملتی ہے ' اور ان سے کئی کتابیں لکھوا جاتی ہے۔ لیکن اپنے متعلق مجھے کبھی اس طرح کا کوئی احساس نہیں ہوا۔ میں نے آج تک جو لکھا ہے ' اپنے ساتھ ' اور اپنے اردگرد گزرے واقعات کی بنیاد پر ہمیشہ شعوری دل کے ساتھ لکھا ہے۔

کئی نظمیں ضرور ہیں ---- جو مکمل یا نامکمل سپنے میں لکھیں ' اور پھر جاگ کر کاغذ پر اتار لیں ' لیکن ان کے متعلق بھی کبھی اس طرح کی غلط فہمی نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے کسی دیوی قوت نے لکھوائی تھیں.....

لیکن ۱۹۸۶ء میں ---- ۸ فروری کی صبح ایک خیال آیا کہ میں نے جتنی بھی کہانیاں شعوری دل کے ساتھ لکھی تھیں ' اور جن کی دور آنکھوں دیکھے واقعات کے ساتھ جڑی ہوئی تھی ' کیا ان میں کوئی عنصر اس طرح کے بھی ملے ہوئے تھے جو میرے لاشعوری دل نے مجھ سے لکھوائے تھے ؟

جی - سی - ژنگ کے الفاظ میں " بہت چھوٹی عمر سے مجھے معلوم تھا کہ قسمت نے یہ میری زندگی جو میرے نام رقم کی ہے ' یہ کسی مقصد کا قرض اتارنے کے لئے ہے۔" اور ژنگ اپنی اس حالت کو ایک فقرے میں " بلڈی سٹرگل " بھی کہتا ہے ' اور " سپریم

ایکسٹیسی" بھی.....

ژنگ کو میں بیسویں صدی کا وہ عالم مانتی ہوں جنہوں نے علم النفس کے مطالعہ کو، فطری مطالعہ سے نکل کر رُوحانی مطالعہ تک پہنچا دیا۔ درویشانہ شعُور تک۔ مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں، لیکن میں نے یہ ژنگ کے باطنی دل کی حالت بسر کی ہے۔ وہ جس کو ایک سانس میں "بلڈی سٹرگل" بھی کہا جا سکتا ہے "اور سپریم ایکسٹیسی" بھی۔

آج اسی باطنی دل کی گہرائی پانے کے لئے میں اپنے ناولوں کے کرداروں کو آئے کچھ وہ سپنے اور وہ واقعات اپنے سامنے رکھ رہی ہوں، جو دراصل وہ ناول لکھتے، میں نے بڑی شعُوری دل کے ساتھ لکھے تھے۔ مگر نہیں جانتی کہ ان میں میرے لاشعُور کا کون سا اور کتنا عنصر ملا ہوا تھا کہ کچھ کچھ برسوں، یا کچھ کچھ مہینوں کے فاصلے کے بعد، وہ میرے ساتھ گزر گئے.....

میرا ناول "ڈاکٹر دیو" پہلی بار ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ وہ کسی ممتا اور کسی ڈاکٹر دیو کی محبت کی داستان تھی، جو دل کے راستے چلتی دونوں کے جسم میں سے گزر گئی تھی، لیکن اس کو دھرتی پر پاؤں رکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔

ماں باپ کی فاصلے کی دیوار جب دونوں کے راستے حائل کر دی جاتی ہے، تو ممتا کی کوکھ میں سے پیدا ہوا بیٹا بھی کسی اور دیوار کے پیچھے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس بیٹے سے اور دل کے مرد سے بچھڑ کر ممتا کے لئے سماج کے دائرے میں جو گھر تعمیر کیا جاتا ہے، وہاں جب وہ ایک بچے کو پیدا کرتی ہے، تو اس کے نقوش میں سے، زبردستی کھوئے گئے بیٹے کے نقوش کو علیحدہ نہیں کر سکتی، تو ایک دن تڑپ کر، اپنے تَن مَن کا سارا درد گھر کے صحن میں رکھ دیتی ہے، اور اس گھر کو الوداع کہہ کر کسی سکول میں چھوٹی سی نوکری کرنے لگ جاتی ہے۔

وہ ممتا، جب دنیاوی رشتوں کے تار کھول دیتی ہے، تو سکول کے رہائشی کمرے میں رہتے، ایک رات ایک سپنا سا آتا ہے، "کمرے کی ہلکے نیل کے ساتھ پُتی دیواریں اس طرح نرم ہوتی گئیں کہ پُر سکون نیلے پانی کی طرح نظر آنے لگیں..... ممتا کی چارپائی ایک کشتی کی طرح اس پانی میں ہلنے لگی..... وہ کشتی پُرسکون پانیوں میں پانی کے بہاؤ کی طرف بہنے لگی، تو ممتا کی نظر ان کناروں کی طرف گئی، جہاں کئی سائے نظر آ رہے تھے۔

ان سایوں میں سے ہی ایک چہرہ دیو کا نظر آیا' ہمیشہ کی طرح سچّا دکھائی دیتا' جس کی طرف دیکھتے ممتا کی آنکھیں بھر آئیں' اور ہونٹ ہلنے لگے ——— الوداع دیو! الوداع! دل کرتا ہے' کشتی کھڑی ہو جائے' میں کنارے لگ جاؤں' لیکن اب ہمّت نہیں ..... یہ پانی کی دھار اب مجھے کنارے سے بہت دور لے آئی ہے .....

کشتی اسی طرح آگے بڑھتی گئی۔ دیو کا سایہ پیچھے رہتا گیا' اور کنارے کی اگلی طرف اس کو جگدیش کا چہرہ دکھائی دیا' جس کے گھر میں اس کے ماں باپ نے اس کا ڈولا اُتارا تھا۔ اور ممتا کو محسوس ہوا ——— اس چہرے پر' ایک اُداسی تھی' شکوہ تھا' اور ایک ہمدردی تھی۔ ممتا نے آنکھیں جھکا لیں' اور کہا ——— مجھے معاف کر دینا' آپ موتیوں کے بیوپاری تھے' لیکن میں جب آئی' تو میرے پاس صرف خالی ڈولا تھا ..... آپ کے آگے میری غریبی شرما گئی ..... میں آپ کو کچھ بھی نہیں دے سکی .....

کشتی اسی طرح پانی کے حوالے ہوئی رہتی ہے' اور ممتا کو ایک ویران کنارے پر ایک بچّے کی صورت دکھائی دیتی ہے' جو ممتا کی طرف دیکھتا رہتا ہے' لیکن پہچان نہیں سکتا ..... اور ممتا نے کانپ کر اپنا سر جھکا لیا .....

پھر تھوڑی سی دُوری پر ——— اسی کنارے پر ایک بچّی کی صورت نظر آتی ہے' جو کنارے کی ریت مٹی میں لڑھکتی لڑھکتی اس کی طرف دیکھتی ہے' اور ممتا کو محسوس ہوتا ہے ——— وہ بچّی ابھی پانی میں گر پڑے گی ..... وہ گھبرا کر بازو پھیلاتی ہے کہ بچّی کو تھام لے' لیکن اس کے بازو پھیلے رہ جاتے ہیں' کنارہ دُور پیچھے رہ جاتا ہے .....

کشتی اسی طرح پانی کے حوالے ہے' اور ممتا کو اب کنارے پر کھڑے کئی بُت نظر آتے ہیں ——— ماں باپ کا' بڑے بھائی کا' بڑی بہن کا' اور وہ سب گھٹنوں کے بل جھک کر کہہ رہے ہیں ——— ہم کو معاف کر دو بیٹی! ہم کو معاف کر دے بہن ..... ہم گناہ گار ہیں .....

اور ممتا کو ان چاروں کے سروں پر لٹکتے ہوئے کئی اور سائے دکھائی دیتے ہیں ——— ان بزرگوں کے جو اس سے پہچانے نہیں جاتے۔ لیکن وہ سب کی طرف دیکھتی ہے' تو اس کے منہ سے نکلتا ہے ——— رب آپ کو معاف کرے!

پھر یہی کشتی تھی' جو آہستہ آہستہ اس چارپائی کی شکل اختیار کرنے لگی' جس کے

اوپر اس رات ممتا سوئی ہوئی تھی' اور نیلے پانی جمتے جمتے کمرے کی نیلی دیواریں بننے لگے۔
اس ناول کا' نصف شعوری حال میں ممتا کو آیا سپنا میں نے ۱۹۴۸ء میں دیکھا تھا۔
اور چاہے لکھنے کے دوران میں ممتا کی نصف شعوری کیفیت میں سے خود بھی گزری تھی' لیکن میرا ایک مصنف کا' ایک حصہ اس سب کچھ سے بے لاگ تھا' جو صرف تماشائی تھا' اور صرف مصنف۔

لیکن میں قدرت کے اس راز کو نہیں جانتی کہ ٹھیک یہی سپنا' پورے بارہ برس بعد ۱۹٦۰ء میں میرے ساتھ کس طرح بیت گیا۔
میں جب سماج کے سب رشتوں کی گانٹھیں کھول کر' اپنی زندگی امروز کے ساتھ بسر کرنے کا' قدم اٹھایا تھا' تو میرے دونوں بچے' ان کا باپ' اور تمام رشتے دار کناروں پر کھڑے ٹھیک اسی طرح نظر آئے تھے' جن سے میں الوداع بھی مانگ رہی تھی' اور معافی بھی.....

۱۹۴۸ء میں' جو حالات ممتا کی زندگی کے تھے' ان کا کوئی آثار میری زندگی میں نہیں دکھائی دیتا تھا۔ لیکن بارہ برس بعد' وہ سارے آثار اچانک میری زندگی کے آسمان پر کالے بادلوں کی طرح چھا گئے' اور ان بادلوں میں سے برستی موسلا دھار بارش میں سے' میرے گھر کمرے کی دیواریں بھی اسی طرح کھل گئیں جس طرح ممتا کے کمرے کی کھلی تھیں۔ اور میری چارپائی بھی ممتا کی چارپائی کی طرح ایک کشتی بن کر پانیوں کے حوالے ہو گئی تھی۔

"بند دروازہ" نام کا میرا ایک ناول ۱۹٦۱ء میں چھپا تھا۔ اس میں کمّی اور سمیش کی محبت' تنکا تنکا جوڑ کر' اپنے لئے ایک گھونسلہ بنا لیتی ہے' کہ اچانک سماج کی ابھرتی طرف سے ایک اس طرح کی ہوا چلتی ہے کہ وہ گھونسلہ ڈھلنے لگتا ہے۔ سمیش کے دل کو دو طرفہ خیالات گھیرنے لگتے ہیں۔ اس کے باپ کی طرف سے اس کو اس طرح کی پیشکش ملتی ہے' جس کی پناہ اگر وہ قبول کر لے' تو دنیاوی کامیابی کا ایک بڑا سا راستہ اس کے لئے کھل سکتا ہے۔ اس وقت کمّی کی محبت اس کو کسی راستے کا حوصلہ نہیں' راستے کی رکاوٹ معلوم ہونے لگتی ہے۔ اگر کمّی اس کو اپنے سے سُرخرُو کرنے کے لئے' اس گھونسلے کو خود ہی چھوڑ دیتی ہے' جو کبھی دونوں نے تنکا تنکا جوڑ کر بنایا تھا۔

اور کمّی جب اس گھونسلے میں سے قدم باہر رکھتی ہے' تو سمیش کے لئے ایک خط لکھ کر' اس خالی گھونسلے میں رکھ آتی ہے " سمیش! تمہارا گھر تمہیں مبارک! دھرم کے ' سماج کے ' شہرت کے ' عزت آبرو کے کتنے خوبصورت پھول ہیں ' تمہارے پھولدان میں ' اور محل کی طرح سجا تمہارا گھر..... لیکن میری محبت راستوں کی گرد کی طرح ' تمہارے پاؤں ' پر پڑ گئی ۔ آج تم اپنے خوبصورت گھر میں جاتے وقت ایک پائیدان سے اپنے پاؤں پونچھ لینا!"

یہ ناول میں نے ۱۹۶۰ء کے اگست ماہ میں لکھ کر جب امروز کو سنایا تھا' تو امروز نے ناول کے مسودے کو چوم کر کہا تھا " ہماری دونوں کی زندگی کے حالات کمّی اور سمیش کے حالات ہیں ' لیکن ہماری زندگی کا اختتام یہ نہیں ہوگا ' جو کمّی اور سمیش کی زندگی کا ہوا .....

لیکن خدا کا کرم اور خدا کا قہر کون جان سکتا ہے! ٹھیک تین ماہ کے بعد میں ٹھیک اسی مقام پر کھڑی تھی ' جہاں تین ماہ پہلے کمّی کھڑی تھی .....

اور ایک بھیانک حقیقت سامنے تھی کہ جو خط کمّی نے سمیش کے نام لکھا تھا' وہ دراصل میں نے لکھا تھا' امروز کے نام ' لیکن تین ماہ پہلے .....

خط وہی رہا تھا' لیکن اس پر دستخط بدل گئے تھے .....

کچھ سپنے کچھ اشارے

۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کی رات کو جو بھیانک سپنا دیکھا تھا' وہ تھا کہ کہیں کوئی کیبن سی بن ہوئی ہیں ۔ جس کیبن میں میں اکیلی رہتی ہوں ' اس کے ساتھ والی کیبن میں کوئی سپاہی رہتے ہیں جو جرمن دکھائی دیتے ہیں ۔ ہر کیبن کا دروازہ آدھا لکڑی کا بنا ہوا ہے ' آدھا ' اوپر کا حصہ شیشے کا' جس میں سے ساتھ والی کیبن میں دیکھا جا سکتا ہے ' اس میں سے دیکھتی ہوں کہ وہ سپاہی کچھ آدمیوں کو اس طرح مار رہے ہیں کہ ان کے لہو کی چھینٹیں اُڑ اُڑ کر دیواروں پر پڑ رہی ہیں ۔ میری کیبن میں سے صرف مارنے والے ہاتھ نظر آتے ہیں ' ان کے بھیانک چہرے بھی ' لیکن نیچے فرش پر جو لوگ مارے جا

رہے ہیں، وہ نظر نہیں آتے.....

میں گھبرا کر اپنی کیبن کی کنڈیاں اندر سے اچھی طرح بند کر لیتی ہوں، لیکن اسی گھبراہٹ میں جاگ آجاتی ہے.....

اور پھر ۹ دسمبر کی رات تھی، اسی ۱۹۷۷ء کے برس کی، جب دیکھا کہ میں ایک بڑے سے مکان میں کسی کو ملنے گئی تھی۔ کس کو؟ یہ معلوم نہیں۔ لیکن جب مکان سے واپس آ رہی ہوں، اُوپری منزل سے نیچے کی طرف، تو دیکھتی ہوں کہ اس مکان کے بڑے سے صحن میں، اور ساتھ والے برآمدے میں بہت سارے لوگ، بیٹھے ہوئے ہیں، جو سب زخمی ہیں۔ اور سب کی ٹانگیں بازو بھینچے ہوئے ہیں۔ میں کسی کی شکل نہیں پہچان رہی۔ لیکن اندر سے ایک احساس ہوتا ہے کہ یہ سب مصنف ہیں.....

سامنے ایک سڑک دکھائی دیتی ہے، جہاں امروز کھڑا ہے، اور میرا انتظار کر رہا ہے۔ اور ساتھ ہی برآمدے میں سے باہر کو آتے مجھے احساس ہوتا ہے کہ بس ایک دفعہ اس مکان سے نکل جاؤں، تو باہر سڑک پر امروز کے قریب پہنچ کر میری ٹانگیں ٹھیک ہو جائیں گی.....

اور پھر اس سال کے ۳۱ دسمبر کی رات تھی، جب میرے گھر کی نچلی منزل پر میرا بیٹا اپنے دوست کے ساتھ نئے سال کا جشن منا رہا تھا، اور بچوں کے ناچ کی اور سنگیت کی آواز سنتے میں، اطمینان کے ساتھ سو گئی تھی، تو دیکھا ——— ایک بہت بڑی عمارت ہے، جس میں اندرا گاندھی اکیلی کھڑی ہیں۔ اسی طرح حسین اور نازک بدن دکھائی دیتی ہے۔ لیکن حیران سی ہوئی ہوں کہ ان کی آنکھوں پر کالے ریشم کی ایک پٹی بندھی ہوئی ہے، اور وہ ہاتھوں سے خالی جگہوں کو اس طرح ٹٹول رہی ہیں، جیسے آنکھ مچولی کھیل رہی ہوں۔ لیکن وہ کن لوگوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی ہیں، وہ لوگ کہاں چھپے ہوئے ہیں، یہ دکھائی نہیں دیتا.....

یہ سب سپنے میری ایک کتاب "امرتا کی ڈائری" میں شائع ہوئے ہیں، لیکن یہ آئندہ برسوں میں گزرنے والے حادثوں کا کوئی اشارہ تھے، یہ میں نے اس وقت بالکل نہیں جانا تھا۔

تقدیر کے اشارے

جس طرح دیوی سپنے کسی آنے والے مبارک واقعہ کی خبر دے جاتے ہیں، ٹھیک اسی طرح منفی طاقتوں کے ہاتھوں گزرنے والے واقعات کے اشارے بڑے طاقتور ہوتے ہیں۔

اس مجموعے میں ------ منفی طاقتوں کی بات کرتے میں نے جتنے بھی اپنے بھیانک سپنے لکھے ہیں، وہ کچھ کچھ دنوں کے وقفے کے بعد میں نے سارے سچ ہوتے دیکھے ہیں ۔ اور جن لوگوں کے نام اور چہرے میں نے اپنے شعوری دل کے ساتھ کسی منفی طاقت کے ساتھ نہیں تھی جوڑ سکتی، وہ بے فکر پڑے باز کی طرح میں نے منفی طاقتوں کے ساتھ جڑتے دیکھے ہیں۔

خدا جانے ------ کہ شعوری دل کے پاس کس طرح کی عظیم قدرتی قوّت ہوتی ہے کہ وہ اس حد تک ان حقیقتوں کو دیکھ آتا ہے، جہاں نہ شعوری دل کی نظر پہنچتی ہے، نہ کوئی سوچ پہنچ سکتی ہے.....

نینا کی داستان

۲۳ دسمبر ۱۹۸۵ء کی رات ------ میں نے بھرگو کے منہ سے یہ تو سُن لیا کہ اس نسل کو کسی عورت کی بد دعا تھی، جو دس پشتوں تک چلنی تھی، لیکن دل میں انتہا کی لگن لگ گئی ------ یہ معلوم کرنے کی کہ یہ بد دعا کسی عورت نے کیوں دی تھی؟ اور دس پشت پہلے جو کوئی میرا بزرگ تھا، اس سے کیا گناہ ہوا تھا؟

لیکن یہ بھید بتانے والا مجھے کوئی نہیں ملا۔ میں ہار سی گئی تھی ------ جب میں نے کاٹوے یوگی کی ایک کتاب پڑھی، جس میں کچھ تفصیل تھی ------

"جائیداد کے لالچ میں اگر کسی کو زہر دے کر کوئی اس کا قتل کرتا ہے، تو وہ بد دعا اس کی تین پشتوں تک چلتی ہے....."

"اگر کسی بیوہ عورت کی دولت کوئی چھین لیتا ہے، تو اس دُکھی عورت کی بد دعا پانچ پشتوں تک چلتی ہے....."

"کسی بے قصور عورت پر اگر کوئی جھوٹا الزام لگاتا ہے' تو اس بے گناہ عورت کی دی ہوئی بد دعا سات پشتوں تک چلتی ہے....."

یہ تفصیل صرف اتنی تھی۔ کوئی بد دعا سات پشتوں سے آگے جاتی نہیں بتائی گئی تھی۔ اور میری لگن اور بڑھ گئی کہ آخر وہ بد دعا کون سی بات کی ہو سکتی ہے' جو دس پشتوں تک جا سکتی ہے.....

ایک انتہا کی دھند تھی' دور حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی' اور میرے اندر اس طرح کی شدت جل رہی تھی کہ میں اس دھوئیں کے پار دیکھنا چاہتی تھی.....

پھر ۱۹۸۶ء کے فروری مہینے کی ۵ تاریخ تھی' رات کا پہلا پہر تھا' کہ میری آنکھوں کے سامنے ایک بڑے ہی خوبصورت بُت کی طرح تراشی ہوئی' ایک پتلی سی لڑکی آ کھڑی ہوئی' جس کی طرف میں دیکھتی رہ گئی.....

وہ بُت کی طرح ہی خاموش تھی۔ لیکن محسوس ہوا ------ اس کا چہرہ میرا پہچانا ہوا ہے۔ کب دیکھا تھا؟ کہاں؟ کچھ یاد نہیں آ رہا تھا.....

اور پھر بجلی کی کانپتی لکیر کی طرح یاد آیا کہ میں نے ۱۹۵۲ء میں ایک ناول لکھا تھا "آلنا" اس ناول میں ان بچوں کی داستان تھی' جو ایک ڈاکٹر کے ہسپتال میں پل رہے تھے ------ اور جن کو ان کے ماں باپ نے چھوڑ دیا ہوا تھا.....

اس ناول کی بنیادی کردار تھی ------ نینا' جس کے حُسن اور احساس کے ساتھ محبت کا المیہ ہوا تھا' اور ناول کو لکھنے کے کچھ برسوں بعد مجھے سپنا آیا تھا کہ اس ناول کی نینا مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہہ رہی تھی ------ تم نے میری تقدیر کس طرح کی تراش دی؟ میں روتی رہوں' تم کو اچھا لگتا ہے؟ میں زندہ رہنا چاہتی تھی' لیکن تم نے اپنی کہانی میں مجھے زندہ کیوں نہیں رہنے دیا؟

اور میں نے بجلی جیسی چمک میں پہچانا کہ اب ۱۹۸۶ء میں' مجھے ایک بُت کی طرح ہی جس لڑکی کی جھلک دکھائی دی' وہ وہی نینا ہے' جو بہت برس گزرے میرے سپنے میں آ کر مجھ سے شکوہ کر گئی تھی.....

اس وقت میں نے اس سپنے کو ناول کی کہانی کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ نہیں جوڑا تھا۔ اور نہ اس بات کے ساتھ۔ میں نے اسی نینا کے منہ سے' یہ کیوں لکھا تھا------

"میری ماں کی بھی یہی تقدیر تھی..... اب میری بھی یہی تقدیر ہے..... یہ میری صُورت میں میرے ماں کا جنم تھا..... اور شائد گلے جنم میں میری تقدیر بدلے گی....."

اب محسوس ہوا کہ اس ناول میں جو کچھ لکھا تھا، وہ میرے ہی لاشعُوری دل نے لکھوایا تھا..... لیکن میں خود لکھ کر بھی خود نہیں سمجھی تھی.....

اب قدرت کا یہ اشارہ پہچان میں آیا کہ نینا نے میرے سپنے میں جو شکوہ کیا تھا، وہ مجھ سے نہیں کیا تھا، میرے اندر جو دس پشت پیچھے جا کر کوئی بزرگ بیٹھا ہوا تھا، اس نے وہ شکوہ اس سے کیا تھا.....

میرا کوئی بزرگ ضرور وہ تھا، جس نے اپنے لہو ماس میں سے کسی بچّی کو پیدا کر کے اس کو اپنایا نہیں تھا.....

اور یہ بچّی کی ماں کی بھٹکتی روح تھی، جس نے میرے بزرگ کو بد دعا دی تھی.....

نمبر گیارہ

یہ سپنا تھا——— نسل کا گیارھویں پشت میں بددعا سے آزاد ہونے کا، کہ یہ نمبر گیارہ میرے شعُوری دل میں اٹک کر کھڑا ہو گیا.....

نہیں جان سکتی کہ اس گیارہ نمبر کا کیا راز ہے۔ لیکن یہ جانتی ہوں کہ میرے ہونے والے ماں باپ، نند اور راج نے جب گرہستھ آشرم قبول کر لیا، تو وہ ایک بچّے کی صورت دیکھنے کے لئے بڑے بے تاب رہے۔ لیکن دس برس گزر گئے، وہ بچّے کی صُورت نہیں دیکھ سکے۔ اور پھر ان کے وصل کا گیارھواں سال تھا، جب ان کے گھر میری پیدائش ہوئی!

آگے——— پھر اس نمبر کا کرشمہ دیکھا، کہ میری شادی شُدہ زندگی کو دس سال ہو گئے تھے، لیکن میں اپنے بچّے کی صُورت نہیں دیکھ سکی تھی۔ اور پھر گیارھواں سال تھا، جب میرے بیٹے کی پیدائش ہوئی۔

آگے——— اب پھر اس نمبر کا معجزہ دیکھا ہے کہ میرے بیٹے کے گھر دس برس کے انتظار کے بعد گیارھویں برس ایک بچّی کی پیدائش ہوئی ہے۔

تین سپنے اور ان کی تعبیر

اپنے بچّے کے دس سال کے لمبے انتظار کے بعد ' میں نے سپنے میں اپنے بچّے کے منہ سے پہلے آواز سنی تھی ۔ دیکھا کہ میں گملوں میں لگے پھُولوں پتّوں کو پانی دے رہی ہوں کہ ایک گملے میں پھُول کی جگہ بچّے کا چہرہ دکھائی دیتا ہے .....

وہ سپنا میرے تصوّر کا حصہ نہیں ہو سکتا ۔ یہ مستقبل کے دیدار کا سپنا تھا ------ کیونکہ اگلے برس 'گیارہویں سال ' میرا بچّہ میری زندگی کی حقیقت بن گیا .....

ان برسوں میں میرے تمام سپنے میری یاد داشت میں رہتے تھے ' میں ان کو کہیں درج نہیں کرتی تھی ' اس لئے سپنے کی تاریخ کیا تھی ' یہ یاد نہیں ' اس لئے سپنے میں اور اس کی تعبیر میں ------ کتنے وقت کا فاصلہ تھا ' یہ نہیں بتا سکتی .....

لیکن اگلی پشت ۔ کہ وقت ' میرے بیٹے کی شادی کے بعد دس سال کے لمبے انتظار کے بعد میرے پاس وہ تاریخ درج ہے ' جب میں ۶ جنوری ۱۹۸۳ء کی رات اس کے بچّے کو آسمان میں دیکھا تھا ۔ جہاں وہ ہلکے نیلے بادلوں کے ایک کمبل میں لپٹا ہوا ' بادلوں کے بچھونے پر سویا پڑا تھا .....

بچّے کا چہرہ کمبل سے باہر تھا ------ پُر سکون سویا پڑا تھا ۔ اور صرف ایک ماہ کا عرصہ گزرا تھا کہ فروری میں اس کی اُمید سامنے آئی اور اس بچّے نے ۱۶ اکتوبر والے دن جنم لیا .....

بڑا انتظار صرف پہلے بچّے کا تھا ' دوسرے بچّے کا خیال تک بھی ذہن میں نہیں تھا ' کہ ۱۹۸۴ء کے اگست مہینے ۲۱ ۔ ۲۲ تاریخ کی رات ۳ بجے ' دیکھا کہ کچھ لوگ آتے ہیں ' اور ایک بیمار بچّہ میری جھولی میں ڈال جاتے ہیں ۔ وہ بچّہ اتنا بیمار ہے کہ اس کو دُودھ یا پانی کا ایک گھُونٹ تک بھی ہضم نہیں ہو رہا تھا .....

اور جب میں بچّے کو جھولی میں لیتی ہوں ' تو وہ ہنسنے لگتا ہے .....

کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ لوگ کون تھے ' جو اس بیمار بچّے کو میری جھولی میں ڈال گئے تھے ۔ ساتھ ہی دیکھتی ہوں کہ بچّے کے گلے میں پڑے ہوئے کپڑے اس کی قے سے بھیگے ہوئے ہیں ' جو میں اُتار دیتی ہوں ' بچّے کا جسم پُونچھتی ہوں ' اور خشک کپڑے

اس کے گلے پہناتی ہوں.....

اور یہ میرے بیٹے کا دوسرا بچّہ ہے، جس نے ۲۶ مئی ۱۹۸۵ء والے دن جنم لیا۔

لیکن وہ جنم سے ہی اتنا بیمار تھا کہ پورے چار ماہ ڈاکٹر کی حاضری میں گزرے.....

وہ ساری رات اس طرح روتا تھا کہ دل کانپ کانپ جاتا تھا..... لیکن چار ماہ کے بعد وہ بچّہ بالکل تندرست ہو گیا.....

یہ سپنے اور ان کی تعبیر، میری زندگی کا وہ معجزہ ہے، جو مجھے حیران کر دیتا ہے .....

نینا درشن

۱۹۸۶ء کا، ۱۳ فروری کی رات کا پہلا پہر تھا، جب دیکھا------کوئی مکان ہے، کئی منزلہ - میرا نہیں، لیکن اتنا سا احساس ہوتا ہے کہ میں وہاں کچھ دنوں کے لئے ٹھہری ہوئی ہوں۔ پہلے بھی وہاں ٹھہرا کرتی تھی.....

اتنے میں ایک آدمی وہاں آتا ہے------گورے سے رنگ کا، بھارے سے چہرے کا، جس کو میں پہچانتی نہیں، لیکن کہتی ہوں------"تمہارا نام مبارک ہے؟ تم نے کیا کیا ہے کہ حکومت تمہیں مجرم کہتی ہے؟"

وہ آرام سے میری چارپائی کے قریب ایک کرسی پر بیٹھ کر کہتا ہے------"میں نے کچھ نہیں کیا، ایک آدمی ہے کبّر نام کا، وہ میرے ساتھ حسد کرتا تھا، اس نے سب کچھ کیا ہے....."

میں پھر پوچھتی ہوں------لیکن میں نے سُنا ہے کہ حکومت تم کو ڈھونڈ رہی ہے.....

وہ کہتا ہے------میرے پاس قوّت ہے، غائب ہو جانے کی، میں غائب ہو جاؤں گا - دنیا سے ہی غائب ہو جاؤں گا..... یہ بھی دیکھتی ہوں کہ چارپائی پر، سفید بندیوں والے نیلے رنگ کا گاؤن سا پہن کر نینا بیٹھی ہے، جو اُمیدواری کے دنوں میں ہے.....

میں اس مبارک نام کے آدمی کو کہتی ہوں------کوئی طریقہ بتاؤ! کہ میرے اُوپر جو مصیبت آئی ہوئی ہے، اس سے میرا پیچھا چھوٹ جائے!

وہ آدمی میرے ہاتھ میں ایک کاغذ دے کر کچھ لکیریں سی بنانے کو کہتا ہے' اور ساتھ ہی کہتا ہے ----- اس مصیبت سے پیچھا چھوٹ جائے گا' لیکن کچھ اور خرچ آئے گا' شاید ساڑھے تین ہزار..... نہیں پانچ ہزار.....

میں خاموشی سے کاغذ کی طرف دیکھتی ہوں کہ آگے وہ کاغذ پر کیا لکھنے کو کہے گا ----- کے اتنے میں ایک نوکرانی سی نظر آتی عورت اس کمرے میں آتی ہے' اور میرے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر' اس طرح جھکتی ہے کہ میں سمجھتی ہوں ----- کہ وہ مجھے دبانے کے لئے آئی ہے.....

لیکن وہ میرے پاؤں کو دباتی نہیں۔ دونوں ہاتھ اوپر میری ٹانگوں کی طرف کر کے رونے لگتی ہے.....

اس نے کچھ میلی سی مگر کئی رنگوں والی دھوتی پہنی ہوئی ہے۔ سر کی طرف سے پلّو بھی اس طرح نیچے کیا ہوا ہے کہ اس کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ لیکن میں کہتی ہوں ----- تم روتی کیوں ہو؟ بات بتاؤ!

وہ میری ٹانگوں پر اوندھی سی ہوئی' روئے جاتی ہے' لیکن بتاتی کچھ نہیں میں بے صبر سی ہوتی ہوں ----- بات بتاؤ!

اور وہ ٹانگوں سے ہاتھ اٹھا کر' لمحہ بھر کے لئے کمرے سے باہر جاتی ہے' اور ہاتھوں میں ایک صندوقچی سی لے کر واپس آ جاتی ہے۔ کہتی ہے ----- جب آپ گزشتہ دفعہ یہاں آئی تھیں' آپ کے سامان میں سے یہ پگڑی یہاں رہ گئی تھی۔ وہ امانت لوٹانے آئی ہوں......

صندوقچی میں تین چار چمکتے سے ڈبّے بھی نظر آتے ہیں' جن میں معلوم نہیں کیا ہے' اور ساتھ گلابی رنگ کی پگڑی بھی.....

یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ پگڑی کس کی ہے؟ لیکن یہ ضرور یاد آتا ہے کہ گزشتہ دفعہ جب یہاں آئی تھی' سامان سے یہ پگڑی گم ہو گئی تھی.....

وہ عورت اور کچھ نہیں کہتی ----- لیکن اس کے رونے سے' اور پگڑی لوٹانے سے احساس ہوتا ہے کہ اس نے چرائی تھی.....

میں دائیں طرف کرسی پر بیٹھے اس مبارک نام کے آدمی سے پوچھتی ہوں

—— یہ کیا ماجرا ہے —— یہ عورت کون ہے؟

وہ ہنس سا پڑتا ہے، کہتا کچھ نہیں، اور اتنے میں یہ سارا سپنا آنکھوں کے آگے سے غائب ہو جاتا ہے..... مگر احساس رہ جاتا ہے کہ جس پہلی پشت میں میرے بزرگ کو کسی ایک عورت نے بددعا دی تھی، میں نے نینا کی صورت میں اس کو دیکھا ہے.....

محسوس ہوتا ہے —— وہ مبارک نام کا آدمی میری ہی نسل کا کوئی بزرگ تھا۔

نینا کو حاملہ حالت میں بھی ضرور اس لئے دیکھا ہے کہ میرے ہی کسی بزرگ سے وہ حاملہ ہوئی تھی.....

اور وہ نوکرانی؟ ضرور کوئی وہ عورت تھی، جو کسی لالچ میں کسی سازش کا حصہ بنی تھی، اور اس نے میری نسل کی عزت چرائی تھی۔ پگڑی ایک علامت محسوس ہوتی ہے —— عزت آبرو کی۔

گلابی پگڑی کا واپس مل جانا، اور اس عورت کا پچھتاوے کی صورت میں رونا —— ضرور مجھے بددعا سے آزاد ہونے کا اشارہ ہے۔

رات کے ڈیڑھ بجے ☆

☆ یہ ایک دیوی واقعے جیسا ذکر ہے، لیکن حالات کا تقاضہ ہے کہ ابھی اس کو سورج کی روشنی نصیب نہیں ہو سکتی۔ اگر حالات نے اجازت دی تو اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں شامل کر دوں گی۔ ورنہ میرے بعد امروز ان واقعات کو اس کتاب میں درج کر دیں گے۔

ایک سپنا اور اس کی تعبیر

۲۳ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو صبح سویرے اندرا جی نے جو پیغام دیا تھا کہ تم نے ایک بات کہنی ہے ملک کو..... اس کے بعد ۷ اکتوبر کی رات ایک مندر میں سے مجھے ۵ باداموں کا پرشاد ملا تھا' اور اس رات صبح ہونے والی تھی' جب ایک آواز نے پیغام دیا تھا ----- "۱۹ نومبر کے دن اندرا جی کے جنم دن پر صبح کے وقت ایک آواز اٹھاؤ فرقہ پرستی کے خلاف -----"

میں ان سپنوں کا راز نہیں جان سکی تھی.....

میں اُٹھتے بیٹھتے امروز کو کہتی تھی ----- یہ جو سپنوں میں پیغام ملا ہے' میں کیا کروں؟ میری آواز کون سُنے گا' اور ایک اُداسی میرے اندر اُترتی جاتی کہ مجھے اس طرح کا دیوی پیغام کیوں ملا ہے' جس کی تکمیل کر سکنا میرے بس میں نہیں.....

کسی کرامت کی میں نے کبھی زندگی میں تمنّا نہیں کی' اس لئے ایک کرامت کیسے بنتی' میں نہیں جانتی - یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کی آواز مجھ تک کیسے پہنچی' میں نے تو اس کی ----- آتی کے' قدموں کی آواز بھی نہیں سنی تھی.....

۱۶ نومبر کی دوپہر تھی' جب براڈ کاسٹنگ منسٹری کا خط ملا کہ میں نے ۱۹ نومبر کو' اندرا جی کے جنم دن پر' صبح سویرے سٹوڈیو نمبر ایک میں آ کر ریڈیو کے افسروں کو قومی یک جہتی کی قسم دلانی ہے - اور فون پر بتایا گیا کہ یہ قسم ہندوستان کے تمام اسٹیشنوں سے' اور ہر چینل سے براڈ کاسٹ ہو گی - اور سامعین کے آگے بھی التجا ہو گی کہ وہ جہاں بھی ہیں' ملک کے ہر حصّے میں' اس وقت ریڈیو سُن رہے اس قسم کو دہراتے جائیں!

ساتھ ہی مجھے اطلاع دی گئی کہ اس دن ۷ بج کر ۴۵ منٹ پر ----- یہ پروگرام پورے ۵ منٹ کے لئے ہو گا' جس میں سے ایک منٹ قسم دلانے میں لگے گا' اور اس کے پہلے ۴ منٹ میں چاہوں' تو ملک کو مخاطب ہو کر بول سکتی ہوں.....

اس طرح کسی سپنے کی تعبیر میں نے دیکھی سنی نہیں تھی' اس لئے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے.....

حیران بھی تھی کہ یہ کیسے ہوا! سرکاری افسروں کو ایسی کسی قسم کی ادائیگی منسٹروں

کے ہاتھوں ہوتی ہے' یہ میرے ہاتھوں کروانے کا خیال کس کو آیا؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ براڈ کاسٹنگ کی تاریخ میں اس طرح کی قسم کو براڈ کاسٹ کرنے کا یہ پہلا موقع ہے' اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا.....

ٹھیک ۱۹ نومبر صبح کے ساڑھے سات بجے تھے' جب میں دہلی ریڈیو اسٹیشن کے سٹوڈیو نمبر ایک میں پہنچی۔ یہ ٹھیک وہی وقت تھا' جس کا پیغام مجھے ۷ نومبر کے سپنے میں ملا تھا" ۱۹ نومبر کے دن' اندرا جی کے جنم دن پر' صبح کے وقت ایک آواز اٹھاؤ------ فرقہ پرستی کے خلاف۔"

اور ٹھیک ۷ بج کر ۴۵ منٹ پر جب کئی افسروں کی موجودگی میں مائیکرو فون میرے سامنے رکھ دیا گیا' تو قسم والے ایک منٹ سے پہلے' پورے ۴ منٹ میں نے جو کچھ ملک کو مخاطب ہو کر کہا' اس کا حرف حرف میرے سارے وجود کا ایک محور تھا

دوستو! آج ہم فرقہ پرستی کے جس سیاہ دور سے گذر رہے ہیں' اس درد سے تڑپ کر میں ایک واقعہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں کہ جب ملک کے کئی حصوں میں فرقہ پرستی کی آگ سُلگنے لگی' سُلگائی جانے لگی' تو ایک دن اندرا جی نے نہایت اُداسی کے لمحات میں' مجھے اکیلے میں بلا کر کہا تھا" یہ جو کچھ ہو رہا ہے' میں پورے ملک کے سامنے جواب دہ ہوں۔ لیکن خوُد کو اس قدر اکیلا محسوس کرتی ہوں کہ خاموش ہوں۔ کیا کہوں اپنے لوگوں سے! جو لوگ فرض کی ادائیگی کے لئے منتخب کئے جاتے ہیں' وہ یہاں میرے سامنے ملک کی یک جہتی کو بنائے رکھنے کا حلف اُٹھا کر چلتے ہیں' اور پھر وہی' یہ فرقہ پرستی کی آگ سلگانے لگتے ہیں۔ تو میں کیا کروں ان کا؟"

دوستو! آج کے دن ہم نے کسی کو پایا تھا' اور پھر اپنے ہی ہاتھوں کھو دیا؟ پانچ عناصر کا جسم ایک نام سے متعلق ہوتا ہے' لیکن کچھ ایک لوگ' جب فطرت سے مافوق الفطرت کا سفر طے کر لیتے ہیں' تو ان کا نام ایک جسم سے متعلق ہوتے ہوئے بھی' جسم سے آزاد ہو جاتا ہے' زمانے سے آزاد ہو جاتا ہے.....

اس لئے کہنا چاہتی ہوں کہ آج کا دن ایک نام سے متعلق ہوتے ہوئے بھی' پورے ملک کے شعوُر سے متعلق ہے۔ پورے ملک کی سوچ سے متعلق ہے۔

پُورے ملک کے فخر سے متعلق ہے' پُورے ملک کی سالمیت سے متعلق ہے۔

اس لئے چاہتی ہوں کہ آج کے دن ہم سب اکیلے بھی' اور مل کر بھی' بامعنی سفر کریں' جڑ سے شعُور تک کا سفر کریں۔ اور ملکی یک جہتی کو برقرار رکھنے کے لئے ہم ایک ایسا حلف لیں' جو آج ایک رسمی حلف نہ ہو بلکہ ایک باطنی محور کی طرح وہ ہمارے اندر سے اٹھے۔

ہمارے ہونٹوں کی آواز ہمارے ضمیر کی آواز بن جائے۔ اور ہمارے اندر کی دُوئی ----- اندرونی قوتوں کو جگا دے! اور ہمارا ملک فرقہ پرستی کے سیاہ دور سے نکل کر یک جہتی اور سالمیت کی منزل کو پا سکے!'

آواز کبھی مٹتی نہیں!

آیئے! اپنی رُوحانی قوّت کے بَل پر اپنی عملی قوّت کے بَل پر ہم اپنی آواز کو مل کر بلند کریں!

اور ان الفاظ کے بعد میں نے حلف کے الفاظ بولے تھے' آگے آگے' جو سٹوڈیو میں آئے افسر پیچھے پیچھے دہراتے گئے تھے ----- "میں سچی عقیدت سے عہد کرتی ہوں کہ ملک کی آزادی اور یک جہتی بنائے رکھنے' اور اسے مضبوط کرنے کے لئے خود سپرد ہو کر کام کروں گی۔ میں یہ بھی عہد کرتی ہوں کہ کبھی تشدّد کا سہارا نہیں لوں گی۔ میرا یقین ہے کہ دھرم' زبان سے متعلقہ تفرقات اور جھگڑوں' اور دوسری سیاسی یا معاشی شکائتوں کا ازالہ سکوُن اور آئینی طریقوں سے کیا جائے۔"

اس حلف کے الفاظ مجھے لکھ کر دیئے گئے تھے' لیکن اس سے پہلے چار منٹوں کے الفاظ میرے روئیں روئیں کی آواز تھے۔ یہ واقعہ' سپنے سے لے کر اس کی تعبیر تک' میری زندگی کا اچنبھا ہے۔ قدرت کی کسی قوت نے اس سپنے کو تعبیر دی' یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن میرا یہ سپنا ایک یادگاری سپنا ہے' جس کو میں نے ۲۶ دنوں کے اندر اندر سچ ہوتا دیکھا ہے.....

کمرہ نمبر ۲۷۶

۱۷ فروری ۱۹۸۷ء کو جو سپنا آیا تھا کہ میں ایک بہت بڑی عمارت میں ہوں' اور کمرہ

نمبر ۲۷۶ ڈھونڈ رہی ہوں' جو ملتا نہیں' تو دل میں ایک لگن لگ گئی تھی' کہ اس نمبر کا کیا راز ہے؟ میں یہ راز کبھی جان سکوں گی کہ نہیں؟

یہ سوال کئی بار میرے ہونٹوں پر آیا' اور ہونٹوں پر تڑپتا رہا' لیکن اس کا راز کسی سے نہیں جان سکی۔

کسی جگہ سے' میرے دل کے اندر سے ایک یقین بھی جاگتا تھا کہ اگر کسی قوت نے مجھے یہ نمبر دکھایا ہے' اس کی جستجو میرے اندر جگائی ہے' تو وہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے کسی دن ضرور میری ملاقات کسی اس عالم سے کرائے گی' جو مجھے اس کا راز بتا سکے گا.....

پھر ۶ مئی ۱۹۸۷ء کا دن تھا' جب کشمیر کے ڈاکٹر چمن لعل رینا کا فون آیا کہ وہ دہلی آئے ہیں اور تقریباً ایک گھنٹے تک ملنے آئیں گے۔

یہ جانتی تھی کہ ڈاکٹر رینا نے جو اپنا مقالہ لکھا تھا' وہ اربندھو اور اقبال کی فلاسفی کے تقابلی مطالعے پر تھا' اور یہ بھی جانتی تھی کہ آج کل جو وہ لکھ رہے ہیں ----- کشمیری زبان میں' وہ کشمیر کے نظریہ قوّت کا مطالعہ ہے۔

وہ آئے' تو خیر خیریت اور کشمیر کے سوالات کے بعد یہ سوال میرے ہونٹوں پر آگیا ----- آپ مجھے نمبر ۲۷۶ کا راز بتا سکتے ہیں؟

وہ ہنس پڑے۔ کہنے لگے ----- وہ آپ کے اندر ہے' آپ کے دل و دماغ میں۔

پوچھا ----- لیکن جو کچھ سپنے میں دیکھا ہے' وہ صرف اس کی تلاش ہے۔ وہ ملا نہیں۔ ویسے یہ اطلاع ضرور ملی ہے ----- کہ وہ بن رہا ہے' ابھی تیار نہیں ہوا.....

شری رینا کہنے لگے ----- وہ آپ کی سوچ کا وہ رُوپ ہے۔ جو آپ کے اندر ہے' لیکن ابھی بن رہا ہے۔ یہ اطلاع ٹھیک ملی ہے' میں اس کو آپ کی کتاب "سورج ونشی چندر ونشی" میں دیکھ چکا ہوں۔ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴ پر آپ نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ کسی جشن کی تیاری ہے۔ جس کے مہمان گھر میں آپ کی دو بہنیں آئی ہیں۔ آپ کو سپنے میں حیرانی ہوتی ہے کہ آپ کی دو بہنیں بھی تھیں' اور آپ کو علم کیوں نہیں تھا۔ لیکن ساتھ یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ آج تینوں بہنیں بڑی مدت کے بعد مل رہی ہیں.....

میں نے کہا ——— ہاں ڈاکٹر رینا! وہ بھی الٹی سپنا تھا' جس کو میں اب تک نہیں جان سکی۔ وہ ۱۲ مارچ ۱۹۸۳ء کی رات کا سپنا تھا۔ وہ تاریخ بھی کتاب میں درج ہے .....

وہ کہنے لگے ——— اس سپنے میں آپ کی بڑی بہن نے جب آپ کو گلے لگا لیا' تو اپنا نام بتایا تھا.....

میں نے کہا ——— جی ہاں اس نے اپنا نام واچ بتایا تھا' اور میں سپنے میں ہی حیران رہ گئی تھی' کہ واچ تو ویدوں کو جنم دینے والی تھی .....

شری رینا کہنے لگے ——— یہ آپ کا اب کا سپنا' نمبر ۲۷۶ والا' اسی ۱۹۸۳ء والے سپنے کی روشنی میں آیا ہے۔ اس سے بھی اگلی حالت کی لگن لے کر' تب ہی آپ کمرہ نمبر ۲۷۶ کو ڈھونڈ رہی ہیں .....

میری گرفت میں کچھ بھی نہیں آیا' تو وہ کہنے لگے ——— "کائنات کی لامحدود قوتوں کو نمبر ۹ کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ نمبر ۹ ساری گنتی کی بنیاد ہے۔ وہ نمبر ۹ قوتوں کی علامات ہیں' جن کے نام ہیں ——— شیل پتری' برہمچارنی' چندر' گھنٹہ' کشن مانڈہ' سکند ماتا' کاتیائی' کال راتری' مہاگوری اور سدھ راتری' یہ ۹ قوتیں سوچ کی ۹ منازل ہیں۔

"اور یہ ۹ قوتیں' جن ۳ قوتوں میں سمائی ہوئی ہیں' وہ بنیادی قوتیں ہیں ——— مہاکالی' مہالکشمی' اور مہا سرسوتی۔

"یہ تینوں قوتیں ۵ چہروں والی ہیں۔ ہر قوت ۵ چہروں والی۔ یہ ہر ۵ چہروں والی قوت نمبر ۱۵ بنتی ہے۔ اور نمبر ۱۵ کا راز' نمبر ۲۷۶ میں سمایا ہوا ہے۔ یہ نمبر ۲۷۶ کا ہتھیار بھونیشوری ہتھیار ہے' ترپوراسندری کا ہتھیار' جو ۳ عظیم قوتوں کو اکٹھا کرتی ہے۔"

میری حیرانگی کی کوئی حد تک نہیں تھی۔ ڈاکٹر رینا کہنے لگے ——— "اب آپ کے دل کی حالت' ۳ عظیم قوتوں کو اکٹھا کر کے' اس کے ایک روپ تک پہنچنے کی ہے' اس لئے اس ایک روپ قوت کا ہتھیار آپ سامنے آیا ہے۔"

پوچھا ——— لیکن سپنے میں میں کسی بہت بڑی عمارت کی سیڑھیاں کئی بار چڑھتی ہوں' اُترتی ہوں' وہ کمرہ ڈھونڈ رہی ہوں' جو نمبر ۲۷۶ ہے' لیکن کمرہ ملتا نہیں۔ صرف یہ اشارہ ملتا ہے کہ وہ کمرہ بن رہا ہے۔ ابھی تیار نہیں ہوا.....

ڈاکٹر رینا کہنے لگے ——— وہی تو جستجو ہے' سوچ کی اس حالت پر پہنچنے کی' جو

ابھی تیار نہیں ہوئی، لیکن تیار ہو رہی ہے.....

اور انہوں نے ایک کاغذ لے کر کچھ لکیریں کھینچیں، اور ان لکیروں کے خانوں میں کچھ نمبر لکھ دیئے ——

6	1	8
7	5	3
2	9	4

اور وہ کہنے لگے —— یہ دیکھو ۹ قوتّوں کے عکس ۹ خانے۔ ان نمبروں کو کسی طرف سے بھی جمع کریں، حاصل جمع ۱۵ بنے گا۔ یہ نمبر ۳ عظیم قوتّوں کا نمبر ہے، جن میں سے ہر قوت ۵ چہروں والی ہے۔ اور یہی ہتھیار ۳ عظیم قوتّوں کو جوڑنے والی ترپورا سندری کا ہتھیار ہے 'بھونیشوری کا' جگت جننی کا جس مین ۲۷۶ نمبر سمایا ہوا ہے.....

اور وہ اور تفصیل کے ساتھ کہنے لگے —— ۱۹۸۳ء کے سپنے میں آپ نے تین عظیم قوتّوں کا درشن پایا تھا۔ لیکن یہ ۱۹۸۷ء کا سپنا ہے —— جس میں آپ نے ۳ عظیم قوتّوں کو جوڑنے والی عظیم سوچ کا ہتھیار دیکھا ہے۔ اس حالت پر پہنچ جانا آپ کو عظیم سوچ میں سما دے گا۔

پاش مُکت ـــــــــ سوچ

دیکھا ـــــــ ایک سفید دُودھ رنگ کی بلّی ہے ' جس کے اوپر ایک جانور جھپٹ رہا ہے .....

اور دیکھتی ہوں کہ بلّی کے چاروں پاؤں رسیّوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ۔ اگلے پاؤں بھی ' پچھلے پاؤں بھی ۔ وہ سارا زور لگا کر اپنا بچاؤ کرتی ہے ' لیکن میں اس کو دیکھتے ڈر جاتی ہوں کہ وہ زخمی ہو جائے گی .....

اتنے میں دیکھتی ہوں کہ کوئی انسانی نظر آتا جسم ' اس بلّی کو ہاتھوں میں لے کر زمین پر بیٹھ جاتا ہے ' اور اس کے چاروں پاؤں سے رسیّاں کھول دیتا ہے ..... اس پر جھپٹنے والا جانور اب دور ہو گیا ہے .....

ایک بار وہ مجھ پر جھپٹنے کے لئے آگے آتا ہے ' لیکن قریب کھڑا امروز مجھے کہتا ہے ' اس کو کچھ بسکٹ دے دو یہ چلا جائے گا .....

لیکن وہ بلّی اب اطمینان سے بیٹھی دکھائی دیتی ہے .....

ایک بڑی راحت کا مجھے احساس ہوتا ہے ' اور اتنے میں جاگ آ جاتی ہے .....

میں اس سپنے کو جاگتی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی ' ایسے ' جیسے ابھی یا ٹھہر کر ' یہ منہ سے بولے گا ۔ میرے کان اس کی آواز کی طرف لگے ہیں .....

اور آج ـــــــ کوئی تین دن کے انتظار کے بعد ' ابھی ـــــــ میرے انتظار

کرتے کانوں کو ایک آواز سنائی دی ہے ----- جو باہر سے نہیں ' میرے اندر سے آ رہی ہے ----- " یہ بلّی تمہارا شعوری دل ہے ' اور اس پر جھپٹ رہا جانور تمہارا دل ہے ..... شعوری دل جانے پہچانے علم کے ساتھ بندھا ہوتا ہے ' وہ لاشعوری دل کی حقیقتوں کا سامنا نہیں کر سکتا ..... وہ تمہارا خوف ہے کہ شعوری دل اس لاشعوری سے زخمی ہو جائے گا ..... پھر جو انسان سا نظر آتا جسم بلّی کو اس کے بندھن سے آزاد کرتا ہے ' وہ تمہاری ہی باطنی قوّت ہے ..... اور جب شعوری دل آزاد ہو جاتا ہے ' لاشعور دل حملہ آور نہیں رہتا -----

میں ایک خاموش آواز میں پوچھتی ہوں ----- " اور وہ بسکٹ ؟ "

جواب ملتا ہے ----- " وہ لاشعوری دل سے دوستی کی علامت ہے ' اس کی بھوک کو تسکین دینے کی .....

۲۵ - ۲۶ جنوری ۱۹۸۸ء کی رات

اِس پار ----- اُس پار

دیکھا ----- اندرا جی میرے ساتھ باتیں کر رہی ہیں ' اور کہہ رہی ہیں ----- لوگ مجھے بالکل نہیں جانتے کہ میں کیا ہوں ۔ اگر تم میری زندگی پر ایک کتاب لکھو ' تو وہ ایک درست حوالہ ہو گی .....

میں کہتی ہوں ----- آپ روزانہ مجھے وقت دیں ' اور وہ سب کچھ بتائیں ' جو ابھی تک وقت کے سامنے نہیں آیا ..... اتنے میں دیکھتی ہوں ' امروز آتے ہیں ' اور اندرا جی ان کو کہتی ہیں ----- امروز صاحب ! آپ کو روزانہ تکلیف کرنا پڑے گی ' آپ روزانہ گاڑی میں امرتا کو میرے پاس چھوڑ جایا کریں ' پھر شام کو لے جایا کریں ! امروز ہنس کر کہتے ہیں ----- یہ کوئی تکلیف نہیں ' میں روزانہ آ جایا کروں گا .....

دور ' دروازے کے قریب کھڑی اپنی گاڑی نظر آتی ہے ' اور میں باہر آتی ہوں ' امروز کے ساتھ ' اپنے گھر واپسی کے لئے ۔ لیکن جب گاڑی میں بیٹھتی ہوں ' تو وہ پانی میں چلتی ایک کشتی بن جاتی ہے .....

۳۰ جنوری کی رات

ایک خدائی امداد

دیکھا ----- میں اکیلی ہوں ۔ لیکن آگے جس دُور راستے پر جانا ہے ' وہ بہت اندھیرا نظر آ رہا ہے ۔ راستے کے کنارے پر کچھ روشنی ہے ' اور وہاں کچھ لوگ چارپائی ڈال کر بیٹھے ہوئے ہیں ' میں ان کو کہتی ہوں ----- آپ میں سے کوئی ایک میرے ساتھ چلے ' اور مجھے اندھیرا راستہ پار کروا دے .....

وہ چارپائیوں والے ہنستے ہیں ' اور میرے گرد گھیرا ڈال کر میرے ہاتھوں میں پڑی انگوٹھیاں اتارنا چاہتے ہیں ..... میں ڈر کر چیخ مارتی ہوں ۔ پھر اچانک دیکھتی ہوں کہ کچھ لوگ ایک طرف سے لاٹھیاں لے کر آ گئے ہیں ' اور ان چارپائی والوں پر لاٹھیاں برسانے لگے ہیں .....

اتنی دیر میں لاٹھیوں والوں کے ساتھ آیا ہوا ایک چھوٹا سا بچّہ میرے پاس آتا ہے ' جس کو ساتھ لے کر میں وہاں سے چل پڑتی ہوں .....

سامنے اسی طرح اندھیرا راستہ ہے ' لیکن اب اندھیرے سے ڈر نہیں لگتا ۔ میں اور وہ بچّہ خاموشی سے چلتے جاتے ہیں .....

بہت دور جا کر کچھ گلیاں سی آتی ہیں ' جہاں کچھ لوگ اپنے کام کاج میں مصروف نظر آتے ہیں ' لیکن محسوس ہوتا ہے ----- کسی سے کوئی خطرہ نہیں ۔

میں اور وہ بچّہ چلتے جاتے ہیں ' اور بہت دور جا کر احساس ہوتا ہے کہ میں نے جہاں پہنچنا ہے ' پہنچنے والی ہوں .....

وہاں اچانک دائیں ہاتھ ایک مکان سا دکھائی دیتا ہے ' اور وہ بچّہ خاموشی سے اس کے اندر چلا جاتا ہے ' جیسے وہ اس کا گھر ہو .....

جاگ آ گئی ہے .....

حیران ہوں ----- یہ کیا سپنا تھا ؟ وہ چارپائیوں والے کون تھے ؟ وہ لاٹھیوں والے کہاں سے آ گئے ؟ اور وہ بچّہ کس کا عکس تھا ؟

کوئی مشکل اندھیرا راستہ سپنے میں گزر گیا ہے' لیکن وہ تقریباً چار برس کا دکھائی دیتا بچہ کون تھا؟ سپنے میں وہ میرے پاس آیا' اور میں خوف سے آزاد ہو گئی۔ یہ کیا معجزہ تھا؟

نہ میں نے کچھ پوچھا' نہ اس نے کچھ بتایا' لیکن یہ کس طرح کی خاموشی تھی' جو ایک اطمینان سے بھری ہوئی تھی؟

۱ فروری ۱۹۸۸ء کی صبح کاذب

ایک طاقتور ذرّہ

دیکھا ------ کوئی مُورتی ہے' معلوم نہیں کس کی۔ میری کوئی پہچان اس کے ساتھ جڑی ہوئی نہیں۔ میری توجّہ صرف اس کے ہاتھوں کی طرف ہے' جس میں کچھ ذرّات سے چمکتے نظر آتے ہیں.....

یہ چمک' ایک ظاہری چمک نہیں' کچھ اس طرح ہے کہ وہ ذرّات وائبریٹ ہوتے دکھائی دیتے ہیں.....

میں خود ہی وہاں سے ایک ذرّہ لے کر اپنے منہ میں ڈال لیتی ہوں' اور سوچتی ہوں' طاقت کا ایک ذرّہ لینا' اپنی بنیادی صُورت میں پرشاد لینا ہوگا.....

اس سوچ کی حالت میں جاگ آ جاتی ہے.....

۵-۶ فروری کی رات

دو پنچھی

۶ فروری کی رات تھی' معلوم نہیں' کون سا پہر' جب کمر میں ایک درد اٹھا' اور ساری کمر پتھری ہو گئی۔ اتنی کہ میں چارپائی پر کروٹ بھی نہیں بدل سکتی تھی۔ اگلے روز ڈاکٹر آیا' جس نے کہا کہ یہ سلپ ڈِسک ہے' اس لئے ہسپتال جانا پڑے گا۔ میرا ایک سوال تھا ------ اگر علاج کرنا ہے' یہاں ہی کر دیں' میں اپنے اسی کمرے میں' اسی چارپائی پر آخری سانس تک رہنا چاہتی ہوں۔

انجیکشنز اور پین کلرز دوائیوں سے کچھ راحت ملی، لیکن ان سے آئی نیند ایک بے ہوشی جیسی نیند تھی۔ دن کو بھی۔ رات کو بھی۔

اسی حالت میں دیکھا ----- سامنے آسمان پر سبز اور نیلا رنگ کئی تہوں میں بچھا ہوا ہے۔ جہاں تک نظر جاتی ہے ----- بڑا ہی طلسماتی آسمان نظر آتا ہے۔ اور وہاں دو پنچھی کھیل رہے ہیں۔

سپنے میں ہی سوچتی ہوں ----- ایک پنچھی تو میری آتما ہے، جو ابھی اس دھرتی سے اُڑ کر آسمان کی طرف گئی ہے۔ لیکن دوسرا پنچھی اس دھرتی کے کسی اور ٹکڑے سے آیا ہے۔ اور اب ان دونوں کا آسمان ایک ہے..... یہی منظر آنکھوں میں سمایا ہوا تھا کہ جاگ آ گئی۔

حفاظتی مرکز

پنڈت ودھیا ساگر جی کا ایک فرمان جیسا پیغام ملا کہ میں نیل منی ضرور پہن لوں۔

میں نے آج تک کبھی نیلم یا اس کی ذات کی کوئی چیز نہیں پہنی۔ ہمیشہ اس سے ایک تذبذب سا آتا رہا ہے۔ لیکن ودھیا ساگر جی کا فرمان تھا، اس لئے اپنی ایک دوست کو فون کیا۔ جس کا جوہریوں کے ساتھ لین دین چلتا رہتا ہے۔ وہ کہنے لگی -----

"خریدنے سے پہلے اس کو آزمالیں۔ تین دن سرہانے کے نیچے رکھ لیں۔ وہ سپنے میں اپنا اشارہ دے گا۔ اگر اچھے سپنے آئے تو خرید لینا۔"

لیکن ابھی وہ جوہریوں کے پاس نہیں گئی تھی کہ میری دوست اوتار مجھے ملنے آئی۔ اور رات کو باتیں کرتے کہنے لگی ----- "میرے پاس نیل منیوں کی اور سچے موتیوں کی ایک مالا ہے۔ جو تقریباً پچیس برس سے پڑی ہوئی ہے۔ میں وہ کبھی نہیں پہنتی۔ تم اس کو آزمالو!"

پھر ۱۰ اپریل کی رات تھی، جب وہ بنک سے مالا نکلوا کر لائی، اور میں نے پہن لی.....

اس رات تقریباً ۲ بجے تھے، کہ میں ایک عجیب و غریب سپنے سے جاگ پڑی، سپنا میرے سامنے کھڑا تھا کہ میرے دُور نزدیک بڑے ہی چھوٹے چھوٹے مرکز بنے ہوئے

ہیں ۔ سب میں وائرلیس ہے ' اور وہ میری حفاظت کے لئے بنائے گئے ہیں ------ فوری امداد کے لئے ..... اور وہ سارے مراکز میری دوست او تار کی نگرانی میں ہیں .....

او تار میری ایک ایسی دوست ہے ' جو میری اُٹھتی جوانی کے برسوں سے لے کر میرے ساتھ نبھا رہی ہے ۔ لیکن عمر کے ان تمام برسوں میں مجھے کبھی اس کا سپنا نہیں آیا تھا ' یہ پہلی دفعہ تھا کہ میں نے اس کو ہر خطرے میں ساتھ ساتھ دیکھا .....

سپنے سے جاگ کر پانی پیا ' اور پھر سو گئی ۔ لیکن جب صبح جاگی ------ تو محسوس ہوا ' باقی رات بھی میں اسی سپنے کی چھاؤں میں رہی تھی ' وہ جیسے ساری رات میرے اوپر چادر کی بکل کی طرح پڑا رہا تھا .....

یہ کتنے مرکز تھے ' میں نہیں جانتی ' لیکن احساس تھا کہ بہت سارے تھے ------ میرے نزدیک بھی ' اور دور بھی .....

خیال آیا کہ شاید مالا کے دانے ہی مراکز کی صورت میں دکھائی دیئے تھے ؟ ------ دانے گنے ' تو دیکھا کہ موتیوں کے ۷۰ دانے ہیں ' اور نیلم کے ۱۶ دانے .....

۱۱ اپریل ۱۹۸۸ء

ماں ------ درشن

معلوم نہیں رات کا کون سا پہر تھا ' دیکھا ' کہیں باہر سے آئی ہوں ' اپنے گھر ۔ لیکن گھر یہ نہیں ' وہ کوئی بہت بڑی حویلی ہے ۔ بہت بڑی ' اور پرانی ' دروازے میں شیلی اور امان کھیل رہے ہیں ۔ میں اندر جاتی ہوں ------ تو سامنے صحن میں ماں چولہا جلا کر کچھ پکا رہی ہے .....

حویلی کے سامنے ایک اونچا سا مکان ہے ' جس کی دوسری منزل کی کھڑکی میں میرا بیٹا نو راج کھڑا ہے ' اور کہتا ہے ------ میں ابھی آتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ وہ پڑوسیوں کے گھر گیا ہوا ہے ۔

اندر صحن میں میری ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ' میں پرات لے کر مکئی کا آٹا گوندھتی ہوں ' لیکن دیکھتی ہوں کہ پانی بہت پڑ گیا ہے ' اس لئے اور آٹا پرات میں ڈالتی

ہوں۔ جب میں گوندھ لیتی ہوں، تو ماں کو کہتی ہوں ----- ماں آج مکئی کی روٹیاں بنا کر سب کو کھلاؤ ------!

وہ پرات کو اپنی طرف کر کے کہتی ہے ----- ابھی بنا دیتی ہوں.....

سپنے میں بالکل احساس نہیں ہوتا کہ میری ماں اب اس دنیا میں نہیں۔ سب کچھ عام لگتا ہے۔ جیسے وہ روز مرّہ کی زندگی ہو.....

جاگی ہوں..... تو یہ سپنا بڑا پُر اسرار لگ رہا ہے..... سوچ رہی ہوں ----- میں نے اپنے بیٹے نوراج کو دیکھا، اس کے دونوں بچّوں کو ٹھیک اسی عمر میں دیکھا، جس عمر کے وہ ہیں، اور وہ حویلی کے دروازے میں کھیل رہے ہیں۔ لیکن سپنے میں ان کی ماں کیوں نہیں تھی، اس صحن میں؟ جو روٹی کا بندوبست کر رہی تھی، وہ الکا نہیں تھی، ان بچوں کی ماں، اس کی جگہ میری ماں تھی..... اور یہ علم نہیں، کیا راز ہے.....

جاگی ہوں ----- تو یاد آیا کہ یہ گزشتہ رات بیساکھی والے دن کی رات تھی، کیا اس رات میں ہی کوئی راز چھپا ہوا ہے؟

۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء

ایک اور ڈائمنشن

آج ----- ایک اور نئی ڈائمنشن کی جھلک ملی -----

دیکھا ----- ایک چھوٹا سا کمرہ ہے، جس میں کچھ وہ لوگ بیٹھے ہیں، جن کو میں پہچانتی نہیں۔ ان میں سے ہی ایک ----- مجھے کہتا ہے ----- "وہ جو دوسرے کونے پر بیٹھا ہوا ہے ----- وہ بہت امیر آدمی ہے، اور اتنا اچھا کہ ہم سب اس کی عزت کرتے ہیں....."

میں نے اس طرف دیکھا، جس طرف اشارہ کیا گیا تھا، اور میرے منہ سے نکلا "ہی از ویری ہینڈسم مین....."

اس کا چہرہ میری طرف نہیں تھا، لیکن سائیڈ سے جتنا بھی دیکھا، محسوس ہوا ----- کوئی پازیٹو وائبریشنز تھے، جو میری طرف آئے۔ اس کی عمر کوئی چالیس بیالیس

سال کی معلوم ہوتی تھی.....

پھر جس اجنبی نے اس کی طرف اشارہ کیا تھا' وہی کہنے لگا ------ "اس نے ابھی آپ کی ماں کے ساتھ شادی کی ہے....." میں چونک پڑی ------ لیکن میری ماں کی عمر تو؟ اور میں نے دل میں حساب لگایا ------ اس وقت میری عمر ۶۹ برس ہے' تقریباً ۷۰ برس' اور جب میں پیدا ہوئی تھی' اس وقت میری ماں کی عمر ۲۸ برس تھی' تو تقریباً ۳۰ برس وہ اور میری عمر کے ۷۰ برس' اس لئے میری ماں کی عمر اس وقت تقریباً ۱۰۰ برس کی ہو گی ------ پھر اس چالیس بیالیس برس کے حسین مرد نے اس کے ساتھ شادی کس طرح کی؟ وہی اجنبی کہنے لگا' "آپ کی ماں بڑی غربت کی حالت میں تھی' لیکن وہ بہت اچھی عورت ہے' اس لئے اس مرد نے اس کے ساتھ شادی کر لی ہے....."

اور میں سوچ میں پڑ گئی ------ اب میرے پاس کسی طرح کی کمی نہیں تھی' تو میری ماں غربت کی حالت میں کیوں تھی؟ اور ساتھ ہی احساس ہوا کہ میں اپنی ماں کو کئی سالوں سے دیکھا نہیں۔ وہ کہاں تھی؟ وہ اس حالت میں کیون تھی؟

یہ وقت تھا' جس وقت میرا سپنا ٹوٹ گیا.....

اور جاگ کی پہلی سوچ کے ساتھ محسوس ہوا ------ او خدایا۔ میں نے جو وہ حسین مرد دیکھا تھا' وہ تو میرا بیٹا ہے..... اور اس نے تقریباً پانچ برس گزرے' بڑے امیر گھرانوں کے رشتے چھوڑ کر جس بڑے ہی عام گھر کی لڑکی کے ساتھ شادی کی ہے' کیا مجھے اس کا راز نظر آیا ہے؟ ------ کیا وہ لڑکی گذشتہ جنم میں میری ماں تھی؟

اور اب مجھے پرسوں کا وہ سپنا یاد آ رہا ہے کہ جس پرانی حویلی میں میں نے اپنے بیٹے کو دیکھا تھا' ساتھ ہی اس کے دونوں بچّوں کو' تو اس سپنے میں میں نے الکا کی جگہ اپنی ماں کو روٹیاں پکاتے دیکھا تھا..... کیا وہ میری ماں کی صورت میں الکا تھی؟

دونوں سپنوں کی دھاگے مل کر ایک ایسی داستان کو جوڑنے لگے ہیں' جو کہیں بہت دور صدیوں تک پھیلی ہوئی ہے.....

آج میرے بدن میں ایک سوچ خون کی گردش کی طرح چل پڑی ہے۔ اور ان دو دھاگوں کو میرے گذشتہ برسوں کے کئی سپنوں کے ساتھ جوڑ رہی ہے.....

یہ بھی میرا ہی ایک سپنا تھا بھرگو رشی نے میرے باپ کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا'

اس نسل کو دس پشتوں سے ایک بد دعا لگی ہوئی ہے ' اور اب بار دویں پشت میں ' اس شخص کے گھر بیٹا نہیں ' ایک بیٹی ہوگی ' جس کے ہاتھوں اس نسل کی بد دعا ٹوٹے گی ۔ اور پھر گورشی نے تفصیل کے ساتھ بتایا تھا کہ دس پشت پہلے ' اس نسل کے ایک مرد نے کسی عورت سے پیدا ہوئی اولاد کو قبول نہیں کیا تھا ' اس لئے اس عورت کی بد دعا اس نسل کو لگی تھی .....

اور پھر کسی اور سپنے میں میں نے صدیوں پہلے کے اس مرد کو دیکھا تھا ' جس کی وجہ سے اس کی نسل کو بد دعا لگی تھی ۔ اور ساتھ ہی اس حاملہ لڑکی کو دیکھا تھا ' جس کو اس مرد کے گھر میں قبول نہیں کیا جا رہا تھا ۔ اس سپنے میں میں نے نوراج اور الکا کو دیکھا تھا ' جو اس مرد کے بیٹے اور بہو کی صورت میں تھے ' اور وہ بھی اس حاملہ لڑکی کو گھر میں رکھنے پر آمادہ نہیں تھے ۔

تو جس مرد کے ہاتھوں ——— کسی معصوم لڑکی کے ساتھ ظلم ہوا تھا ' نوراج اور الکا ' اسی مرد کی اگلی پشت میں سے تھے ——— اور اپنے بزرگ کی بے انصافی سے متفق تھے ۔ اس وقت وہ چاہتے ' تو اس حاملہ لڑکی کے مددگار ہو سکتے تھے ' لیکن نہیں ہوئے .....
پھر میں نے ایک ایسا سپنا دیکھا تھا ' جس میں ایک پتلی اور لمبی سی لڑکی میرے پاؤں کو پکڑ کر رونے لگی تھی ۔ اپنی سفید اور میلی کچیلی دھوتی سے وہ گھر کی نوکرانی سی معلوم ہوتی تھی ۔ لیکن اسی دھوتی سے اس نے منہ ڈھانپا ہوا تھا ' اس لئے اس کی پہچان ' مجھے اس وقت نہیں ہو سکی ۔ اس نے رو رو کر مجھ سے معافی مانگی تھی کہ اس نے میرا کچھ چُرایا تھا ' جو آج واپس کرنا چاہتی تھی ——— اور اس وقت اس نے ایک گلابی پگڑی اور تین ڈبّے مجھے لا کر دیئے تھے ..... اس سپنے کا کچھ بھی میری گرفت میں نہیں آیا تھا ۔
لیکن اب میرے ان دو سپنوں نے اپنی کئی تاریں میرے سپنوں کے ساتھ جوڑ دی ہیں ' اور دیکھ رہی ہوں کہ وہ پتلی اور لمبی سی لڑکی ' جو سفید دھوتی میں کھڑی نظر آئی تھی ' اور جس کا منہ ڈھکے ہونے کی وجہ سے میں اس کی صُورت نہیں دیکھ سکی تھی ' وہ الکا تھی ۔
اور اپنی جس غلطی کے احساس سے وہ رو رہی تھی ' وہ وہی غلطی تھی ' کسی معصوم حاملہ لڑکی کو گھر سے نکالنے کی ۔ اور پھر اس نے جو گلابی پگڑی لا کر دی تھی ——— گھر کی عزت کا اشارہ اسی کو اس جنم میں میں نے اپنی بیٹے کے سر پر بندھی ہوئی دیکھی تھی '

جب وہ الکا کو بیاہ کر لایا تھا.....

یہ میں اپنے پچھلے سپنوں سے جانتی ہوں کہ اس جنم میں جو میرے باپ تھے' وہی اپنے اگلے جنم میں میرے بیٹے کے روپ میں پیدا ہوئے۔ لیکن یہ اب جانا ہے کہ اس جنم میں جو میری ماں تھی' وہ گزشتہ جنم کی وہی الکا تھی' جس نے نسل کی عزت لوٹانے کا اقرار کیا تھا' اور پھر اس نے میری ماں بن کر مجھے جنم دیا' اور پھر اب اپنے اگلے جنم میں الکا بن کر آئی ہے' نوراج کی بیوی بننے کے لئے۔ نسل کی عزت لوٹانے کے لئے۔

او خدایا! کیا میرے ماں باپ ہی آج میرا بیٹا اور بہو ہیں!

یہ عمل داستان ہے' اور پورا احساس سامنے ہے' کہ بھر گورشی نے جو کہا تھا کہ گیارہویں پشت کے وقت یہ نسل بددعا سے آزاد ہو گی' میں اس پیش گوئی کو حرف بحرف سچ ہوتے دیکھ رہی ہوں-----

اس داستان کی ڈور کندلا کے ساتھ جڑتی ہے۔ اس کے ساتھ جوڑے بغیر' یہ داستان ہو نہیں سکتی تھی۔ کندلا وہی آتما ہے' جس کو اس نسل کے کسی بزرگ نے بے عزت کیا تھا' اور اس کے دکھ کی اس نسل کو بددعا لگی تھی۔ آج میرے سامنے------ صدیوں کی گانٹھیں کھُل رہی ہیں۔ صدی کی "میموری ناٹس" کھُل رہی ہیں۔

دیکھ رہی ہوں------ کہ ہم سب جب شعوُری دل سے' اور شعوُری دل کی دلیل سے کسی محبت یا نفرت کو نہیں پہچان سکتے' اس وقت ہمارا لاشعوُری دل ان کو پہچان رہا ہوتا ہے۔

یاد آ رہا ہے کہ نوراج نے جب الکا کے ساتھ شادی کر لی تو کندلا بڑی پریشان ہوئی تھی۔ وہ سوچ نہیں سکتی تھی کہ نوراج کسی بڑے ہی معمولی گھر کی معمولی لڑکی کے ساتھ شادی کرے گا۔ لیکن یہ دلیل بھی کوئی ایسی دلیل نہیں تھی کہ کندلا کے دل میں الکا کی صورت سے ایک پریشانی پیدا ہو جاتی۔ اور پھر ایک رات اس نے سپنے مین دیکھا کہ الکا نے اس کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں بند کیا ہوا ہے۔ جہاں وہ بلک بلک کر رو رہی ہے۔ یہ کندلا کا لاشعوُری دل تھا' جس میں صدیوں پہلے کا واقعہ' ایک خوف بن کر پڑا ہوا تھا۔ یہ اس کا بھگتا ہوا درد تھا------ اس وقت کا۔ سپنے میں میں۔نے جس لڑکی کو حاملہ دیکھا تھا' اس کی صُورت کندلا سے ملتی تھی۔ اور ساتھ ہی احساس ہوا تھا کہ کندلا وہ لڑکی نہیں تھی'

وہ اس حمل سے پیدا ہونے والی لڑکی تھی.....

اور اب کندلا کا سپنا سن کر مجھے یقین ہو گیا تھا' کہ جس کسی قدیم عہد میں اس کی معصوم ماں کو بے عزت کیا جا رہا تھا ------ وہ اس وقت کے سارے دکھ کو پہچانتی تھی۔ اور اس پہچان میں سے اب وہ الکا کو پہچان رہی تھی۔

اب میں اس کو بتا سکتی ہوں کہ اس کے سپنے کا اشارہ کسی آتے وقت کے لئے نہیں' اس کا اشارہ کسی گزرے ہوئے وقت کی طرف ہے۔ یہ اشارہ ایک حقیقت ہے۔ لیکن گزرے ہوئے عہد کی حقیقت ہے۔ الکا وہی ہے' لیکن اب وہ نسل کا قرضہ واپس کرنے آئی ہے۔ اور جیسے بھر گو رشی نے کہا تھا کہ یہ نسل گیارھویں پشت کے وقت بددعا سے آزاد ہو گی' اس کو آزاد کرنے کے لئے الکا میری مدد کے لئے آئی ہے.....

۱۶ اپریل ۱۹۸۸ء

دو چارپائیاں

کل رات کا سپنا کچھ دھندلا سا یاد میں ہے کہ امروز کے ہاتھوں میں ہون کی چیزیں پکڑی ہوئی ہیں ------ ایک سُرخ کپڑا اور چھوٹی موٹی کئی چیزیں۔ اور امروز نے کہا ------ باہر بیٹھک میں ایک نیا میز لگا کر یہ سب رکھ دیں! روزانہ ایک جگہ پر سب کچھ مل جائے گا۔ اور جواب میں میں نے کہا ------ نہیں' بیٹھک میں نہیں۔ وہاں کئی لوگ ملنے کے لئے آتے ہیں ------ ان کی نگاہ میں نہیں رکھنا..... پھر معلوم نہیں وہ سب کچھ کہاں رکھا ------ کچھ یاد نہیں.....

لیکن آج رات میں دیر تک لز گرین کی کتاب پڑھتی رہی تھی کہ ستاروں کا اور انسان کی تقدیر کا کیا رشتہ ہے ------ کہ صبح ہونے والی تھی' جب میرے سامنے ایک سنت دکھائی دیئے۔ میں نے ایک ایک کاغذ ان کے سامنے کیا' اور کہا ------ دیکھیں! یہ شنی اور شکر دونوں مل کر سورج کی پناہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ کیا کریں گے؟

ساتھ ہی دیکھا کہ میری طرف دو چارپائیاں بچھی ہوئی ہیں۔ جن پر شنی اور شکر بیٹھے ہوئے ہیں' سفید چادریں لپیٹ کر۔ اس سنت نے سرسری سی نگاہ سے دیکھا اور

کہا ——— "ہاں' زندگی ان ہی کے اثر میں گزرے گی' لیکن میں نے تو یہ دیکھنا ہے کہ تم لوگ دل کو کتنا گہرا کر جیتے ہو' یا کتنا گھبرا کر جیتے ہو....

محسوس ہوا ——— میں نے یہ باتیں سنت کے ساتھ سپنوں میں کی ہیں۔ اور میری اُونگھتی سی حالت میں یہ احساس تھا ——— کہ یہ سپنا تھا' تب بھی وہ سپنا جاری رہا' اور میں نے سنت کو کہا ——— میں نے اسی طرح زندگی بسر کی ہے' اسی لئے میں نے نظم لکھی تھی کہ لوگ تو خدا سے مراد مانگنے کے لئے درخت کو چیتھڑا باندھتے آئے ہیں' اور پھر مراد پوری ہونے پر وہ چیتھڑا کھولتے آئے ہیں۔ لیکن ایک دفعہ خدا نے ایک درخت کو چیتھڑا باندھا' اور مراد مانگی کہ میں کوئی ایسا انسان دیکھوں ——— جو تمام دکھوں کو ہنس کر برداشت کر جائے! اور پھر میں نے خدا کو کہا ——— دیکھ! تم نے مجھ میں وہ انسان دیکھ لیا ہے' تیری مراد پوری ہو گئی ہے' اب آکر اس درخت سے اپنا چیتھڑا کھول لو' جو ایک مراد مانگتے وقت تم نے باندھا تھا....

یہ سب کہہ رہی تھی کہ امروز ——— صبح کی چائے لے کر آگئے....

۱۸ اپریل ۱۹۸۸ء

انرجی ڈرنک

دیکھا ——— ایک بہت بڑے گھر کی چھت پر' کچھ اس طرح کے بڑے بڑے برتن پڑے ہوئے ہیں' جیسے وہاں ابھی کوئی کیمیاوی چیز بنی ہو۔ اور ساتھ ہی احساس ہوا' میں نے ابھی آسمان کے سب ستاروں کے اثرات سے ایک رَس کشید کیا ہے۔ جس کو میں سپنے میں بھی "انرجی ڈرنک" کہہ رہی ہوں....

ساتھ ہی خیال آتا ہے ——— شاید شنی کے اثر سے علیحدہ رس تیار کرنا چاہئے تھا اور سورج کے اثر سے علیحدہ' اور شکر منگل سے علیحدہ' لیکن میں نے سب کو ملا دیا ہے۔ ساتھ ہی خیال آتا ہے ——— نہیں' یہ ایک ہی رَس ٹھیک ہے' ایک انرجی ڈرنک....

ساتھ ہی سوچ رہی ہوں ——— کوئی وقت ہوتا تھا' جب پرشاد لفظ کے

مطلب ہوتے تھے ۔ دل کے تمام خیالات کو اکٹھا کر کے لوگ پرشاد بناتے تھے، اور دل کے پورے اعتقاد کے ساتھ لوگ اس پرشاد کو لیتے تھے۔ ان دینے اور لینے میں ایک انرجی فورس ہوتی تھی۔ وہ اب ختم ہو گئی ہے۔ اب نہ دینے والے میں وہ عقیدت ہے، نہ لینے والے میں ۔ اس لئے سب ستاروں کے اثرات کو اکٹھا کر کے، ہر قوت کو یکسُو کر کے ----- میں نے یہ انرجی ڈرنک بنایا ہے..... سپنے میں یہ سب کچھ میں کس کو کہہ رہی ہوں، علم نہیں۔

۲۵ اپریل ۱۹۸۸ء ----- صبح کے وقت

سُرخ اور سنہری لاٹ

دیکھا ----- میرا دایاں ہاتھ کچھ لکھنے کی صُورت میں ایک کاغذ پر جھکا ہوا ہے۔ انگوٹھے اور دو انگلوں کے پوروں کے درمیان قلم ہے۔ اچانک آگ کی ایک سُرخ اور سنہری سی لاٹ میری دو پوروں میں سے نکلتی ہے.....

حرارت نہیں تھی، لیکن لاٹ کا سُرخ رنگ آنکھوں کے آگے اس طرح آیا ----- کہ حیرانگی سے نیند کھل گئی.....

۱۶-۱۷ مئی ۱۹۸۸ء کی رات

ایک دیوی ملاقات

۱۹۸۴ء میں میں نے پہلی بار ایک سپنے کے ذریعے اپنے سنت باپ کو دیکھا تھا۔ معلوم نہیں کون سا زمانہ تھا، کتنا قدیم کہ ایک جنگل میں میں سمادھی میں غرق ایک سنت کو دیکھ رہی تھی کہ ایک آواز سنائی دی تھی ----- اسی سنت کی خدمت میں رہتی ایک عورت کے حمل سے تمہارا جنم ہوا تھا-----

پھر عرصے کے بعد ایک سپنے میں میں نے اپنے آپکو ایک سنت آشرم میں دیکھا۔ وہ کس سنت کا آشرم تھا، معلوم نہیں، اور میں نے اس سپنے کے اثر میں بھیگی ہوئی ایک

نظم لکھی تھی ----- "اَج میں اچیت مَن دے کھنڈراں وچ گئی ساں....."

یہ دو اشارے میرے سپنوں کی طرف سے آئے تھے' لیکن باہر سے اس کا پہلا اشارہ جنوبی بھارت کے شری نمودری پاد نے دیا تھا۔ جنہوں نے مجھے اور امروز کو دیکھ کر بتایا تھا کہ کس زمانے میں امروز میرے گورو تھے۔ ہم دونوں یوگی تھے۔ ہم دونوں میں محبت جاگ پڑی تھی' جو اس حالت میں ایک ممنوعہ پھل تھی' اسی قوت ارادی نے ہم کو یہ جنم دیا ہے' اور ہمارا ملاپ ہوا ہے.....

اسی پہلو سے دوسرا اشارہ اس وقت ملا تھا' جب ہوشیار پور کی بھرگو سنہتا میں سے ایک پترا نکلا تھا کہ کسی قدیم عہد میں میں بھرگو آشرم میں تھی.....

اب اس سال ۱۹۸۸ء میں' سال کے ابتدائی دن تھے جب ایک دن شری پشت راج آئے' کہنے لگے ----- "آج پوجا کے وقت ایک منظر سامنے آیا کہ آپ کسی زمانے میں ایک سنت کے آشرم میں تھیں۔ وہاں ایک خدمت گار نے بڑا قیمتی گرنتھ چرا لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ اس کے پیچھے پیچھے دوڑ رہی ہیں' اور وہ آگے آگے دوڑتی ایک کھنڈر میں چلی جاتی ہے۔ وہاں ایک صندوق پڑا ہوا ہے' وہ جلدی سے اس گرنتھ کو اس صندوق میں چھپا دیتی ہے.....

پھر دیکھا ----- کہ آپ اس کھنڈر کی ایک ٹوٹی سیڑھی سے چڑھ کر اُوپری حصّے میں چلی جاتی ہیں۔

جہاں سے اپ نے ایک بڑا سا پتھر اس خدمت گار پر پھینکا.....

پھر اس سال اپریل کی ۲۵ تاریخ تھی' جب کیلاش ناتھ دویدی کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ ان کے پاس بھرگو سنہتا کے کچھ پترے ہیں۔ انہوں نے پتر نکالا اور اس کے معنی نکال کر مجھے بتایا کہ میں کسی زمانے میں جبالی سنت کی گھریلو کنیا تھی.....

گورداسپور کے ایک بڑے عالم پنڈت ہیں ----- شری ودھیا ساگر جی۔ میں نے آج تک ان کو دیکھا نہیں۔ میرے طرف سے شری بھار دواج نے ان کے ساتھ بات کی تھی کہ مجھ کو اپنا گزشتہ جنم معلوم کرنے کی بڑی لگن ہے۔ انہوں نے مئی کے مہینے اپنا جواب ٹیپ کر کے' شری دیو بھار دواج کے ہاتھ بھجوایا' جس کے مطابق میں کسی زمانے میں ایک سنت آشرم میں تھی۔ شاید کسی صوفی سنت کے آشرم میں' جو مقام

بھارت کے شمال کی طرف افغانستان کے نزدیک ملتا ہے.....

اور وہاں میری خدمت سے خوش ہو کر صوفی پیر نے مجھے کئی نشیشیں دی تھیں۔ لیکن مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ میں آشرم کے کسی یوگی سے محبّت کرنے لگی تھی، جس سے وہ صوفی سنت بڑے ناراض ہو گئے۔ اور اب میرا جنم اسی لئے ہوا ہے، اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے۔

ان کے الفاظ میں ------ میرا یہ جنم ایک یوگ بھرشٹ یوگی کا جنم ہے.....

حالات کے تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ یہ سارے تار ایک دوسرے کے ساتھ ملتے ہیں۔ اور ہر اطلاع مختلف اطراف سے آئی ہے۔ کچھ اس طرح جیسے مٹی کسی جگہ سے آئی ہو، چونا کسی جگہ سے، اور میرے ذہن میں ایک آشرم بن رہا ہو.....

اور آج اس عمارت کی لکڑی ایک اور سمت سے آتی ہے۔ آج ۱۱ جون والے دن میری ملاقات شری رام بھدر داس جی کے ساتھ ہوئی۔ سُنا ہوا تھا کہ وہ زمانے کے مانے ہوئے عالم ہیں۔ ان کے پاس آنکھوں کی روشنی نہیں۔ لیکن باطنی روشنی ہے۔ اور جس جگہ پر بیٹھ کر شری تلسی نے رامائن لکھی تھی، اب شری رام بھدر داس جی کو وہ تلسی نشست سونپی جا رہی ہے.....

میں نے رُجنی گندھا کے پھول ان کے آگے رکھے، تو وہ میرے سر کو، اور ہاتھوں کو چھو کر کہنے لگے ------ بہت دنوں کے بعد ملی ہو!

اور وہ اپنے بال سیوک کو کہنے لگے ------ پانی لاؤ!

میں نے پانی کا گلاس لے لیا، تو وہ کہنے لگے ------ تو اتنی بڑی ہو گئی، میں جب تم سے ملا تھا، تو دس برس کی بچّی تھی۔ تو سادھو آشرم کی کنیا تھی، جنگل سے لکڑی چُن کر لا رہی تھی۔ اس جنم میں بھی میری آنکھیں نہیں تھیں، لیکن دیکھ سکتا تھا کہ تو نے نیلی اوڑھنی لی ہوئی تھی، میں نے تم سے پانی مانگا تھا، اور تو نے کہا تھا ------ جاؤ بابا جاؤ! اس جنم میں میں لاٹھی لے کر چلتا تھا۔ اس وقت میں نے کہا تھا ------ جا تو پیاسی رہے!

وہ ہنسنے لگے ------ جب کوئی سادھو ایسی بددعا دیتا ہے، تو وہ بددعا بڑے گہرے معنوں میں ہوتی ہے۔ میرا مطلب تھا کہ تمہیں جستجو کی پیاس لگ جائے! آج اسی لئے ملتے ہی میں نے تمہیں پانی دیا ہے کہ تمہیں وہ سب یاد آ جائے.....

مجھے کچھ یاد نہیں آیا، لیکن پوچھا ---- وہ آج سے کتنے برس پہلے کا واقعہ ہے؟

وہ کہنے لگے ---- پانچ سو دس سال پہلے کا ----

میں نے کہا ---- پھر ہو سکتا ہے وہی جستجو کی پیاس لے کر آج آپ سے ملنے آئی ہوں.....

وہ ہنس پڑے، کہنے لگے ---- پہلے پانی پلاؤ، جو تب نہیں پلایا تھا.....

اور پانی کا قرض سر پر لے کر میں نے پوچھا ---- میں نے کتنے جنم رشی آشرموں میں یا سنت آشرموں میں گزارے ہیں؟

وہ کہنے لگے ---- کئی جنم۔ لیکن ایک جنم میں ایک واقعہ ہوا تھا، آشرم کے گورو دیوگی کو تم سے محبت ہو گئی تھی.....

ان کا یہ فقرہ تھا کہ میں چونک پڑی..... اُنل شرما بہت چھوٹی عمر کا ہے، شاید چھبیس سال کا۔ لیکن اس کی جستجو اس کی عمر سے بھی بڑی ہے۔ وہ میرے ساتھ تھا، شری رام بھدر داس جی کو ملنے کے لئے۔ اور شری رام بھدر داس جی کے پہلے الفاظ اُنل کے لئے تھے ---- تم ماتا جی کو لے آئے ہو، یہ تو ایسے ہوا ---- جیسے کپل کے سامنے دیُوتی آئی تھی، ہم انہیں آنکھوں سے دیکھتے، تو اچھا نہ ہوتا۔ بس پالیا ہے، یہ اچھا ہوا۔

اور انہوں نے میرے سر اور ہاتھوں کو چھو کر کہا ---- دیکھو! بس مل رہا ہے، دل کا بھی، باطن کا بھی.....

میں اتنا سا جانتی تھی کہ کپل ایک قدیم سنت تھا، بدھ کے عہد سے بھی پہلے کا۔ سانکھیہ درشن کپل سنت کا تھا۔ اور دیُوتی منو کی بیٹی تھی، کردم سنت کی بیوی، جس سے کپل منی کا جنم ہوا تھا.....

کوئی راز میری گرفت میں نہیں آیا۔ صرف یہ محسوس ہوا کہ ان کے الفاظ باطنی رس میں بھیگے ہوئے ہیں.....

اور جب انہوں نے پانی والا راز کھولا، تو میری جستجو نے سوال کیا ---- وہ کون سا علاقہ تھا؟ کون سا آشرم؟ تو جواب میں انہوں نے کہا ---- برج منڈل میں ایک گاؤں تھا، رساولی۔ اب نہیں ہے، تب تھا.....

انہوں نے کسی اور زمانے کا ذکر کرتے اوُر ناچل کا نام بھی لیا۔ لیکن وہ میرے احساس میں نہیں تھا' اس لئے میں خاموش تھی۔

بہت دیر ہوئی' میرے ایک سپنے میں میرے ایک جنم والے مقام کا نام بتایا گیا تھا' بھادڑی پور۔ اسی کا سوال میرے ہونٹوں پر آگیا' تو وہ ہنس پڑے۔ ان کے کہنے کے مطابق وہاں ہی وہ واقعہ ہوا تھا ------ اپنے گورديوگی کو محبت کرنے والا' کہنے لگے ------ تب تمارا نام امیتا تھا' اور اس گورو دیوگی کا نام نندن تھا' بعد میں اور اُروندر نام بھی ہوا.....

گذشتہ برس مجھے ایک سپنے میں نو کاغذوں کا حصول ہوا تھا۔ میں نے اس کا راز پوچھا' تو وہ کہنے لگے کہ وہ نو کاغذ نودھا بھگتی کے اشارے ہیں۔ نو سادھنوں کے۔ اور سنسکرت کا ایک شلوک پڑھ کر' انہوں نے جو تشریح کی' اس کے مطابق ------ عقیدت' عظیم شخصیت کا ساتھ' بلند کردار' ریاضت کے عمل کا علم' مزاحمت کا مداوا' ارادہ' رجحان' رتی اور محبت نو ریاضتیں ہیں۔ محبّت نوویں حالت ہے.....

میں ہنس پڑی کہ میرے لئے تو پہلی ریاضت بھی محبّت ہے' نوویں ریاضت بھی محبّت۔ میرے پاس تو محبت کے علاوہ کچھ بھی نہیں.....

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مجھے اپنا وہ سپنا یاد آیا' نو کاغذوں کے ملنے والے سپنے سے بھی پہلے کا سپنا' جس کا راز میرے گرفت میں نہیں آتا تھا۔ اسی کی بات کرتے میں نے پوچھا ------ ۲۶۷ نمبر کا راز کیا ہے؟

میرے سپنے میں مجھے ۲۶۷ نمبر کے کمرے کی تلاش تھی' جہاں سے مجھے کچھ کاغذ ملے تھے۔ سپنے میں میں ایک بہت بڑی عمارت کی سیڑھیاں کبھی چڑھتی رہی' کبھی اُترتی رہی' اس کمرے کو ڈھونڈنے کے لئے' دیکھا کہ باقی سب کمروں کے نمبر ہیں' لیکن ۲۶۷ نمبر کا کہیں نہیں۔ اسی پریشانی میں مجھے کسی نے کہا تھا کہ ۲۶۷ نمبر کا کمرہ بن رہا ہے' ابھی تیار نہیں ہوا.....

میں یہ سارا سپنا ان کو بتانا چاہتی تھی' لیکن انہوں نے سُنا نہیں۔ کہنے لگے' بتاتا ہوں' بتاتا ہوں..... رام چرت مانس میں ۲۶۶ گرنتھوں کا حوالہ ملتا ہے۔ سیتا رام چترویدی نے جب تحقیق کی' تو ۲۶۶ گرنتھوں کا ذکر کیا' اور کہا کہ اس سے آگے کا گرنتھ اپنا احساس

ہوتا ہے ۔ وہی رام چرت مانس ہے ..... تم کو وہی اشارہ ملا ہے کہ اب آگے تمہارا اپنا احساس ہوگا..... پھر وہیں سے تمہیں نو کاغذ ملے .....

ان کی یہ تشریح میرے روئیں روئیں میں اتر گئی ۔ اپنا احساس ہی تو وہ کمرہ تھا ' جس کو میں ڈھونڈ رہی تھی ..... اور مجھے اشارہ ملا تھا کہ وہ بن رہا ہے ' ابھی تیار نہیں ہوا .....

خدایا! اس تیاری کو کتنے جنم درکار ہیں ؟

وہ بڑے مہربان موڈ میں تھے ۔ اس لئے میں نے کہا ------ بہت کچھ تو میرے احساس میں نہیں ہے ' لیکن جتنا بھر ہے ' اسی سے جانتی ہوں کہ جس یوگی کی محبت کا آپ نے ذکر کیا ہے ' اس جنم میں میں نے اسی یوگی کو پایا ہے .....

وہ کہنے لگے ------ جانتا ہوں! وہ اُروندر کا ہمزاد ہے ۔ تم سے بہت پیار کرتا ہے ' بلاؤ اسے .....

امروز باہر گاڑی میں ہی تھا ' اَنل کو بھیج کر امروز کو بلوایا ' تو وہ امروز کے سر پر ہاتھ پھیرتے رہے ۔ لیکن محسوس ہوا ------ امروز لفظ سے وہ کچھ حیران تھے ۔ کہنے لگے ' امروز نام ہے ..... پھر کچھ خاموش ہو گئے ۔ پھر پوچھنے لگے ------ روائیت سے کس میں یقین رکھتے ہو ؟

میں ہنس سی پڑی تھی ' لیکن خاموش رہی تھی ۔ امروز نے جواب دیا ------ عمل میں یقین رکھتا ہوں! یہ جو لفظ ہیں ------ ہندو ' سکھ ' مسلمان ' ان میں میرا یقین نہیں ہے .....

انہوں نے پھر امروز سے پوچھا ------ کبھی ریاضت میں بیٹھتے ہو ؟ امروز نے عام لہجے میں کہا ------ فن کی ریاضت میں بیٹھتا ہوں .....

میں نے نزدیک سے آہستہ سے پوچھا ------ یہ گزشتہ جنم میں یوگی تھے ' آپ جانتے ہیں ' لیکن کوئی کام ان کے ہاتھوں ہوا تھا؟

انہوں نے جواب دیا ------ یہ چٹانوں پر تصویریں بناتے تھے .....

سوچ کی وہی لہر میرے ماتھے میں گزر گئی ' جو بہت دیر پہلے میں نے اس وقت دیکھی تھی ' جب اپنے ایک سپنے میں میں نے امروز کے ہاتھوں کی بنی ہوئی ایک چٹانی تصویر دیکھی تھی ۔ وہ کون سا عہد تھا ' کون سا مقام ' کچھ علم نہیں ' لیکن چٹانی تصویر

دیکھی تھی.....

وہ کہنے لگے ------ امروز کا نام کسی زمانے میں نندن تھا' اور کسی زمانے میں اُروندر بھی.....'

اچانک میرے منہ سے نکلا ------ گزشتہ جنم میں میری موت کیسے ہوئی تھی؟
وہ جلدی سے کہنے لگے ------ یہ نہیں بتاؤں گا۔ میں جو نہیں کہنا چاہتا' وہ نہیں کہوں گا۔ لیکن اتنا کہتا ہوں کہ جو تم جانتی ہو' وہ سچ ہے..... یہ بتاتا ہوں کہ ۵۱۰ سال پہلے تو نے جَل سمادھی لی تھی.....

اَنل نے قریب سے کہا------ مہاراج! ان کا جنم لگن بتا دیں! ہمیں اس کی تلاش ہے.....

وہ پہلے ہنس پڑے' پھر کہنے لگے ------ وہی لگن ہے' جو پرماتما کا لگن ہے.....
پھر کہنے لگے ------ اس پر جس کی کرپا ہے' اس کا میش لگن ہے۔ وہی اس کے نام کا لگن ہے۔ نام بھی بہت زمانے سے یہی چل رہا ہے' "اے" سے۔ بتایا تھا نا' کہ ایک جنم میں ان کا نام امیتا تھا.....

یہ ۱۱ جون والے دن صبح کی ملاقات تھی' تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کی۔ اس دن سہ پہر کے وقت ان کا فون آیا------ "آج کا دن بڑی خوشی کا تھا۔ بہت دن بعد ملی ہو....." اگلے دن اتوار تھا' اور اس سے اگلے دن انہوں نے دہلی سے چلے جانا تھا۔ کہنے لگے ------ "ایک ارادہ کیا ہے' تم سے کچھ چھپاؤں گا نہیں۔ چاہتا ہوں سوموار کے دن صبح سات بجے جب میں رام پُوجا کروں۔ تم آؤ!"

ان کا پیغام میرے دل کے چاہت جیسا تھا' اس لئے سوموار صبح میں ان کے پاس گئی۔ جاتے کچھ دیر ہو گئی' ساڑھے سات بج گئے تھے' لیکن دیکھا کہ ابھی انہوں نے پُوجا شروع نہیں کی تھی' میرے انتظار میں۔ اس لئے دل بھیگ گیا.....
وہ پوچھنے لگے ------ "امروز آیا ہے؟ تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا ساتھ تمہارے لئے آتما تک پہنچنے کا ساتھ ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کسی زمانے میں بودھ ستو تھا' پھر اس کا نام آنند ہوا۔ اس لئے وہ تمام مذاہب میں یکساں یقین رکھتا ہے۔ تمہارا یہ ملاپ ہونا ہی تھا۔ یہ بہت مبارک ہوا....."

رام پُوجا میں ان کی یکسُوئی میرے لئے ایک نیا احساس تھا.....

پُوجا کے بعد انہوں نے کہا----- اب چرچا ہوگی.....

اس وقت میرا ایک سوال تھا' جو ہونٹوں پر آگیا----- جب آپ کی آنکھیں تھیں' تب آپ کا نام کیا تھا؟ میں نے آپ کو دیکھا ہے 'تب' جب آنکھیں تھیں.....

وہ حیران نہیں ہُوئے۔ عام لہجے میں کہنے لگے ----- کشمیر کی وادی میں دیکھا ہوگا.....

یہ سچ تھا۔ میں نے ان کو گزشتہ برس ۱۳۔ ۱۴ دسمبر کی رات کشمیر کی وادی میں دیکھا تھا۔

پرسوں کی پہلی ملاقات میں بھی مجھے یہ سوچ آئی تھی' لیکن میں اس کو قبول کر بھی قبول نہیں کر سکی تھی۔ شاید اسی لئے کہ میرے سپنے والے منظر میں ان کی آنکھیں سلامت تھیں' اور اب نہیں تھیں۔ سپنے والا جسم بھی' اس جسم سے کچھ پتلا تھا' چہرہ وہی تھا' رنگ بھی وہی' لیکن اس وقت سر کے بال سر پر لپیٹے ہوئے تھے' اب اس طرح نہیں تھے' پشت کی طرف کھلے تھے۔

لیکن آج جب میں نے یہ سوال پوچھا----- تو وہ اچانک میرے منہ سے یوں نکلا' جیسے اس کو میرے ہونٹوں پر آنے سے پہلے' مجھ سے بھی کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ ہو.....

وہ ہنس پڑے ----- پہچان لیا؟

جی ہاں! ----- میں نے کہا۔ اور ان کے جواب کو پورا کرنے کے لئے پوچھا ----- تب آپ کا نام کیا تھا؟

انہوں نے جواب میں تذبذب نہیں کیا۔ شاید اس لئے انہوں نے فون کیا تھا ----- تم سے کچھ چھپاؤں گا نہیں.....

کہنے لگے ----- تب کو مارل نام تھا۔ مینیا نساں درشن کو مارل نے دیا تھا.....

تب آنکھیں تھیں۔ پھر جو کچھ دنیا میں دیکھا' اسے دیکھنا نہیں چاہا۔ اسی لئے چاہا کہ اب آنکھیں نہیں چاہئیں.....

میں نہیں جانتی کہ میری زندگی کا یہ لمحہ فطری ہوتے ہوئے بھی کتنا مافوق الفطر

تھا۔ اس لئے اس لمحہ میں سے میں کئی مٹھیاں بھر لینا چاہتی تھی۔ پُوچھا ------ اس وقت میرا نام کیا تھا؟

وہ ہنس پڑے۔ کہنے لگے ------ تم مالتی نام کی کنیا تھی.....

وقت زمانے کا اتہ پتہ پُوچھا' تو وہ کہنے لگے ------ وہ نویں صدی تھی.....

انہوں نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا کہ اس صدی کی ایک سوچ میرے پاس کس طرح تھی۔ اگر پوچھتے بھی تو میں اس کا جواب نہیں جانتی تھی۔

باداموں کے شربت کی ایک بوتل میں نے ان کے قدموں کے قریب رکھی' تو پوچھنے لگے ------ یہ کیا ہے؟

میں نے آہستہ سے کہا ------ پانی کا تھوڑا سا قرض اتارنے آئی ہوں۔ آج میں نے نیلے رنگ کی اوڑھنی لی ہوئی ہے' اسی رنگ کی' جب پانی نہیں دے پائی تھی.....

وہ زور سے ہنس پڑے۔ کہنے لگے ------ تو قرض چکا دیا نا!۔

اور انہوں نے اپنے ایک بال سیوک کو وہ بوتل سونپ کر کہا ------ دیکھو! یہ ٹوٹے نہیں' صرف مجھے پلانا' روزانہ تھوڑا تھوڑا.....

میرا دل بھر آیا' کہا ------ اب بددعا سے آزاد کر دیں' اور باطنی احساس کی بخشش دے دیں۔ انہوں نے میرے کانوں میں کچھ حروف کہے' جو میرے کانوں کی امانت ہیں.

میں دہلیز کے قریب تھی' جس وقت انہوں نے امروز کو اپنا پیار دیا اور کہنے لگے' یہ بہت مبارک ہوا کہ تم دونوں مل گئے' اس کے بغیر تم دونوں کی نجات نہیں تھی.....

۱۳ جون ۱۹۸۸ء

ایک الٰہی پیغام

آج ۱۱ جولائی ۱۹۸۸ء کی صبح تھی' جب شری ترن نمودری پاد کا فون آیا۔ معلوم ہوا' وہ دہلی آئے ہیں' لیکن اگلی صبح واپس جا رہے ہیں۔ درمیان میں ایک رات تھی' جو کسی کے گھر پُوجا میں گزرنی تھی۔ اور دن' پُوجا کی تیاری میں' اس دوران صرف آدھا گھنٹہ تقریباً ہو سکتا تھا' شام کے وقت' ان کو اکیلے ملنے کا.....

یہ آدھا گھنٹہ ----- میرے لئے غنیمت تھا۔ اس لئے بھی کہ ان کی تاکید تھی۔ یہ وقت شام کے سات بجے سے ساڑھے سات بجے تک کا تھا.....

یہ وقت میری زندگی کا کرشمہ ہے.....

کہنے لگے ----- "ایک دن پُوجا کے وقت تمہیں دیکھا' ساتھ ہی موک امبکا کی آواز سُنی ----- اس پن آتما کو ایک منتر دیں! اور دیوی نے وہ منتر آپ بولا' جو تمہیں دینے کے لئے مجھے کہا گیا تھا....."۔

وہ کہنے لگے ----- "وہ منتر میں نے تمہیں دینا تھا' لیکن اگلے دنوں میں دیکھا کہ قدرت کی ایک خوبصورت وادی میں ایک چٹان پر بیٹھے ایک سنت تمہیں بخشش دے رہے ہیں۔ اس لئے میں نے سوچا ----- اب منتر کی ضرورت پوری ہو گئی ہے"۔

میں نے کانپتے سے ہونٹوں سے پوچھا ----- یہ سچ ہے کہ گزشتہ دسمبر کے مہینے مجھے سپنے میں ایک سنت نے بخشش دی تھی' لیکن آپ نے وہ وقت آنکھوں دیکھ لیا؟

وہ ہنس پڑے! کہنے لگے ----- میرے سامنے کچھ دُھند سی بھی تھی۔ لیکن وہ وقت میں نے دیکھا ہے۔ سنت کی کچھ پہچان سی بھی ہے۔ بڑا رحمدل چہرہ تھا۔ جسم نہ پتلا نہ بھاری تھا.....

اور وہ کہنے لگے ----- وہی منظر تھا کہ میں نے سمجھا' اب بخشش مل چکی ہے' اس لئے منتر دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد پُوجا کے دوران مجھے دیوی نے پوچھا کہ میں نے ابھی تک وہ منتر کیوں نہیں دیا؟ میں نے ان کو بتایا کہ امرتا کو بخشش مل چکی ہے۔ لیکن دیوی نے کہا ----- وہ سنت اس کے کسی پہلے جنم کا گورو تھا' اس کا اتنا سا کام باقی رہتا تھا۔ اس نے مکمل کیا ہے۔ لیکن آئندہ ----- اس منتر کی ضرورت ہے' جلدی دو!

میرے پاس بولنے کے لئے نہ آواز رہی' نہ کوئی لفظ۔ میرا روئیں روئیں جکڑ گیا۔

وہ کہنے لگے ----- آج اسی لئے ملنا ضروری تھا۔ وہ منتر میرے لئے دیوی کی امانت ہے' تمہیں دینے کے لئے.....

اور میں ساری کی ساری ایک کٹوری بن گئی ' اس منتر کو لینے کے لئے ..... اور
مترن جی کی آواز کا حرف حرف ' بوند بوند ہو کر کٹورے میں پڑتا رہا .....

"وہ"

او خدایا! آج رات کا سپنا جو اشارہ دے گیا ہے ' کیا یہ سچ ہے؟ دیکھا ----- "وہ" میرے گھر آئی ہے ..... اندرونی کمرے میں بیٹھی ہے ۔ پھر دیکھا ----- باہر دو یوگی آئے ہیں ' بیرونی کمرے میں بیٹھ گئے ہیں ۔ میں جلدی سے ان کے پاس جا کر کہتی ہوں ' وہ آئی ہوئی ہے ' ایک مصیبت ' کب جائی گی؟

دونوں یوگی کاغذ پر کوئی حساب کتاب لگاتے ہیں ۔ ایک کہتا ہے ----- ابھی ایک پوائنٹ سات مصیبت باقی رہتی ہے ..... دوسرا کہتا ہے ----- نہیں ' ختم ہو گئی ہے .....

اتنے میں وہ اندر آتی ہے ' میں اشارے سے ایک یوگی کو کہتی ہوں ----- پہچانو! یہ کون ہے؟ اور جواب میں وہ یوگی اس کی طرف دیکھ کر کہتا ہے ----- اندھیری کا بھنور ' بھیانک بھنور ..... '

دیکھا ----- ایک گھٹڑی سی اس نے اٹھائی ہوئی ہے ' اپنے کپڑے وغیرہ اور کہتی ہے ----- میں نے جانا ہے ' میں چلی ہوں ..... اس نے کالے کپڑے پہنے ہوئے ہیں ----- وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھتی ہے ----- نیچے جانے کے لئے ' مکان سے باہر جانے کے لئے .....

دونوں یوگی مسکراتے ہیں .....

میرا سارا بدن ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے ۔ سوچ رہی ہوں ----- کیا میں نے واقعی اس سے نجات حاصل کر لی ہے؟

جس یوگی نے کہا تھا کہ ابھی ایک پوائنٹ سات مصیبت رہتی ہے ' وہ پھر کاغذ کی طرف دیکھ کر کہتا ہے ----- اب کوئی مصیبت نہیں رہتی .....

جاگ آگئی! میں نے دیکھا رات کے ۳ بجکر ۴۰ منٹ ہیں ..... ۱۳ - ۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء

دھرتی کا ضمیر

آج صبح کے میرے ایک ہی حرف ہیں ' جو بار بار کہے جا رہی ہوں ------
میرے خدا! اگر یہ سپنا دکھایا ہے ' تو اس کی تعبیر بھی دکھا دے!
آج صبح کاذب کا سپنا تھا ------ دیکھا ' کچھ ممالک کی میٹنگ سی کرتی ایک خوبصُورت عورت دکھائی دیتی ہے ------ بڑا سادہ سا لباس ' لیکن اس کے چہرے پر ایک روشنی ہے ..... اور میں حیران ہو کر اس کو دیکھتی ' سوچتی ہوں ------ تو اس دھرتی کی ضمیر جاگ پڑی .....

بس ------ یہ احساس تھا ' اور آنکھوں کے سامنے اس کا چہرہ کہ جاگ اُٹھی .....
دھرتی کی ضمیر کو میں نے ایک بے حد خوبصُورت عورت کی صورت میں دیکھا ہے ۔ بالکل اس طرح ' جس طرح ابھی آنکھوں دیکھا ہو ۔ یہ کیا اشارہ ہے ' مجھ سے سمجھا نہیں جا رہا ..... بس یہی دل کرتا ہے ------ اس کی تعبیر دیکھ لوں .....

۲۰ جولائی ۱۹۸۸ء

بدھ مت جب چین میں گیا ' اور وہاں سے جاپان میں ' تو اسی کا ایک پہلو ہے ' جس کا نام جین کہا جاتا ہے ۔ اس جین نظریئے میں عورت کی محبّت کا کوئی دخل نہیں تھا ' کہ پھر ایک سینا سی ہوئے ' " ایکیئو " جنہوں نے عورت کی طاقت کو پہچانا اور جین نظریئے کی ایک شاخ قائم کی ------ ریڈ تھریڈ جین ۔
حمل کے بچے کا اور ماں کا رشتہ ایک ناڑُو کے ذریعے جڑا ہوتا ہے ۔ اس ناڑُو کے رشتے کو ایکیئو سنیاسی نے اس سُرخ دھاگے کا نام دیا ' جو ناڑُو سے کٹ دینے کے بعد بھی سائیکک طور پر بھی ماں کی طاقت کے ساتھ جڑُا رہتا ہے ۔ ابتدائی طاقت کے ساتھ ۔ خلائی کوکھ کے ساتھ ۔

آج ۱۹ اور ۲۰ اگست کی رات تھی ' اسی ۱۹۸۸ء کے برس کی جب سامنے ایک بہت

بڑی دیوار دیکھی ۔ اس دیوار کے اُوپر ایک بہت بڑی تصویر لگی ہوئی تھی ۔ تصویر کی دائیں طرف ایک موم بتی دیکھی ———— اور ایک غیبی آواز سنی ———— دِس ازدا سورس آف فایئر .....

یہ الفاظ انگریزی میں کیوں تھے ' میں نہیں جانتی ۔ لیکن جاگی ہوں ' تو حیرانگی نہیں جاتی ۔ بس اتنا ہی احساس ہوتا ہے کہ یہ اندرُونی طاقت کے ذرّات ہیں ۔ اور میں نہیں جانتی کہ میرے سُرخ دھاگے کا رشتہ کہاں کہاں جڑا ہوا ہے .....

۲۰ اگست ۱۹۸۸ء

میں اپنے خیالوں کے صدقے

میں کئی دنوں سے گنگنا رہی ہوں ———— میں اپنے خیالوں کے صدقے ' تو پاس نہیں اور پاس بھی ہے ..... یہ سطر ساحر کی لکھی ہوئی ہے ' لیکن یہ میں جی رہی ہوں .....

۱۰ ستمبر ۱۹۸۸ء کی رات تھی ' جب ایک الہٰی منظر دیکھا ۔ دیکھا ———— میں اور امروز کہیں جا رہے ہیں ' سامنے سڑک کے سوا اور کچھ نہیں ۔ لیکن اچانک وہاں دو آدمی سامنے سے آتے دکھائی دیتے ہیں ' اور قریب آنے پر ان میں سے ایک آدمی اچانک مجھ پر جھپٹ پڑتا ہے اس طرح ' جیسے وہ کوئی جنگلی جانور ہو .....

امروز گھبرا کر مجھے اس سے چھڑانا چاہتے ہیں ' لیکن چھڑا نہیں سکتے ۔ ہم دونوں کی اس گھبراہٹ کے وقت اچانک ایک قوّت پہنچتی ہے ۔ احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک دیوی عورت ہے ' لیکن مجھے اس کا چہرہ نظر نہیں آتا ' نہ ہی جسم کی صُورت دکھائی دیتی ہے ۔ وہ صرف ایک دُودھیا بادل سا ہے ' جو میرے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے ۔ پھر اس میں سے دو بازو نکلتے ہیں ' جو آگے ہو کر ' اس جھپٹ رہے آدمی سے مجھے چھٹکارا دلا دیتے ہیں .....

میں حیران ہو کر اس دُودھیا روشنی سے پوچھتی ہوں ———— اے قوّت ! تم نے آج مجھے بچا لیا ہے ' لیکن اسی طرح کے حادثے تو پھر بھی ہو سکتے ہیں ۔ یہ کس طرح کا راستہ ہے ؟

وہ دُودھیا روشنی آگے سے ہنس پڑتی ہے ۔ اس کی آواز مردانہ نہیں ' مجھے یقین

ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی دیوی عورت ہے۔ کہتی ہے ------ اب میں تمہارے ساتھ ہمیشہ رہوں گی .....

اس سپنے سے جاگ آنی تھی، آ گئی.....

یہ جو کچھ میری سوئی آنکھوں نے دیکھا تھا، اب اس کو میں اپنی جاگتی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتی! لیکن اس قوت کے وجود کا، اور اس کے دیئے ہوئے قول کا احساس میرے ساتھ ساتھ ہے.....

میں ساحر کی اس سطر کا حرف حرف جی رہی ہوں ----- "میں اپنے خیالوں کے صدقے، تو پاس نہیں اور پاس بھی ہے۔"

اختتامیہ --- سُرخ دھاگے کا رشتہ

۲۸ ستمبر ۱۹۸۸ء والے دن ساہت اکیڈمی دہلی کی طرف سے "میٹ دا آتھر" سلسلے میں میں نے اپنی نظموں اور کہانیوں کے بارے کچھ کہنا تھا' کہا کہ جس طرح وقت کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے 'کرائسٹ سے پہلے' اور کرائسٹ کے بعد' میں ہر سوچ اور ہر تخلیق کو دو حصّوں میں تقسیم کرتی ہوں ----- ایک باطنی احساس سے پہلے' اور ایک باطنی احساس کے بعد.....

اس دن کی تقریر میں' باطنی احساس کی بات کرتے میں نے اپنے سپنوں کے ذریعے پائے باطنی احساس کی تھوڑی سی بات کی تھی' برائے نام اشارتاً' لیکن وہ وقت اس کی تفصیل میں جانے کا نہیں تھا ----- یہ کتاب' وہی تفصیل ہے۔ تاریخ وار' جو سُرخ دھاگے کے رشتے کی گہرائی میں اترتی ہے.....

اس گہرائی میں سے نکلتے اس کی کتنی ڈائمینشنز ہیں' میں حیران سی نے' جتنی دیکھی ہیں' وہ کاغذ پر اتار دی ہیں۔ لیکن وہ میرے کتنے جنموں کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑتی ہیں' یہ میری گرفت میں نہیں آتا.....

ایک کسی اور تقریر میں کہی ایک اور بات' میں یہاں بھی دُہرانا چاہتی ہوں کہ فارسی کے ایک عالم ہمارے ایک شاعر نندلال گویا نے' کبھی بھیگی ہوئی آواز مین کہا تھا ----- "ہم چُو موج از پہن دریا رانموُد' موج گشتو کرد دریا را سجُود....." یعنی ----- "میں بھرے بہتے دریا میں سے ایک لہر کی طرح اٹھا ہوں' ایک لہر بن کر اپنے دریا کو سجدہ کرنے کے لئے....." نندلال جی بہت بڑے عالم تھے' مجھے اس طرح کا کوئی دعویٰ نہیں' لیکن اسی دریا کی ایک بُوند ہونے کے ناطے' مجھے محسوس ہوتا ہے کہ شعُوری اور لاشعوری دل کے ذریعے میں نے اپنے اس دھاگے کا رشتہ جتنا سا دیکھا ہے' اور اس کی بات جتنی سی لکھی ہے' وہ اپنے دریا کو سجدہ کرنے کے لئے ہے.....

.... امرتا پریتم